قافلۂ حجاز

نسیم حجازی

قافلہ حجاز

نسیم حجازی

فرحین پبلیشنگ کمپنی 3F کھجوری روڈ جامعہ نگر نئی دہلی ۱۱۰۰۲۵

نام کتاب ——— قافلہ حجاز

مصنف ——— نسیم حجازی

ناشر ——— فرحین پبلیشنگ کمپنی

F 3 کھجوری روڈ جامعہ نگر نئی دہلی ۱۱۰۰۲۵

تعداد ——— ایک ہزار

مطبع ——— فرح آفسیٹ پرنٹرس دہلی

سالِ اشاعت ——— فروری ۱۹۹۶ء

قیمت ——— پچھتر روپے Rs. 75/-

فرحین پبلیشنگ کمپنی F 3 کھجوری روڈ جامعہ نگر نئی دہلی ۱۱۰۰۲۵

سول ایجنٹ

ادبی دنیا۔ ۵۱۰ مٹیا محل دہلی ۱۱۰۰۰۶

باب ۱

ایک دن حسان بن عقبہ اُس شاداب علاقے میں داخل ہُوا جس کے دلکش مناظر اُسے اپنے ماضی کا ایک خواب محسُوس ہُوا کرتے تھے۔ یہ بہار کا موسم تھا اور اُس سے اپنے آگے پیچھے اور دائیں طرف حدِ نگاہ تک سرسبز باغات اور گندم کے لہلہاتے کھیت دکھائی دیتے تھے۔ بائیں ہاتھ دریائے فرات کے کنارے سرکنڈوں اور جھاڑیوں کا ایک گھنا جنگل تھا۔ سورج مغرب کے غبار آلود اُفق سے جھانک رہا تھا اور شام کے سائے تیزی سے مشرق کی جانب بھاگ رہے تھے۔ پرندے درختوں پر جمع ہو رہے تھے۔ کسانوں اور چرواہوں کی بستیوں سے دُھوئیں کی ہلکی ہلکی لکیریں آسمان کی جانب اُٹھ رہی تھیں۔ کبھی کبھی وہ کسی درخت یا جھاڑی کے پاس رُک کر اپنے وطن کے پرندوں کے چہچہے سنتا اور اُس کے تھکے اور مرجھائے ہوئے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ آجاتی لیکن پھر اچانک اُس کا چہرہ مغموم ہو جاتا اور وہ آگے چل پڑتا۔ پچیس سال کا یہ آدمی اپنے بوسیدہ لباس اور پریشان صورت کے باوجود اُن لوگوں میں سے تھا جو اپنے قد و قامت اور خد و خال کے باعث ہزاروں کے ہجوم میں نمایاں دکھائی دیتے ہیں۔ اُس کے مضبوط ہاتھ میں ایک موٹی اور بھدّی لکڑی تلوار سے زیادہ خطرناک دکھائی دیتی تھی۔ وہ کسی ڈوبی ہوئی کشتی کا ملاح، کسی شکست خوردہ فوج کا سالار یا ایک ایسا چرواہا معلوم ہوتا تھا جس کا گلہ بھیڑیوں کی نذر ہو چکا ہو۔

چند کھیت اور باغات عبُور کرنے کے بعد وہ ایک گاؤں سے باہر ایک قلعہ نما مکان کے قریب پہنچا تو سُورج کی سرخ پیشانی اُفق کو چھُو رہی تھی۔ باہر چند بچے کھیل رہے تھے۔ اُس نے اِدھر اُدھر دیکھنے کے بعد آگے بڑھ کر ڈیوڑھی کے نیم وا دروازے پر دستک دی۔ اندر سے کتوں کے بھونکنے کی آواز سنائی دی۔ دو بچے

دیر پریشانی کی حالت میں کھڑا رہا۔ بالآخر اُس نے زور زور سے دروازہ کھٹکھٹایا اور بلند آواز میں کہا۔

"کوئی ہے؟"

کُتّے زیادہ جوش و خروش کے ساتھ بھونکنے لگے۔ ڈیوڑھی میں کسی نوکر کا موجود نہ ہونا اُس کے لئے ایک حیران کُن بات تھی۔ وہ اندر داخل ہونے کا ارادہ کر رہا تھا کہ ایک عمر رسیدہ نوکر نے دروازے سے باہر جھانکتے ہوئے سوال کیا "تم کون ہو؟"

اُس نے جواب دیا "میرا نام حسان ہے اور میں قباد سے ملنا چاہتا ہوں"

نوکر نے اُس کی طرف بے اعتنائی سے دیکھا اور پھر حقارت سے ناک چڑھاتے ہوئے سوال کیا۔

"تم کس سے ملنا چاہتے ہو؟"

"میں یہ بتا چکا ہوں کہ میں قباد سے ملنا چاہتا ہوں۔ کیا یہ اُن کا گھر نہیں؟"

نوکر نے برہم ہو کر کہا "یہ گھر بہت دُور سے دکھائی دیتا ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ اس کا مالک ہر حاجتمند سے بغلگیر ہونے کے لئے دروازے پر کھڑا ہو۔ کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ اُن سے ملے بغیر تمہاری حاجت پوری کر دی جائے؟"

حسان نے بڑی مشکل سے اپنا غصہ ضبط کرتے ہوئے کہا "حاجتمندوں کو اس دروازے سے دُور رکھنے کے لئے تمہارے کتّے کافی ہیں لیکن مَیں بہت دُور سے آیا ہوں اور آج میں نے دو منازل طے کی ہیں۔ ابھی مجھے چند کوس آگے جانا ہے۔ اگر تمہارے آقا اس وقت کسی سے ملنا پسند نہیں کرتے تو زربخت کو بُلا لاؤ"

"زربخت گھر میں نہیں ہے"

حسان نے کہا "دیکھو تم میرا وقت ضائع کر رہے ہو۔ اپنے آقا کے پاس جاؤ اور انہیں یہ اطلاع دو کہ مَیں ایک ضروری پیغام لے کر آیا ہوں"

حسان کی نگاہیں نوکر کو مرعوب کرنے کے لئے کافی تھیں اور وہ پہلی بار یہ محسوس کر رہا تھا کہ وہ ایک اجنبی کے لباس سے دھوکا کھا چکا ہے۔ وہ کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن حسان کے تیور دیکھ کر اُسے

بولنے کی ہمت نہ ہوئی۔

معاً دروازے کی اوٹ سے ایک نسوانی آواز سُنائی دی "کاؤس! تم یہاں کیا کر رہے ہو اور کتّے کیوں بھونک رہے ہیں؟"

نوکر نے مُڑ کر جواب دیا "ایک مُسافر آقا سے ملنے پر مُصر ہے"

"تمہیں معلوم ہے کہ ابا جان شام کے بعد گھر سے نہیں نکلتے"

"جی میں اسے سمجھا رہا تھا، لیکن ...."

"تم بحث کرنے کی بجائے دروازہ بند کیوں نہیں کر دیتے؟"

نوکر پیچھے ہٹا لیکن حسان نے اُسے دروازہ بند کرنے کا موقع نہ دیا۔ وہ جلدی سے اندر داخل ہوا اور ایک نوجوان لڑکی سے مخاطب ہو کر بولا "معاف کیجئے مجھے بہت جلدی ہے۔ اگر آپ کا نام ماہ بانو ہے تو میں آپ کے باپ سے ملنا چاہتا ہوں"

ایک اجنبی کے مُنہ سے اپنا نام سُن کر اس دوشیزہ کے حسین چہرے پر سُرخ و سپید لہریں دوڑنے لگیں اُس نے قدرے توقف کے بعد جواب دیا "ایک مُسافر کو یہ جتانے کی ضرورت نہیں کہ وہ اس گھر کے مکینوں کے نام بھی جانتا ہے۔ تم بیٹھ جاؤ، تھوڑی دیر تک کھانا مل جائیگا۔ کاؤس! اسے مسافر خانے میں لے جاؤ"

وہ واپس مڑی اور سامنے کوئی سو قدم کے فاصلے پر ایک عالیشان عمارت کی طرف چل پڑی۔ کاؤس نے غضبناک ہو کر حسان کی طرف دیکھا اور کہا "تم اگر پاگل نہیں تو بیوقوف ضرور ہو۔ یہ تمہاری خوش قسمتی ہے کہ اس وقت دوسرے نوکر یہاں موجود نہیں ہیں۔ ورنہ یہ جرأت تمہیں بہت مہنگی پڑتی"

لیکن حسان نے اُس کی طرف توجہ دینے کی بجائے تیزی سے آگے بڑھ کر کہا "ٹھہریئے!"

لڑکی رُک گئی اور مُڑ کر دیکھنے لگی۔ دو قدآور کتّے جو چند قدم کے فاصلے پر بندھے ہوئے تھے، زیادہ غضبناک ہو کر بھونکنے لگے۔ کاؤس نے بھاگ کر حسان کا بازو پکڑنے کی کوشش کی لیکن اُس نے ہاتھ جھٹک دیا۔ دوشیزہ کی حیرت غصے میں تبدیل ہو رہی تھی۔

حسان نے کہا "معاف کیجئے میں مسافر ضرور ہوں لیکن گداگر نہیں ہوں میں جہانداد کیساتھ اپنا وعدہ پورا

کرنے کے لئے یہاں آیا ہوں اور مجھے یہ توقع نہ تھی کہ اس گھر کے نوکر اور مالک ہر مُسافر کو گداگر سمجھتے ہیں۔

لڑکی کی ساری حسیات سمٹ کر اُس کی آنکھوں میں آگئیں اور اچانک اُسے ایسا محسوس ہونے لگا کہ اِس آدمی کو صرف لباس کی تبدیلی گداؤں کی صف سے نکال کر قابلِ عزت لوگوں کی صف میں کھڑا کر سکتی ہے۔ اُس نے لرزتی ہوئی آواز میں پوچھا "جہاں داد کہاں ہے؟ وہ گھر کیوں نہیں آیا؟ تم اُسے کہاں ملے تھے؟ تم خاموش کیوں ہو گئے؟ میں ماہ بانو ہوں۔ میں اُس کی بہن ہوں۔ میں صبح و شام اُس کی راہ دیکھا کرتی ہوں۔ اگر نوکر سے کوئی گستاخی ہوئی ہے تو میں مُعافی مانگتی ہوں۔"

ماہ بانو کی آواز سسکیوں میں دب کر رہ گئی اور اُس کی آنکھوں میں آنسو چھلکنے لگے۔ حسان کی تلخی پر ندامت کا احساس غالب آچکا تھا۔ اُس نے مغموم لہجے میں کہا "جہاں داد ہمیشہ اپنی بہن کے قہقہوں کا ذکر کیا کرتا تھا لیکن یہ میری بدقسمتی ہے کہ میں اس گھر میں کوئی خوشی کی خبر لے کر نہیں آیا۔"

ماہ بانو کچھ دیر سکتے کی حالت میں حسان کی طرف دیکھتی رہی۔ بالآخر اُس نے کہا "تم ہمیں یہ بتانے آئے ہو کہ وہ واپس نہیں آئے گا؟"

حسان نے گردن جھکاتے ہوئے کرب انگیز لہجے میں جواب دیا "کاش میری کوئی تدبیر اُسے واپس لا سکتی۔"

ماہ بانو نے اپنی سسکیاں ضبط کرتے ہوئے کہا "اگر تم یہ کہہ سکو کہ وہ زندہ ہے اور رومیوں کے کسی قیدخانے میں پڑا ہوا ہے تو میرے آنسو قہقہوں میں تبدیل ہو سکتے ہیں۔"

"کاش! میں یہ کہہ سکتا۔"

"تمہیں یقین ہے کہ وہ ...... ہمیشہ کے لئے ہم سے رخصت ہو چکا ہے؟"

"میں آخری سانس تک اُس کے ساتھ تھا۔"

ماہ بانو نے کاؤس سے مخاطب ہو کر کہا "انہیں ابّا جان کے پاس لے آؤ" اور پھر کسی توقف کے بغیر آنسو پونچھتی ہوئی رہائشی مکان کی طرف چل پڑی۔

کاؤس نے حسان کا ہاتھ پکڑ کر اُسے اپنی طرف متوجہ کرتے ہوئے کہا "مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ جہاں داد کی خبر لائے ہیں۔ میرا مقصد آپ کی دل آزاری نہ تھا۔ مجھے معاف کر دیجئے۔"

حسان کاؤس کے الفاظ سے زیادہ اُس کے آنسوؤں سے متاثر ہو کر بولا "مجھے تم سے کوئی شکایت نہیں۔"

"آیئے!" کاؤس نے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے کہا اور حسان اُس کے ساتھ چل دیا۔

حویلی کے کشادہ صحن کی تین طرف ایک بڑے زمیندار کی ضرورت کے مُطابق نوکروں، سپاہیوں کی رہائش گاہیں اور مویشیوں کے چھپّر دکھائی دیتے تھے لیکن ان میں سے بیشتر کمرے بند اور چھپّر خالی تھے۔ دائیں ہاتھ ایک وسیع اصطبل تھا جس کے اندر پچاس ساٹھ گھوڑے سما سکتے تھے لیکن وہاں صرف چار گھوڑے بندھے ہوئے تھے اور ایک نوکر اُن کے آگے چارہ ڈال رہا تھا۔

حسان کاؤس کے ساتھ حویلی کا صحن عبور کرنے کے بعد پختہ سِلوں کی سیڑھیوں پر پاؤں رکھتا ہوا ایک کشادہ چبوترے پر پہنچا۔ یہ چبوترہ چھ سات فٹ اُونچا تھا اور حویلی کو رہائشی مکان سے جُدا کرتا تھا۔ اس سے آگے ایک اور ڈیوڑھی تھی جہاں ایک مسلح پہریدار کھڑا تھا۔ ڈیوڑھی سے آگے قدرے تنگ صحن کے دائیں بائیں اور سامنے پختہ رہائشی مکان کے برآمدے اور کمرے تھے۔

سورج غروب ہو چکا تھا اور مکان کے نچلے حصّے میں تاریکی چھا رہی تھی۔ کاؤس نے ایک کونے میں سیڑھیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "آقا اُوپر ہیں۔"

وہ سیڑھیوں کے راستے بالاخانے کے ایک کشادہ کمرے میں داخل ہوئے۔ فرش پر قالین بچھے ہوئے تھے۔

"آپ تشریف رکھیں!" کاؤس یہ کہہ کر باہر نکل گیا۔

○

حسان قالین پر بیٹھ گیا۔ برابر کے کمرے میں کوئی عورت رو رہی تھی اور کوئی مرد درد بھری آواز میں اُسے تسلّیاں دے رہا تھا۔ حسان اُٹھا اور باہر کی سمت کھلنے والے دریچے کے سامنے کھڑا ہو کر جھاڑیوں اور درختوں کے اُس گھنے جنگل کی طرف دیکھنے لگا جو دو میل دُور دریائے فرات کے کنارے تک چلا جاتا تھا۔

اچانک اُس کی نگاہیں ایک پرانے مکان کی ٹوٹی ہوئی دیواروں پر مرکوز ہو کر رہ گئیں۔ ماضی کی کتنی یادیں تھیں جو اُس کے ذہن سے محو ہو چکی تھیں اور شاہراہِ حیات کے کتنے نشان تھے جو

وقت کی ریت میں دب چکے تھے۔ لیکن اس جنگل اور اس شکستہ مکان کا ایک دھندلا سا نقشہ ابھی تک اُس کے ذہن میں محفوظ تھا۔ یہ وہ مقام تھا جہاں اُس نے پہلی بار جہاں داد کو قریب سے دیکھا تھا اور پھر ایک ایرانی رئیس اور ایک عرب کاشتکار کی زندگی کے راستے آپس میں مل گئے تھے۔

قریباً گیارہ برس قبل وہ ایک زخمی ہرن کے پیچھے اس جنگل میں داخل ہوا تھا۔ اُس کے ساتھی دریا کے کنارے رک گئے تھے اور اُسے یہ بھی معلوم تھا کہ ایرانی زمیندار، عرب کاشتکاروں کو اپنے جنگلات میں شکار کھیلنے کی اجازت نہیں دیتے۔ لیکن اُسے زخمی جانور کو گیدڑوں اور بھیڑیوں کے لئے چھوڑ دینا پسند نہ تھا۔

تھوڑی دیر بعد جب وہ اپنا شکار گھوڑے پر لاد کر جنگل سے باہر نکل رہا تھا تو اُسے زمیندار کے نوکروں کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ اپنے خیال کے مطابق اُس نے کوئی جرم نہیں کیا تھا۔ وہ اپنی صفائی میں یہ کہہ سکتا تھا کہ میں صحرا کی حدود سے اپنے زخمی شکار کا پیچھا کر رہا ہوں۔ اُس نے گھوڑا روک لیا لیکن جب اُسے دائیں بائیں اور سامنے آدمیوں کی چیخ پکار کے ساتھ گھوڑوں کی ٹاپ سنائی دینے لگی تو اُسے یہ خطرہ محسوس ہوا کہ اگر وہ پکڑا گیا تو زمیندار کے نوکر اُسے صفائی پیش کرنے کا موقع دینے سے پہلے اپنا غصہ نکالنے کی کوشش کریں گے۔ چنانچہ اُس نے گھوڑے کی باگ موڑ کر ایڑ لگا دی۔ تھوڑی دیر بعد وہ یہ اطمینان محسوس کر رہا تھا کہ وہ تلاش کرنے والوں سے کافی دور آ چکا ہے لیکن گھنے جنگل میں اُس کے لئے یہ اندازہ لگانا مشکل تھا کہ باہر نکلنے کے لئے کونسی سمت زیادہ محفوظ ہے۔ پھر اچانک سامنے ایک عالیشان مکان کا عقبی حصہ دیکھ کر اُسے یہ محسوس ہوا کہ وہ قباد کی بستی کے قریب پہنچ چکا ہے اور تھوڑی دیر میں بستی سے کئی آدمی اُس کی تلاش میں نکل آئیں گے۔ اُسے تلاش کرنے والے سواروں کی تعداد کا صحیح علم نہ تھا۔ تاہم اُس کے لئے یہ سمجھنا مشکل نہ تھا کہ اگر وہ زیادہ نہ ہوں تو بھی وہ تھکے ہوئے گھوڑے پر اُن سے بچ کر نہیں جا سکے گا۔

سورج غروب ہونے کو تھا۔ اُس نے سوچا اگر میں کچھ دیر تلاش کرنے والوں کی نگاہوں سے بچ سکوں تو وہ رات کی تاریکی میں مجھے تلاش نہیں کر سکیں گے۔ چنانچہ کچھ دیر ادھر اُدھر دیکھنے کے بعد وہ محل کے قریب شکستہ مکان کی طرف بڑھا اور ہرن کو چاردیواری کے اندر پھینکنے کے بعد گھوڑے سے اتر پڑا۔ پھر اُس نے گھوڑے کی لگام اتار کر ایک طرف پھینک دی اور اُسے ہانک دیا۔ گھوڑا تھوڑی دور جا کر رک گیا۔ حسان

نے جلدی سے ایک پتھر اُٹھا کر پھینکا اور گھوڑا بدحواس ہو کر بھاگ نکلا۔ اُس نے ابھی اطمینان کا سانس نہیں لیا تھا کہ آدمیوں کی چیخ پکار دوبارہ سنائی دینے لگی۔ وہ قریب ہی جھاڑیوں کے نیچے دبک کر بیٹھ گیا لیکن اتنی دیر میں انسانی آوازوں کے ساتھ بھونکتے ہوئے کتوں کی آوازیں بھی شامل ہو چکی تھیں۔ کوئی بلند آواز میں اپنے ساتھیوں سے کہہ رہا تھا: "اگر گھوڑے سے گرنے کے بعد اُس کی گردن نہیں ٹوٹ گئی تو کسی جھاڑی کے نیچے چھپا ہوا ہوگا۔ تم اچھی طرح تلاش کرو!"

حسان نے سوچا انہوں نے میرا گھوڑا دیکھ لیا ہے اور شکاری کتوں نے میری بو پالی ہے اب انہیں یہاں پہنچنے میں دیر نہیں لگے گی۔ وہ کتوں میں گھر جانے کے تصور سے خوفزدہ ہو کر باہر نکلا۔ پہلے اُس نے ایک درخت پر پناہ لینے کی کوشش کی لیکن پھر کوئی خیال آیا اور وہ شکستہ مکان کی دیوار پر چڑھ کر منہ کے بل لیٹ گیا۔ یہ دیوار کافی چوڑی تھی اور باہر کی طرف سے گھنی جھاڑیوں اور بیلوں کی شاخیں اُس پر اس طرح پھیلی ہوئی تھیں کہ وہ اپنا جسم چھپا سکتا تھا۔

انتہائی نڈر ہونے کے باوجود حسان کا دل دھڑک رہا تھا۔ بھونکتے ہوئے کتے مکان کے اندر داخل ہونے اور نیچے پڑے ہوئے ہرن پر ٹوٹ پڑے۔ تھوڑی دیر میں چند آدمی وہاں پہنچ گئے اور انہوں نے کتوں کو مار کر پیچھے ہٹا دیا۔ پھر ایک کتا دیوار کی طرف بڑھا اور منہ اُٹھا کر بھونکنے لگا۔ آن کی آن میں باقی کتے بھی اُس کے ساتھ شامل ہو گئے۔ وہ اُچھل اُچھل کر دیوار پر کودنے کی کوشش کر رہے تھے لیکن حسان اُن کی رسائی سے باہر تھا۔ ایک آدمی مکان کی دوسری دیوار پر کھڑا ہو کر چلایا: "وہ یہیں ہے۔ وہ یہیں ہے۔"

ایک سوار جس کے ہاتھ میں باز تھا، گھوڑے سے اتر کر آگے بڑھا اور اُس نے کہا: "کتوں کو روکو، اب وہ بھاگ کر نہیں جا سکتا۔" یہ جہاں داد تھا۔ جب نوکر کتوں کو رسیاں ڈال کر ایک طرف ہٹ گئے تو اُس نے اُوپر دیکھتے ہوئے کہا: "اب تم نیچے آ سکتے ہو۔ ایک ہرن کے چور کو اس قدر خوفزدہ نہیں ہونا چاہیئے۔"

حسان نے گردن اُٹھا کر اُس کی طرف دیکھا، پھر نیچے اُترا اور اطمینان سے آگے بڑھ کر بولا: "میں چور نہیں ہوں۔ اس ہرن کو میں نے یہاں سے چند میل دور زخمی کیا تھا۔ میرا قصور صرف اتنا ہے کہ میں اسے اس جنگل میں پہنچنے سے روک نہ سکا۔"

جہاں داد مسکرایا "یہ جنگل ہمارا ہے اور اس میں پناہ لینے والے جانور بھی ہمارے ہیں۔"

حسان نے کہا "آپ لے سکتے ہیں، میں صرف یہ اطمینان چاہتا تھا کہ یہ میرے تیر سے زخمی ہونے کے بعد کسی درندے کے کام نہ آئے۔"

"لیکن تم بھاگے کیوں تھے ؟"

"میں یہ نہیں چاہتا تھا کہ ہرن شکار کرنے کے بعد میں خود شکار ہو جاؤں۔ مجھے امید تھی کہ میں بچ کر نکل جاؤں گا۔"

"لیکن اب ؟"

"اب مجھے بھاگنے کی ضرورت نہیں۔"

جہاں داد نے اپنی ہنسی ضبط کرتے ہوئے کہا "اگر تمہیں اپنی جان کا خطرہ ہو تو ؟"

"میری جان اتنی قیمتی نہیں کہ میں اپنے سارے خاندان کی زندگی خطرے میں ڈال دوں مجھے معلوم ہے کہ آپ قباد کے بیٹے ہیں اور ہم اُس کے مزارع ہیں، ورنہ میرا ترکش خالی نہیں تھا۔"

"تمہارا مطلب ہے کہ اگر تم مزارع نہ ہوتے تو اتنے آدمیوں کے سامنے ڈٹ جاتے ؟"

"ہاں اور میرا کوئی تیر رائگاں نہ جاتا۔"

ایک نوکر نے کہا "بیوقوف! ہوش سے بات کرو!"

جہاں داد نے برہم ہو کر کہا "تم خاموش رہو!" پھر وہ حسان سے مخاطب ہوا "تمہارا گھوڑا دیکھ کر میں سمجھا تھا کہ تم گر گئے ہو۔"

"میں نے گھوڑا چھوڑ دیا تھا۔ میرا خیال تھا کہ میں چھپ جاؤں گا اور رات مجھے ہی یہاں سے نکل جاؤنگا۔"

"اگر تمہارا گھوڑا گھر پہنچ گیا تو وہاں یہ خیال کریں گے کہ تمہیں کوئی حادثہ پیش آگیا ہے۔ اب تم ہمارا گھوڑا لے جاؤ اور جلدی گھر پہنچنے کی کوشش کرو، صبح واپس بھیج دینا اور اپنا شکار بھی لے جاؤ۔ یہاں ہرن بہت ہیں۔ تمہیں شکار کا شوق ہے تو میرے پاس آجایا کرو، میں بیس دن اور یہاں ہوں، اس کے بعد واپس چلا جاؤں گا۔"

حسان نے پوچھا "آپ یہاں نہیں رہتے ؟"

"نہیں۔ ہمارا لشکر مدائن میں ہے۔"

حسان نے کہا "میں آپ کے پاس آیا کروں گا۔ مجھے شکار کا بہت شوق ہے۔ لیکن میرا خیال ہے کہ جس جنگل میں اتنے آدمی پہرہ دیتے ہوں وہاں ہرن جیسے جانور زیادہ دیر نہیں ٹھہرتے۔"

جہاں داد نے ہنس کر جواب دیا "یہ آدمی جنگل کی حفاظت کے لئے نہیں بلکہ میرے ساتھ شکار پر آئے تھے۔"

وہ مکان کے احاطے سے باہر نکلے۔ جہاں داد کے اشارے سے ایک نوکر نے اپنا گھوڑا حسان کو پیش کر دیا۔ اگلے دن حسان، جہاں داد کا گھوڑا واپس کرنے آیا تو وہ اُسے اپنے باپ کے پاس لے گیا۔

یہ ایک ایرانی امیر زادے اور ایک عرب کسان کے بیٹے کے دوستانہ تعلقات کی ابتدا تھی۔ اور اس کے بعد حسان قریباً ہر روز جہاں داد کے پاس آیا کرتا تھا۔ اُسے قباد کے عالیشان مکان کے اندر گھومنے پھرنے کی عام اجازت تھی جسے اُس کی حیثیت کے لوگ صرف باہر سے دیکھ سکتے تھے۔

حسان کی عمر اُس وقت چودہ برس تھی اور جہاں داد اُس سے کوئی تین سال بڑا تھا۔ جہاں داد کا چھوٹا بھائی زرنجت اُس سے آٹھ سال چھوٹا تھا اور کمسن ماہ بانو جسے گاؤں کی لڑکیاں پری کہا کرتی تھیں، زرنجت سے اڑھائی سال چھوٹی تھی۔

یہ ایران کی تاریخ کا وہ دور تھا جبکہ خسرو پرویز کی فتوحات کے سیلاب کی لہریں قسطنطنیہ کی دیواروں سے ٹکرا رہی تھیں اور قیصرِ روم اپنے محل کے دریچوں سے باسفورس کے مشرقی ساحل پر ایرانی افواج کے خیمے دیکھ سکتا تھا۔

حسان اس بات پر فخر کیا کرتا تھا کہ قباد کا بیٹا اور ایران کے لشکر کا ایک بہادر سالار میرا دوست ہے اور میں بھی بہت جلد اُس کے لشکر میں شامل ہو جاؤں گا۔ بستی کے لڑکے اُس پر رشک کیا کرتے تھے اور بڑی عمر کے لوگ اُس کا مذاق اُڑایا کرتے تھے۔

پھر اچانک روم و ایران کے معرکے کا ایک نیا دور شروع ہوا۔ ہرقل نے برسوں کی شکست کا حساب چکانے کے لیے جوابی حملے شروع کر دئیے۔ پرویز نے اس غیر متوقع پیشقدمی کو روکنے کے لئے اچانک نئی افواج کی ضرورت محسوس کی اور ایرانی مرزبانوں اور جاگیرداروں نے اپنے کسانوں اور چرواہوں پر فوج

کی مُلازمت کے دروازے کھول دیئے۔

حسان نے فوج میں بھرتی ہونے کے بعد تین مہینے ایک سرحدی مستقر میں فوجی تربیت حاصل کی اور پھر اُسے سواروں کے چند دستوں کیساتھ شمالی ایران کی ایک چوکی میں بھیج دیا جہاں اُس کی زندگی کا ایک حسین خواب پُورا ہوا۔ اس چوکی کا محافظِ اعلیٰ جہاں داد تھا پھر وہ سپاہیانہ زندگی کی آزمائشوں، جنگ کی کلفتوں اور اسیری کے آلام و مصائب میں ایکدوسرے کے ساتھی تھے۔

اوراب قریباً نو برس بعد وہ جہاں داد کے گھر میں اُس کی موت کی خبر سُنانے آیا تھا اور اس ناخوشگوار فرض سے سبکدوش ہوتے ہی اپنے گھر پہنچنا چاہتا تھا۔ شام ہو چکی تھی اور اُس کو اس بستی سے چار کوس آگے جانا تھا۔

ایک نوکر چراغ اُٹھائے کمرے میں داخل ہوا اور اُس نے کہا: "آپ تشریف رکھیں آقا ابھی آتے ہیں"۔

حسان قالین پر بیٹھ گیا اور نوکر چراغ رکھ کر واپس چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد قباد اور ماہ بانو کمرے میں داخل ہوئے۔ قباد کے ایک ہاتھ میں لاٹھی تھی اور دوسرا ہاتھ ماہ بانو کے کندھے پر تھا۔ اُس کے سارے بال سفید ہو چکے تھے اور وہ اس قدر نحیف تھا کہ اگر ماہ بانو اُس کے ساتھ نہ ہوتی یا حسان اُسے مکان سے باہر دیکھتا تو اُسے کبھی یہ خیال نہ آتا کہ وہ جہاں داد کا باپ ہے۔



حسان تعظیم کے لئے اُٹھا لیکن قباد کے ہاتھ کا اشارہ پاکر دوبارہ بیٹھ گیا۔ قباد نے اُس کے سامنے بیٹھتے ہوئے کہا: "ایک باپ کے لئے جہاں داد جیسے فرزند کی موت کا یقین کر لینا آسان نہیں جنگ ختم ہوئے مدت ہو چکی ہے اور اس عرصہ میں اسے جاننے والے جن افسروں اور سپاہیوں سے میری مُلاقاتیں ہوئی ہیں اُن میں سے کسی نے اُس کی موت کی گواہی نہیں دی۔ اُن میں سے اکثر یہی کہتے رہے ہیں کہ وہ ادمیاہ میں ہمارے لشکر کی شکست کے بعد لاپتہ ہو گیا تھا بعض یہ بھی کہتے تھے کہ وہ زخمی تھا اور ایک سوار اُسے اپنے گھوڑے پر ڈالکر بھاگ گیا تھا۔ اب اگر تم اُس کی موت کی خبر لیکر آئے ہو تو میرا پہلا سوال یہ ہے کہ اتنا عرصہ تم کہاں تھے؟"

حسان نے جواب دیا: "میں رومیوں کی قید میں تھا اور جہاں داد اپنی موت تک میرے ساتھ تھا مجھے افسوس ہے کہ میں کوئی اچھی خبر لیکر نہیں آیا۔ وہ ادمیاہ کی جنگ میں زخمی ہوا تھا اور میں ہی اُسے اپنے گھوڑے

پر ڈالکر میدان سے نکال لایا تھا۔ ہم نے ساری رات سفر کرنے کے بعد ایک چرواہے کے ہاں پناہ لی تھی۔ دس دن بعد جہاں داد سفر کے قابل ہو چکا تھا اور ہم وہاں سے بھاگنے کا ارادہ کر رہے تھے۔ لیکن اچانک رومیوں کے ایک دستے نے چرواہے کے گھر پر چھاپہ مارا اور ہمیں گرفتار کر لیا۔ بعد میں ہمیں معلوم ہوا کہ بستی کے ایک اور چرواہے نے ہمیں رومیوں کے پاس فروخت کر دیا تھا۔ ہمارا نیکدل میزبان رومی سپاہیوں کو اپنے گھر کی طرف آتے دیکھ کر بھاگ گیا تھا اور ہمیں اُس کا انجام معلوم نہ ہو سکا۔"

وہ ہمیں طربزون لے گئے اور وہاں ہمیں جہاز کھینے والے غلاموں میں شامل کر دیا گیا۔ جہاز کا کپتان ہمیں انسانوں کی بجائے کارآمد جانور سمجھتا تھا۔ ہماری دُنیا جہاز کے نچلے حصے تک محدُود ہو کر رہ گئی تھی ہم صرف اتنا جان سکتے تھے کہ جہاز لنگر انداز ہو چکا ہے یا متحرک ہے۔ قریباً ایک سال ہم بدترین سزائیں بھگتتے رہے۔ جہاں داد کی صحت بتدریج خراب ہوتی گئی۔ پھر ایکدن اُس نے میری گود میں سر رکھ کر دم توڑ دیا جہاز پر مرنے والوں کی لاشیں سمندر میں پھینکدی جاتی تھیں لیکن مجھے یہ بھی معلوم نہ ہو سکا کہ ہمارا جہاز کس سمندر میں ہے۔

اس کے بعد زندگی کے ساتھ میری تمام دلچسپیاں ختم ہو چکی تھیں اور مجھے یہ بھی معلوم نہ تھا کہ ہمارا جہاز پچھلے مہینے کہاں تھا اور اب کس ملک کے ساحل کا طواف کر رہا ہے۔ جہاز کھینے والے غلام صبح و شام یا ہفتوں مہینوں یا برسوں کی بجائے صرف موت کا انتظار کرتے ہیں۔ میرے پُرانے ساتھیوں میں سے اکثر مر چکے تھے اور اُن کی جگہ نئے غلام لے چکے تھے۔

اسیری کے ابتدائی زمانے میں میں بھی ہر نو وارد کی طرح آزاد ہونے کی تدبیریں سوچا کرتا تھا لیکن اب میں یہی سوچ سکتا تھا کہ کسی دن جہاں داد کی طرح میری ہمت بھی جواب دے جائیگی۔ میرے ہاتھوں سے جہاز کا بھاری چپّو چھُوٹ جائے گا۔ پھر میری لاش کسی نامعلوم سمندر میں پھینک دی جائیگی لیکن ایک جہاز کے کپتان نے میری زنجیر کھُلوا دی اور مجھے اُن قابلِ اعتماد غلاموں کے ساتھ شامل کر دیا جو بندرگاہوں سے رسد کا سامان لادنے کے لئے ملاحوں کا ہاتھ بٹایا کرتے تھے۔ اب میں کھُلی ہوا میں سانس لیتا تھا اور دن کے وقت سورج اور رات کے وقت چاند اور ستارے دیکھ سکتا تھا۔ جہاں داد نے اپنی موت سے قبل مجھ سے وعدہ لیا تھا کہ اگر مجھے آزادی ملی تو میں اُس کے گھر جاؤں گا اور اب میں کبھی کبھی یہ بھی سوچا کرتا تھا کہ شاید

میں کسی دن بھاگنے میں کامیاب ہو جاؤں۔ میرا آخری سفر اسکندریہ سے شروع ہوا۔ ہمارے جہاز پر گندم لدی ہوئی تھی۔ ایک طوفانی رات ہمارا جہاز شام کے ساحل کے قریب لنگر انداز ہوا اور میں نے موقع پا کر سمندر میں چھلانگ لگا دی۔ آدھی رات کے قریب میں نیم بیہوشی کی حالت میں ساحل پر پہنچ گیا۔ پھر کچھ دیر سستانے کے بعد اُٹھا اور صبح تک پہاڑی علاقے میں سفر کرتا رہا۔ جہاز سے چھلانگ لگاتے وقت میں نے زندگی یا موت کا راستہ اختیار کیا تھا اور ساحل پر پہنچنے کے بعد کئی دن تک میرا ہر قدم زندگی کی بجائے موت سے زیادہ قریب تھا۔ میں کسی شہر یا بستی کا رُخ کرنے کی بجائے غریب کسانوں اور چرواہوں کے اِکا دُکا جھونپڑوں کے دروازوں پہ دستک دیتا تھا۔ یہ لوگ ایک مفلوک الحال آدمی کو روٹی اور پانی دیتے وقت زیادہ سوالات نہیں پوچھتے۔ میرے جسم پر چیتھڑے تھے اور ایک عرب کسان نے مجھے اپنا فالتو لباس دے دیا۔ دریائے فرات کے زرخیز علاقے میں داخل ہونے کے بعد میں خطرے کی حد سے نکل چکا تھا اور عرب قبائل کی بستیوں میں مجھے تمام سہولتیں میسر تھیں۔"

حسان یہاں تک کہہ کر خاموش ہو گیا۔ قباد نے کہا۔ "تمہارا گھر کہاں ہے؟"

"میرا گھر یہاں سے زیادہ دُور نہیں، میرا خاندان آپ کی زمین میں کاشتکاری کرتا ہے اور میرے باپ کا نام عتبہ ہے۔ یہاں سے جنوب کی طرف آپ کی جاگیر کی آخری بستی ہماری ہے۔"

قباد اور اُس کی بیٹی نے چونک کر ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور پھر اُن کی نگاہیں حسان کے چہرے پر مرکوز ہو کر رہ گئیں۔ کچھ دیر توقف کے بعد قباد نے سوال کیا۔ "تم سیدھے میرے پاس آئے ہو؟"

"جی ہاں۔ اور اب میں آپ سے اجازت لینا چاہتا ہوں۔ اگر مجھے گھوڑا مل جائے تو میں بہت جلد وہاں پہنچ جاؤں گا اور کل آپ کا گھوڑا واپس بھیج دوں گا۔"

"تم تھکے ہوئے ہو، اب کھانا کھا کر سو جاؤ! صبح تمہیں گھوڑا مل جائے گا۔ میں تمہارے باپ کو جانتا ہوں اور مجھے ڈر ہے کہ اپنے گھر پہنچ کر تمہیں ـــ" قباد یہاں تک کہہ کر رُک گیا اور پھر ماہ بانو سے مخاطب ہو کر بولا۔ "بیٹی تم مہمان کے لئے کھانا منگوا لو۔"

ماہ بانو اُٹھ کر چلی گئی۔ حسان نے قدرے فکرمند ہو کر سوال کیا۔ "آپ میرے گھر کے متعلق کچھ کہنا چاہتے تھے؟"

قباد نے جواب دیا۔ "میں یہ کہنا چاہتا تھا کہ جب ایک شکست خوردہ لشکر کا سپاہی واپس گھر پہنچا ہے تو

اُسے بعض اوقات نئے حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ میں تم سے یہ وعدہ لینا چاہتا ہوں کہ اگر تمہیں کسی مدد کی ضرورت پیش آئے تو تم اپنے دوست کے گھر کا دروازہ کھٹکھٹانے میں عار محسوس نہیں کرو گے۔ اب رات ہو رہی ہے اور تمہارا چہرہ یہ بتا رہا ہے کہ تمہیں آرام کی ضرورت ہے۔ تم نے شاید صبح سے کھانا بھی نہیں کھایا۔"

حسان نے جواب دیا۔ "آج میں نے کہیں رُکنا پسند نہیں کیا۔ میرا خیال تھا کہ میں آپ کو دیکھتے ہی اپنے گاؤں کی طرف روانہ ہو جاؤں گا۔"

"نہیں بیٹا! رات آرام کرو، صبح چلے جانا، ابھی مجھے تمہارے ساتھ بہت سی باتیں کرنی ہیں۔"

حسان نے سوال کیا۔ "لیکن زرنجت کہاں ہے؟"

"وہ مدائن گیا ہوا ہے، چند دن تک واپس آجائے گا۔ اب تم کھانا کھا لو پھر ہم اطمینان سے باتیں کریں گے۔"

حسان نے کہا۔ "اگر آپ کا کوئی کارندہ ان دنوں ہمارے گاؤں گیا ہو تو اُسے بُلوا لیجئے۔ میں وہاں کے حالات معلوم کرنا چاہتا ہوں۔"

قباد نے پریشان سا ہو کر اپنی بیٹی کی طرف دیکھا اور پھر حسان سے مخاطب ہو کر۔ "بیٹا! میرے آدمی بٹائی کے موقع پر باہر جایا کرتے ہیں لیکن ابھی فصل تیار نہیں ہوئی۔"

"آپ نے پچھلے دنوں میرے والد یا بھائیوں میں سے کسی کو دیکھا ہے؟"

قباد نے جواب دیا۔ "میں کافی دنوں سے بیمار ہوں لیکن تمہیں اس قدر پریشان نہیں ہونا چاہیے۔"

تھوڑی دیر بعد حسان کھانا کھا رہا تھا اور قباد اور ماہ بانو اُس کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔ باپ اور بیٹی یکے بعد دیگرے اُس سے سوالات پوچھ رہے تھے اور وہ جواب میں جنگ، اسیری اور رہائی کے واقعات کی تفصیلات سُنا رہا تھا۔ کھانا کھانے کے بعد جب اُس کی آنکھیں نیند اور آواز بھاری ہونے لگی تو قباد نے اُٹھتے ہوئے کہا۔ "بیٹا اب تم یہیں لیٹ جاؤ۔" حسان نے غنودگی کے عالم میں آنکھیں کھولیں اور پھر بند کر لیں۔

قباد اور ماہ بانو کمرے سے باہر نکل گئے۔ تھوڑی دیر بعد ماہ بانو ایک کمبل اُٹھائے دوبارہ کمرے میں داخل ہوئی تو حسان گہری نیند سو رہا تھا۔ اُس نے آہستہ سے کمبل اُس پر ڈال دیا اور دبے پاؤں

برابر کے کمرے میں چلی گئی۔

قباد بستر پر لیٹا ہوا تھا۔

"ابا جان!" ماہ بانو نے کہا۔ "یہ اُسی عتبہ کا بیٹا ہے؟"

"ہاں مجھے اس کی صورت دیکھتے ہی شک گزرا تھا۔"

"آپ نے اُسے بتا کیوں نہ دیا؟"

"نہیں بیٹی! وہ تھکاوٹ اور بھوک سے نڈھال تھا اور اُسے آرام کی ضرورت تھی اس لئے مجھے بات کرنے کا حوصلہ نہیں ہوا۔"

"ابا جان! وہ جہاں داد کا دوست ہے اور ہمارا فرض ہے کہ ہم اُسے رخصت کرنے سے پہلے تمام حالات بتا دیں۔"

"ہاں بیٹی! اُسے خبردار کرنا ضروری ہے لیکن مجھے صبح کے وقت بھی شاید بات کرنے کا حوصلہ نہ ہو۔"

"ابا جان! اگر آپ کی اجازت ہو تو میں اُسے بتا دوں گی۔"

"تمہیں اجازت ہے، بیٹی! یہ بہت ضروری ہے کہ اُسے روانہ کرنے سے پہلے تمام حالات سے خبردار کر دیا جائے۔"

ماہ بانو نے کہا۔ "ابا جان! ان حالات میں وہ اپنے گھر جا کر کیا کرے گا۔ اُس کی جان بچانا ہمارا فرض ہے، کیا ہم اُسے روک نہیں سکتے؟"

"نہیں! مجھے وہ اُن لوگوں سے مختلف دکھائی دیتا ہے جو خطرات سے بھاگنے کی کوشش کرتے ہیں اور اگر ہم اُسے یہاں روکنے میں کامیاب ہو جائیں تو بھی اُس کی کوئی مدد نہیں کر سکتے۔ آج میں اُس سے زیادہ بے بس ہوں۔"

"ابا جان! مجھے یقین ہے کہ زربخت مدائن سے اچھی خبر لے کر آئے گا اور ہمیں ان ظالموں سے نجات مل جائے گی۔"

قباد نے جواب دیا۔ "بیٹی! میں زیادہ پُرامید نہیں ہوں مدائن میں جو لوگ مجھے جانتے تھے اُن

میں سے اکثر جنگوں میں کام آ چکے ہیں اور جو زندہ ہیں اُنہیں ملک کے نئے حکمرانوں اور اُن کے خوشامدیوں نے ہماری طرح بے دست و پا کر دیا ہے۔ خال خال ایسے لوگ رہ گئے ہیں جو اپنی عزت بچائے ہوئے ہیں۔ لیکن ہمیں کسی سے یہ اُمید نہیں رکھنی چاہیئے کہ وہ ہماری خاطر ہرمز سے اُلجھنا پسند کرے گا۔ تورج ایک حقیر آدمی ہے۔ اگر ہرمز اُس کی پشت پر نہ ہوتا تو وہ میرے کسی ادنیٰ کاشتکار کے ساتھ بھی اُلجھنے کی جرأت نہ کرتا۔ میرا ضمیر آخری دم تک مجھے ملامت کرتا رہے گا کہ میں ایک فریادی بن کر ہرمز کے پاس گیا تھا جب قوموں اور سلطنتوں کا زوال آتا ہے تو شاہی دربار کے مسخرے وزیروں اور سپہ سالاروں کی قسمت کے فیصلے کرتے ہیں ہمیں صرف یہ دُعا کرنی چاہیئے کہ زربخت خیریت سے واپس آ جائے۔ اس کے بعد ہماری بہتری اسی میں ہے کہ ہم مدائن یا کسی ایسے دُور اُفتادہ شہر میں چلے جائیں جہاں ہمیں جاننے والا کوئی نہ ہو اور پھر اس وقت کا انتظار کریں جب ملک کے اندر کوئی نیا انقلاب ہرمز جیسے لوگوں کا اقتدار ختم کر دے۔"

"ابا جان! مجھے یقین ہے کہ زربخت کو کوئی بڑا عہدہ مل جائے گا اور کسی دن وہ صرف تورج سے ہی نہیں بلکہ ہرمز سے بھی انتقام لے سکے گا۔"

"بیٹی! زربخت ایران کی فوج میں بڑے سے بڑا عہدہ حاصل کرنے کے بعد بھی اس قابل نہیں ہو سکتا کہ وہ ہرمز جیسے گرگ باراں دیدہ سے ٹکر لے سکے۔ اُس کے لئے بہترین راستہ یہی ہے کہ لشکر میں شامل ہو جائے اور اُس وقت تک اپنے دشمنوں کو بھول جائے جب تک اُمرائے سلطنت شہنشاہ کے دربار کا رُخ کرنے سے پہلے اُسے سلام کرنا ضروری نہ سمجھیں۔ اگر جہاں داد زندہ واپس آتا تو میں اُسے بھی یہی مشورہ دیتا۔"

"لیکن ابا جان! آپ تو یہ کہا کرتے تھے کہ جب جہاں داد واپس آئے گا تو آپ اُسے اپنی آنکھوں سے ایک لمحہ کے لئے بھی دُور نہیں ہونے دیں گے اور آپ اُسے ایران کے سپہ سالار کی بجائے ایک معمولی کسان دیکھنا پسند کریں گے۔"

"یہ میں اُس وقت کہا کرتا تھا جب میرے گھر میں میرے بچوں کے لئے زندگی کی تمام آسائشیں موجود تھیں اب اس گھر اور چند کھیتوں کے سوا مجھ سے سب کچھ چھین لیا گیا ہے۔ مدائن کے دربار میں میرے خلاف اس قسم کی شکایات پہنچائی گئی ہیں کہ میں عرب کاشتکاروں کو حکومت کے خلاف اُکسا رہا ہوں

اگر تورج جیسے لوگ کسی مظلوم کاشتکار کے ہاتھوں مارے گئے تو ہرمز کو ہمارے گھر پر قبضہ کرنے کے لئے بھی ایک معقول بہانہ مل جائے گا۔ میں نے اُسے کہا تھا کہ جب تمہارا زوال آئیگا تو تمہیں تورج سے زیادہ بے رحم لوگوں سے سابقہ پڑیگا اور ہرمز اُن لوگوں میں سے نہیں جو اپنے دشمن کو ایکبار گرا کر دوبارہ اُٹھنے کا موقع دیتے ہیں۔"

ماہ بانو نے آبدیدہ ہو کر کہا۔ "لیکن آپ نے ہرمز کا کیا بگاڑا تھا؟"

"جو لوگ ظلم کرنے میں لذت محسوس کرتے ہیں وہ یہ نہیں دیکھتے کہ مظلوم نے اُن کا کیا بگاڑا ہے۔ اُن کی سب سے بڑی خواہش یہی ہوتی ہے کہ مظلوم کے حق میں آواز بلند کرنے والوں کا گلا گھونٹ دیا جائے اور ہرمز کو یہ احساس ہو گیا تھا کہ میں عرب کاشتکاروں کا ہمدرد ہوں۔ میں اُن سے صرف اپنا حق وصول کرتا ہوں لیکن اُنہیں لوٹنا پسند نہیں کرتا اور میرے اس سلوک کے باعث دوسرے ایرانی زمینداروں کے کسانوں کے دل میں اپنی مظلومیت کا احساس اُبھر رہا ہے اور وہ اس احساس کو ختم کرنے کے لئے میرا خاتمہ ضروری سمجھتا ہے۔"

ماہ بانو نے آہ بھرتے ہوئے کہا۔ "ابا جان کاش میرے ہاتھ اتنے مضبوط ہوتے کہ میں ہرمز کا گلا گھونٹ سکتی۔"

قباد نے اُسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔ "بیٹی ہر ظالم کی زندگی کا ایک آخری دن ہوتا ہے جب قدرت مظلوموں اور بیکسوں کی دلدہی کرنا چاہتی ہے تو بعض اوقات انتہائی کمزور انسانوں کے ہاتھ بھی ظالموں کی شاہرگ تک پہنچ جاتے ہیں۔ میں خسرو پرویز، اُس کے باپ اور اُس کے بیٹے کا عبرتناک انجام دیکھ چکا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ ہر ظالم اپنے ہاتھوں سے اپنی ہلاکت کے سامان پیدا کرتا ہے۔ اب تم سو جاؤ۔"

طلوع سحر کے وقت حسان گہری نیند سے بیدار ہوا اور اُٹھ کر دریچے سے باہر جھانکنے لگا۔ پیچھے کوئی سو قدم کے فاصلے پر گھنی جھاڑیوں میں اُسے اُس عمارت کے کھنڈر دکھائی دے رہے تھے جہاں جہانداد کے ساتھ اُس کی پہلی ملاقات ہوئی تھی۔ کاؤس کمرے میں داخل ہوا اور ایک قیمتی لباس کے علاوہ ایک تلوار اور ڈھال اُس کے سامنے رکھتے ہوئے بولا۔ "یہ جہانداد کی نشانیاں ہیں اور آقا کی یہ خواہش ہے کہ آپ انہیں قبول فرمائیں۔ میں آپ کے لئے ناشتہ لاتا ہوں۔ اتنی دیر میں آپ کا گھوڑا تیار ہو جائے گا۔"

حسان نے کہا۔ "لیکن مجھے اتنے قیمتی کپڑوں کی ضرورت نہ تھی۔"

"دیکھئے اگر آپ نے پس و پیش کیا تو اُنہیں تکلیف ہوگی۔ آقا نے سونے سے پہلے مجھے حکم دیا تھا کہ میں یہ چیزیں آپ کے پاس پہنچا دوں۔ اُن کی طبیعت خراب تھی اور پچھلے پہر سونے سے پہلے اُنہوں نے یہ تاکید کی تھی کہ اگر جہانداد کے دوست کو یہ تحائف قبول کرنے میں کوئی اعتراض ہو تو مجھے جگا دیا جائے۔ اُنہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ آپ کو گھوڑا واپس کرنے کی ضرورت نہیں۔ آپ لباس تبدیل کر لیجئے، میں ابھی آتا ہوں۔"

"ناشتا تیار ہے۔ میں صرف آپ کے جاگنے کا انتظار کر رہا تھا۔" کاؤس یہ کہہ کر کمرے سے باہر نکل گیا اور حسان قدرے توقف کے بعد لباس تبدیل کرنے میں مصروف ہو گیا۔

تھوڑی دیر بعد جب وہ ناشتا ختم کر کے اُٹھا تو ماہ بانو کمرے میں داخل ہوئی۔ اُس نے کہا۔ "ابا جان بہت دیر سے سوئے ہیں اور اُنہیں میں جگانا مناسب نہیں سمجھتی۔"

حسان نے کہا۔ "اُنہیں جگانے کی ضرورت نہیں۔ میں بہت جلد دوبارہ اُن کی خدمت میں حاضر ہونے کی کوشش کروں گا — لوگ عام طور پر ایسی المناک خبریں لانے والوں کو تحائف سے نہیں نوازتے اور مجھے گھر پہنچنے کے لئے اتنے قیمتی لباس کی ضرورت بھی نہ تھی۔ آپکا شکریہ ادا کرتے ہوئے مجھے بار بار یہ خیال آتا ہے کہ کاش اس وقت میری جگہ جہانداد آپ کے سامنے کھڑا ہوتا اور آپ کی آنکھیں آنسوؤں کی بجائے مسکراہٹوں سے لبریز ہوتیں۔"

ماہ بانو نے کہا۔ "آپ اپنے گھر جانے سے پہلے ہمارے پاس آئے تھے اور ہمارے لئے یہ سمجھنا مشکل نہیں کہ میرا بھائی آپ کو کس قدر عزیز تھا۔ ابا جان ہر سال بھائی جان کے لئے ایک نیا لباس تیار کروایا کرتے تھے، اب اُن کی موت کی خبر سُننے کے بعد اُنہیں اس بات سے بھی تھوڑا بہت اطمینان ضرور ہوگا کہ جہانداد کی پوشاک اُس کے ایک دوست کے کام آئی ہے۔"

حسان نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "جہانداد مجھے اپنے بھائی سے زیادہ عزیز تھا اور اسیری کے زمانے میں اُس کی رفاقت میری زندگی کا سب سے بڑا سہارا تھی۔

کاؤس دروازے پر نمودار ہوا اور اُس نے کہا "گھوڑا تیار ہے۔"

حسان نے ماہ بانو کی طرف اجازت طلب نگاہوں سے دیکھا، لیکن وہ نوکر کی طرف متوجہ ہوکر بولی "یہ ابھی آتے ہیں۔ تم جاؤ!"

نوکر چلا گیا اور ماہ بانو قدرے تذبذب کے بعد بولی "آپ مدت کے بعد اپنے گھر جا رہے ہیں اور آپ کی غیر حاضری کے زمانے میں یہاں کئی انقلاب آچکے ہیں، میں آپ سے یہ وعدہ لینا چاہتی ہوں کہ اگر آپکو کسی غیر متوقع صورتِ حال کا سامنا کرنا پڑے تو آپ کوئی خطرناک فیصلہ کرنے سے پہلے ابا جان کے پاس ضرور آئینگے آج کے بعد اس گھر میں آپکو ایک اجنبی کی حیثیت سے نہیں دیکھا جائے گا۔"

حسان نے قدرے مضطرب ہوکر کہا "دیکھئے آپکے ابا جان اپنے کاشتکاروں کے حالات سے بے خبر نہیں ہوسکتے۔ اگر انھوں نے میرے خاندان کے متعلق کوئی بری خبر سُنی ہے تو آپ مجھے بتا سکتی ہیں۔"

ماہ بانو نے جواب دیا "اب ہماری زمین اس گاؤں کے آس پاس چند کھیتوں تک محدود ہوکر رہ گئی ہے اور شاید کسی دن یہ بھی ہم سے چھین لی جائے۔ اب یہ مکان بھی ہمیں اپنی ضرورت سے زیادہ معلوم ہوتا ہے۔ حویلی میں پندرہ بیس نوکر اور ساٹھ مسلح سپاہی ہر وقت موجود رہتے تھے۔ اب ہمارے پاس صرف پانچ وفادار نوکر رہ گئے ہیں۔ نیا زمیندار جسے علاقے کے حاکم نے ہماری زمینیں چھین کر دے دی ہیں، ہمیں کسی وقت بھی یہاں سے فرار ہونے پر مجبور کرسکتا ہے۔"

"نیا زمیندار! وہ کون ہے؟"

"اُس کا نام تورج ہے اور وہ ہرمز کا رشتہ دار ہے۔"

"لیکن یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ہرمز آپ کی جائیداد چھین کر کسی اور کے حوالے کردے؟"

ماہ بانو نے جواب دیا "جب افواج شکست کھاتی ہیں اور ملک کے تخت و تاج کے وارث بدلتے ہیں تو ہر بات ممکن ہو جاتی ہے۔ جب میرا بھائی جنگ پر گیا تھا تو یہ علاقہ ایران کی عظیم سلطنت کا ایک اہم حصہ تھا لیکن اب یہ ہرمز کی شکار گاہ بن چکا ہے۔ حکومت کو زیادہ لگان فراہم کرنے کے عوض اس نے علاقے کے زمینداروں کو لوٹ کھسوٹ کی کھلی آزادی دے رکھی تھی۔ عرب کسانوں کا ایک وفد

چند ظالم زمینداروں کے خلاف شکایات لے کر ہرمز کے پاس پہنچا تھا لیکن اُس نے انہیں دھکے دے کر نکال دیا تھا۔ اس کے بعد چند کسانوں نے بغاوت کردی اور زمینداروں نے اُنکی بستیاں ویران کر ڈالیں۔ ابا جان نے لُٹے ہوئے کسانوں کو اپنی پناہ میں لے لیا تو ایرانی زمیندار اُن کے خلاف متحد ہوگئے اور وہ پہلے ہرمزاور پھر مدائن کے دربار میں یہ شکایت لے کر پہنچے کہ ہم باغی عربوں کی حوصلہ افزائی کررہے ہیں۔ ہرمز ظلم کرنے کا کوئی بہانہ ہاتھ سے نہیں جانے دیتا۔ چنانچہ اُس نے ہماری زمینیں چھین کر تورج کے حوالے کردیں۔ جاگیر کی ہر بستی میں لُوٹ مار کا سلسلہ جاری ہے۔ شروع شروع میں ہمارے کسانوں نے تورج کے کارندوں کو مار کر بھگا دیا تھا لیکن ہرمز سے فوجی طاقت حاصل کرنے کے بعد اُس نے اُنہیں دوبارہ مغلوب کرلیا۔"

حسان نے کرب انگیز لہجے میں کہا "آپ نے ہماری بستی کے متعلق کوئی خبر سُنی ہے؟"

چند ثانیے ماہ بانو کے پاس اشک آلود نگاہوں کے سوا اس سوال کا کوئی جواب نہ تھا۔ پھر اُس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "اب باہر کا کوئی فریادی ہمارے گھر کا رُخ نہیں کرتا پھر بھی ابا جان کو اس بات کا اندیشہ ہے کہ شاید دوسری بستیوں کی طرح آپ کی بستی بھی تورج کے مظالم سے محفوظ نہ ہو۔ وہ آپکو یہ نصیحت کرنا چاہتے تھے کہ آپ کسی بات پر نئے زمیندار سے اُلجھنے کی کوشش نہ کریں۔ موجودہ حالات میں اس علاقے کے عرب کاشتکاروں کو صبر اور حوصلے سے کام لینے کی ضرورت ہے۔"

حسان نے کہا "اگر آپ کے ابا جان کا یہ مشورہ ہے کہ رومیوں کی قید سے آزاد ہونے کے بعد اب مجھے نئے مظالم برداشت کرنے کی عادت ڈالنی پڑے گی تو میں اُنہیں مایوس نہیں کرونگا۔ ہم لوگ یہ جانتے ہیں کہ ہم ظالموں کا مقابلہ کرنے کے لئے نہیں بلکہ ظلم برداشت کرنے کے لئے پیدا ہوئے ہیں لیکن مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آپ مجھ سے کوئی بات چھپانا چاہتی ہیں۔"

ماہ بانو نے جواب دیا "میں آپ کو صرف یہ بتانا چاہتی تھی کہ ہم بے بس ہیں اور اگر آپ کو تورج جیسے لوگوں سے کوئی مشکل پیش آئی تو ہم آپ کی کوئی اعانت نہیں کرسکیں گے۔"

میں بدترین حالات میں بھی آپ کو پریشان نہیں کروں گا۔ اب مجھے اجازت دیجئے: حسان

یہ کہہ کر سیڑھیوں کی طرف بڑھا اور ماہ بانو کلیجہ مسوس کر رہ گئی۔ وہ بھاگ کر اُسے روکنا چاہتی تھی۔ وہ اُسے کچھ بتانا چاہتی تھی لیکن اُس کی ہمت جواب دے گئی۔ تھوڑی دیر بعد وہ رہائشی مکان کی ڈیوڑھی کی چھت سے حسان کو گھوڑے پر سوار ہو کر باہر نکلتے دیکھ رہی تھی ۔۔۔ اور اُس کا دل ایک ناقابلِ برداشت بوجھ سے پسا جا رہا تھا۔ وہ واپس مُڑی اور بھاگتی ہوئی اپنے باپ کے کمرے میں داخل ہوئی۔ قباد ابھی تک بستر پر لیٹا ہُوا تھا۔

"ابا جان!" اُس نے ڈوبتی ہوئی آواز میں کہا: "میں اُسے سب کچھ بتانا چاہتی تھی لیکن اُس کی صورت دیکھ کر میری ہمت جواب دے جاتی تھی۔ مجھے ڈر تھا کہ صحیح حالات سے باخبر ہونے کے بعد وہ اپنے گھر کا رُخ کرنے کی بجائے تن تنہا تورج کے گھر پر حملہ کرنے سے دریغ نہیں کرے گا۔ میں نے اُسے صرف اشاروں سے یہ سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ اُس کی بستی کے حالات سراسر اُس کی توقعات کے خلاف ہو سکتے ہیں۔ ابا جان! اُس نے خوشی سے جہاں داد کا لباس پہن لیا تھا اور مجھے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ میرا بھائی ایک نئے وجود میں واپس آگیا ہے۔ مجھے اُس کی سادگی پر رحم آتا تھا۔ کاش! میں اُسے روک سکتی۔"

قباد نے جواب دیا: "بیٹی! اگر وہ مجھے کسی خطرے سے ڈرنے والا معلوم ہوتا تو میں نے رات کے وقت ہی اُسے یہ کہہ دیا ہوتا کہ تم اپنے گھر نہیں جا سکتے۔"

"لیکن اب کیا ہوگا؟"

"اب اگر وہ دور اندیش ثابت ہُوا تو اُن لوگوں کا راستہ اختیار کرے گا جو ظلم کے خلاف سر اُٹھانے کے لئے مناسب حالات کا انتظار کرتے ہیں۔ ورنہ ہم یہ سُنیں گے کہ ایک جوشیلا نوجوان چند نعرے لگانے کے بعد ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گیا ہے۔"

باب (۲)

اپنی بستی کی چراگاہوں، کھیتوں اور باغوں سے گزرتے ہوئے حسان نے کئی چرواہوں اور کسانوں کو دیکھا۔ یہ لوگ اُسے کوئی ایرانی رئیس سمجھ کر ہاتھ کے اشارے سے سلام کرتے اور راستہ چھوڑ کر ایک طرف ہو جاتے۔ اُس کے ذہن پر ماہ بانو کی الوداعی گفتگو کا یہ اثر تھا کہ راستے میں اگر کوئی جانی پہچانی صورت دکھائی دیتی تو وہ رُکنے کی بجائے گھوڑے کی رفتار کو تیز کر دیتا۔

بستی میں داخل ہوتے ہی وہ ایک مکان کے سامنے رُکا جس کی چھتیں پیوندِ زمین ہو چکی تھیں۔ صحن کے ایک کونے میں چھپر کے نیچے چند مویشی بندھے ہوئے تھے اور ایک آدمی اُن کے آگے چارہ ڈال رہا تھا۔

حسان کچھ دیر پتھرائی ہوئی آنکھوں سے شکستہ مکان کی طرف دیکھتا رہا۔ بستی کے لوگ اُس کے گرد جمع ہو رہے تھے لیکن اُسے اپنے گرد و پیش کا کوئی احساس نہ تھا۔ ایک عمر رسیدہ عورت آگے بڑھی اور اُسے غور سے دیکھنے کے بعد چلا اُٹھی: "لوگو! یہ تو عتبہ کا بیٹا ہے۔" پھر چاروں طرف سے "حسان! حسان!" کی آوازیں سُنائی دینے لگیں۔

ایک آدمی نے حسان کے گھوڑے کی باگ پکڑتے ہوئے کہا: "حسان! میں ناصر ہوں، تم نے مجھے نہیں پہچانا؟" اور وہ جواب دینے کی بجائے دیوانہ وار چلانے لگا: "وہ کہاں ہیں؟ میرے ابا، میرے بھائی اور میری بہن کہاں ہیں؟ تم خاموش کیوں ہو؟"

لیکن اُسے کوئی جواب نہ ملا اور وہ گھوڑے سے کُود کر ناصر کو جھنجھوڑنے لگا۔ ناصر کی آنکھوں

سے آنسو اُبل پڑے اور وہ بے اختیار اُس کے ساتھ لپٹ کر چلّانے لگا: "حسان وہ یہاں نہیں ہیں۔ تمہارے والد اور تمہارا بڑا بھائی قتل ہو چکے ہیں۔ وہ سہیل کو گرفتار کر کے اپنے ساتھ لے گئے تھے اور تورج نے اُسے غلام بنا لیا ہے۔"

"اور میری بہن؟" حسان نے ڈوبتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"عمارہ اپنی زندگی کی مصیبتوں سے نجات حاصل کر چکی ہے۔ نئے زمیندار نے اُسے گرفتار کر کے ہرمز کے گھر بھیج دیا تھا اور چند دن بعد ہمیں پتہ چلا کہ اُس نے ہرمز کے محل کی چھت سے چھلانگ لگا دی تھی۔ آس پاس کی بستیوں کے بیس سرکردہ آدمی ہرمز کے پاس یہ درخواست لے کر گئے تھے کہ اگر عمارہ اور سہیل کو رہا کر دیا جائے تو وہ علاقے کے لوگوں کو پُرامن رکھنے کا ذمہ لیتے ہیں۔ لیکن عمارہ اس عرصہ میں خودکشی کر چکی تھی اور ہرمز نے اس وفد کو اُس کی لاش دکھانے کے بعد کہا تھا کہ امن قائم رکھنے کے لئے میرے سپاہیوں کی تلواریں کافی ہیں اور تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ تم عتبہ کے انجام سے سبق حاصل کرو اور آئندہ کسی ایرانی زمیندار کو شکایت کا موقع نہ دو۔ پھر وفد کے ارکان نے ہرمز سے سہیل کی رہائی کے لئے کہا تو اُس نے جواب دیا کہ اُس خطرناک لڑکے نے ہمارے دو سپاہیوں کو زخمی کیا تھا اور یہ اُس کی خوش قسمتی ہے کہ تورج نے اُس کو موت کی سزا دینے کی بجائے اپنے پاس رکھ لیا ہے۔"

"سہیل نے ایرانی سپاہیوں کو زخمی کیا تھا؟"

"ہاں جب تورج کے ساتھ پہلی بار لڑائی ہوئی تھی تو اُس کے دو آدمی ہلاک اور پانچ زخمی ہوئے تھے۔ سہیل نے مکان کی چھت پر کھڑے ہو کر تیر چلائے تھے اور دو آدمیوں کو زخمی کر دیا تھا۔ پھر وہ بھاگ گئے تھے۔ چار دن بعد تورج نے پچاس سپاہیوں کے ساتھ علی الصباح حملہ کیا اور آپکے والد اور بھائی کو قتل کر دیا۔ سہیل نے باہر ایک کھجور کے درخت پر چڑھ کر چھپنے کی کوشش کی لیکن جاتے وقت ایرانیوں نے اُسے دیکھ لیا۔"

حسان نڈھال سا ہو کر زمین پر بیٹھ گیا اور اُس نے سوال کیا: "لڑائی کی ابتدا کیسے ہوئی تھی؟"

ناصر نے جواب دیا: "ہرمز نے ایرانی زمینداروں کو حکم دیا تھا کہ ہمیں روپے کی ضرورت ہے اس لئے تم کاشتکاروں سے زیادہ حصہ وصول کرو۔ پھر جب زمینداروں نے لُوٹ مار شروع کر دی تو کاشتکار مزاحمت کرنے لگے اور کئی مقامات سے بغاوت کی خبریں آنے لگیں لیکن قباد کاشتکاروں پر سختی کرنے کے حق میں نہ تھا اور اس کی رحمدلی کے باعث اس علاقے کے کاشتکاروں کی تمام بستیوں میں امن رہا۔ پھر چاروں طرف سے ستائے ہوئے کاشتکار اُس کے پاس پناہ لینے لگے اور زمینداروں نے ہرمز کے پاس شکایات کیں کہ وہ در پردہ ہمارے عرب مزارعین کی حوصلہ افزائی کر رہا ہے۔ ہرمز نے قباد کی بہت سی جاگیر ضبط کر کے تورج کے حوالے کر دی جو اُس کا رشتہ دار ہے۔ اس کے بعد ہمیں اپنی بستیوں میں نئے زمیندار کے کارندوں کے مظالم کا سامنا کرنا پڑا۔ گزشتہ سال گرمیوں میں آپ کے والد کی قیادت میں ہمارا ایک وفد قباد کے پاس پہنچا لیکن اُس نے کہا کہ میں اب بے دست و پا بنا دیا گیا ہوں۔ ہرمز میری بات تک سننے کے لئے تیار نہیں۔ تم خود اُس کے پاس جاؤ۔ چنانچہ یہ لوگ ہرمز کے پاس گئے لیکن وہاں سے بھی مایوسی ہوئی۔ تورج کو ان باتوں کا پتہ چلا تو اُس نے اپنے کارندے یہاں بھیج دئیے اور انہوں نے اِس بہانے آپ کے گھر کی تلاشی لینے کا مطالبہ کیا کہ آپ کے والد نے فصل کا بہت سا حصہ بٹائی میں دینے کی بجائے چھپا کر رکھ لیا ہے۔ آپ کے گھر میں صرف اگلی فصل تک گزارنے کے لئے اناج تھا لیکن ایرانیوں نے وہ بھی چھین لیا۔ پھر اچانک آپ کے والد اور بھائی کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔ لڑائی ہوئی اور ایرانی بھاگ گئے۔ اس کے بعد تورج ہرمز کے پاس پہنچا اور اُس نے سواروں کا ایک دستہ اُس کے ساتھ روانہ کر دیا۔

"پہلی لڑائی کی طرح دوسری لڑائی بھی گھر کے اسی صحن میں ہوئی۔ آپ کے والد اور بھائی کو کسی مزاحمت کے بغیر موت کے گھاٹ اُتار دیا گیا تھا۔ گاؤں سے جو لوگ اُن کی مدد کے لئے یہاں پہنچے تھے، اُن میں سے پانچ ایرانیوں کے ہاتھوں مارے گئے۔"

حسان نے پوچھا: "تمہیں یقین ہے کہ سہیل زندہ ہے اور تورج کے گھر میں ہے؟"

"ہاں ہماری اپنی بستی کے کئی آدمی اُسے دیکھ چکے ہیں۔"

حسان اچانک اُٹھا اور اُس نے اپنے گھوڑے کی باگ پکڑ لی۔

"تم کہاں جا رہے ہو؟" کئی آدمیوں نے یک زبان ہو کر سوال کیا۔

"میں آج شام سے پہلے توزج کا حساب چکانا چاہتا ہوں"۔ وہ یہ کہہ کر گھوڑے پر سوار ہو گیا۔

ایک عمر رسیدہ آدمی نے بھاگ کر اُس کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی اور کہا۔ "ٹھہرو! حسان اب تم تنہا کچھ نہیں کر سکتے۔ توزج کے پاس پچاس ساٹھ مسلح آدمی ہر وقت موجود رہتے ہیں اور کسریٰ اُس کی پشت پر ہے۔ وہ اگر حکم دے تو اُس کی فوج ایک دن کے اندر اندر سینکڑوں بستیوں کو راکھ کے ڈھیر بنا سکتی ہے، اب ہم بے بس ہیں۔ جب انتقام لینے کا موقع آئیگا تو ہم تمہارے ساتھ ہوں گے"۔

حسان نے گرج کر کہا۔ "نہیں تم میرے گھوڑے کی باگ چھوڑ دو۔ مجھے کسی کی مدد کی ضرورت نہیں"۔

وہ سہم کر پیچھے ہٹ گیا اور حسان نے گھوڑے کو ایڑ لگا دی۔ پیچھے سے مردوں اور عورتوں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ "حسان ٹھہرو! بات سنو حسان! حسان!" لیکن اُس نے ایک ثانیہ کے لئے بھی مڑ کر دیکھنے کی ضرورت محسوس نہ کی۔ دوپہر کے وقت حسان کو اپنے دائیں ہاتھ توزج کی بستی اور سامنے کوئی آدھ میل کے فاصلے پر دریا کا چمکتا ہوا پانی دکھائی دے رہا تھا۔ گھوڑے کی رفتار اُس کی تھکاوٹ، بھوک اور پیاس کا پتہ دے رہی تھی۔ دریا کی جھلک دیکھتے ہی گھوڑے نے اپنی رفتار ذرا تیز کر دی اور حسان نے اُسے اپنی مرضی پر چھوڑ دیا۔ انتقام کی آگ کی شدت جو حسان نے بستی سے نکلتے وقت اپنے دل میں محسوس کی تھی، بتدریج کم ہو رہی تھی۔ دن کی روشنی میں تنہا توزج کے گھر پر دھاوا بولنے اور اُسے قتل کرنے کی جو تدبیریں اُس کے ذہن میں آئی تھیں، اُن میں سے بیشتر ناقابلِ عمل محسوس ہوتی تھیں اگر صرف اپنی جان کے لئے کوئی خطرہ مول لینے کا مسئلہ ہوتا تھا تو وہ بلا جھجک توزج کے گھر میں جا گھستا اور زخموں سے چور ہونے کے بعد بھی یہ اعلان کرتے وقت اُسے ایک تسکین محسوس ہوتی کہ میں قتبہ کا بیٹا اور سہیل اور عمارہ کا بھائی ہوں اور میں نے اُن کے قاتل کو موت کے گھاٹ اُتار دیا ہے لیکن جب وہ اپنے کمسن بھائی، سہیل کے متعلق سوچتا تو اُس کے جوش پر ایک ایسے سپاہی کی دور اندیشی غالب آجاتی جس نے جنگ کی کٹھن آزمائشوں اور اسیری کے آلام و مصائب میں صبر اور حوصلے سے کام لینا

سیکھا تھا۔ سہیل کو توزج کے گھر سے نکال کر کسی محفوظ جگہ پہنچانے کی خواہش نے اُس کے دل و دماغ پر مصلحتوں کے پہرے بٹھا دئیے تھے۔ چنانچہ جب اُس کا پیاسا گھوڑا توزج کی بستی کا راستہ چھوڑ کر دریا کی طرف چل پڑا تو اُس نے روکنے کی کوشش نہ کی۔

تھوڑی دیر بعد گھوڑے کو پانی پلانے اور پھر اپنی پیاس بجھانے کے بعد حسان نے گھوڑے کی لگام اُتاری اور اُس کی اگلی ٹانگ گردن کے رسّے کے ساتھ باندھنے کے بعد اُسے کنارے کی سبز گھاس کی طرف ہانک دیا اور خود پاس ہی گھنی جھاڑیوں کی چھاؤں میں بیٹھ کر غروبِ آفتاب کا انتظار کرنے لگا۔ یہ اُسے اپنے زمانۂ اسیری کے بدترین ایام سے کہیں زیادہ طویل اور صبر آزما محسوس ہوتا تھا۔



شام کے قریب گاؤں کے لوگ توزج کی حویلی سے باہر ایک ایرانی اور ایک عرب لڑکے کی کشتی دیکھ رہے تھے۔ سہیل جس کی عمر چودہ سال کے لگ بھگ تھی، حویلی سے نمودار ہوا لیکن ڈیوڑھی کے دروازے پر ایک پہریدار کو دیکھ کر اُسے آگے بڑھنے کی جرأت نہ ہوئی۔

پہریدار نے پہلے اُسے گھور کر دیکھا اور پھر اپنے چہرے پر ایک شگفتہ مسکراہٹ لاتے ہوئے کہا۔

"تم باہر جانا چاہتے ہو؟"

"نہیں"۔ سہیل نے بے اعتنائی سے جواب دیا۔

"تمہیں کُشتی دیکھنے کا شوق نہیں؟"

"نہیں"۔

پہرے دار نے اُس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "تم اپنے گاؤں کے لڑکوں کے ساتھ کُشتی لڑا کرتے تھے ۔۔۔؟"

سہیل نے جواب دینے کی بجائے مُنہ پھیر لیا۔

پہریدار نے کہا۔ "دیکھو سہیل! میں نے تم پر کوئی سختی نہیں کی۔ اگر تمہارا باپ اور بھائی قتل ہو چکے ہیں تو یہ میرا قصور نہیں۔ اُنہیں بغاوت کرنے سے پہلے یہ سوچ لینا چاہیئے تھا کہ وہ ایک پہلوی کے

ساتھ سکھلائے رہے ہیں۔ جب کمزور لوگ کسی طاقتور کے سامنے اکڑتے ہیں تو اُن کا انجام یہی ہوتا ہے۔ اُدھر دیکھو! جمشید گاؤں کے دو لڑکوں کو پچھاڑ چکا ہے اور اب کوئی اور اُس کے سامنے تنے کی جرأت نہیں کرتا۔"

سہیل نے تملا کر جواب دیا۔ "جمشید سے ہار ماننے والے تمہاری طرح اُن کسانوں کے بیٹے ہیں جو ہر طالع کو اپنا آقا سمجھتے ہیں۔ اُنہیں یہ معلوم ہے کہ جمشید تورج کا بھانجا ہے اور آج اگر اُنہوں نے جمشید کو گرا دیا تو کل تورج کے نوکر اور سپاہی اُن کی بوٹیاں نوچ لیں گے۔ اگر تم جیسے عرب ایرانیوں کی پشت پر نہ ہوتے تو جمشید کے دل میں پہلوان بننے کا شوق پیدا نہ ہوتا۔"

پہریدار نے غضبناک ہو کر سہیل کا بازو پکڑ لیا اور اُسے کھینچتا ہوا اکھاڑے کے قریب لے گیا۔

"جمشید! جمشید!" اُس نے بلند آواز میں کہا۔ "اس بیوقوف کو تمہارے ساتھ زور آزمائی کا شوق ہے۔ خدا اس کا دماغ ٹھیک کرو۔"

جمشید نے ایک بھوکے درندے کی طرح سہیل کی طرف دیکھا لیکن جب سہیل نے اُس کی طرف کوئی توجہ نہ دی تو پہریدار نے اُسے پوری قوت سے اکھاڑے کی طرف دھکیل دیا۔ سہیل منہ کے بل گرا اور جمشید نے ہنستے ہوئے اُس کی گردن پر پاؤں رکھ دیا۔ تماشائی قہقہے لگا رہے تھے۔ ایک عمر رسیدہ ایرانی نے کہا۔ "جمشید اسے اُٹھنے دو! ہم تمہاری کُشتی دیکھنا چاہتے ہیں۔" جمشید نے سہیل کی گردن سے پاؤں اُٹھا لیا۔ سہیل اُٹھا اور اپنے گرد آلود کپڑے جھاڑنے لگا۔ اچانک جمشید نے اُسے گردن سے پکڑ کر جھنجھوڑنے اور پھر زور سے دھکا دے کر گرانے کی کوشش کی لیکن وہ گرتے گرتے سنبھل گیا۔ جمشید نے آگے بڑھ کر پوری قوت سے اُس کے سینے پر ہاتھ مارا لیکن سہیل اس پر بھی کُشتی لڑنے کے لئے آمادہ نہ ہوا۔

"اس مُغل کی ہڈیاں کیوں تڑواتے ہو؟" جمشید نے یہ کہہ کر سہیل کے منہ پر تھپڑ رسید کر دیا۔

سہیل اپنا گال سہلاتا ہوا پیچھے ہٹا اور ایک زخمی چیتے کی طرح جمشید کی طرف دیکھنے لگا۔ جمشید نے غصے کی حالت میں دوبارہ ہاتھ اُٹھایا تو سہیل اچانک اُس پر ٹوٹ پڑا اور یکے بعد دیگرے اُس کے منہ گردن اور سینے پر مکے رسید کرنے کے بعد اُس کے ساتھ گتھم گتھا ہو گیا۔ پھر آنکھ جھپکنے کی دیر میں اُس نے

جمشید کو اپنے بازوؤں میں اُٹھا کر سر کے بل زمین پر پٹخ دیا اور اُس کے سینے پر سوار ہو گیا۔ تماشائی ایک لمحہ کے لئے دم بخود ہو کر رہ گئے۔ جمشید نے اُٹھنے کی کوشش کی لیکن سہیل نے ایک ہاتھ سے اُس کی گردن دبوچ لی اور دوسرے ہاتھ سے اُس کے منہ پر گھونسوں کی بارش شروع کر دی۔ اب تماشائی شور مچا رہے تھے۔ ایک ایرانی غضبناک ہو کر آگے بڑھا اور اُس نے سہیل کو سر کے بالوں سے پکڑ کر جمشید سے علیحدہ کر دیا۔

جمشید اُٹھ کر چلایا۔ "میں اِسے جان سے مار ڈالوں گا، میں اس کی بوٹیاں نوچ ڈالوں گا۔"

اُس نے آگے بڑھ کر سہیل کے گریبان پر ہاتھ ڈالا اور اُس کی قمیص کا اگلا حصہ پھاڑ کر ایک طرف پھینک دیا۔ سہیل ابھی تک ایرانی نوجوان سے اپنے سر کے بال چھڑانے کی کوشش کر رہا تھا لیکن جب جمشید نے اُسے مارنے کے لئے ہاتھ اُٹھایا تو اُس نے اپنے بازو ایرانی کی گردن میں ڈال دئیے۔ پھر اُس کے ساتھ لٹک کر دونوں ٹانگیں اُوپر اُٹھائیں اور پوری قوت کے ساتھ جمشید کے پیٹ پر رسید کر دیں۔

جمشید پیٹھ کے بل گر پڑا اور ایرانی نوجوان نے سہیل کے بال چھوڑ کر اُسے اپنے بازوؤں کی مضبوط گرفت میں لیتے ہوئے تماشائیوں سے مخاطب ہو کر کہا۔ "تم کیا دیکھ رہے ہو؟ یہ لڑکا پاگل ہے اسکو پکڑ کر لے جاؤ۔"

جمشید کراہتا ہوا اُٹھا اور چند ثانیے ادھر اُدھر دیکھنے کے بعد اچانک بھاگ کر پہریدار کے ہاتھ سے نیزہ چھیننے کی کوشش کی۔ پہریدار چلایا۔ "نہیں نہیں جمشید میں تمہیں نیزہ نہیں دونگا۔ آقا میری کھال اُتروا دیں گے۔"

کچھ دیر زور آزمائی کے بعد جمشید نے نیزہ چھوڑ دیا اور کسان کے ہاتھ سے ڈنڈا چھین لیا لیکن جب وہ سہیل کی طرف بڑھا تو ایک عمر رسیدہ عرب نے اُس کا راستہ روکتے ہوئے کہا۔ "دیکھو جمشید! ایک نہتے پر اس طرح وار کرنا بہادری نہیں۔"

جمشید نے غضبناک ہو کر اُسی پر وار کر دیا۔ بوڑھا عرب تیورا کر پیچھے ہٹا اور اپنا زخمی سر دونوں ہاتھوں میں لے کر بیٹھ گیا۔

اس عرصہ میں سہیل نے ایرانی نوجوان کے بازوؤں کی گرفت سے آزاد ہونے کی کوشش کی۔ لیکن اُس کی پیش نہ گئی لیکن جب بوڑھے عرب کو زخمی کرنے کے بعد جمشید اُسکی طرف متوجہ ہوا تو بے بسی کے

احساس نے اُسے اپنا آخری حربہ آزمانے پر مجبور کر دیا۔ اچانک ایرانی کے ایک ہاتھ کا انگوٹھا اُس کے مُنہ میں تھا اور تماشائی اُس کی چیخیں سُن رہے تھے۔ ایک ثانیہ بعد سہیل آزاد ہو چکا تھا اور ایرانی اپنا زخمی ہاتھ جھاڑ رہا تھا۔

جمشید نے ڈنڈے کے ساتھ وار کیا لیکن سہیل نے ایک طرف ہٹ کر اپنے آپ کو بچا لیا۔ جمشید نے غضب ناک ہو کر دوسرا وار کیا تو وہ کُود کر پھر ایک طرف ہٹ گیا۔ اس کے بعد اُس نے بھاگ کر اکھاڑے سے باہر نکلنے کی کوشش کی لیکن بستی کے ایرانی لڑکوں نے اُس کا راستہ روک لیا اور ایک آدمی نے اُسے پکڑ کر پھر اکھاڑے کی طرف دھکیل دیا۔ اب جمشید بے تحاشا اُس پر ڈنڈے برسا رہا تھا اور وہ بے بسی کی حالت میں اکھاڑے کے اندر ادھر اُدھر بھاگ کر اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کر رہا تھا۔ تماشائیوں میں سے عربوں کی ہمدردیاں زیادہ تر سہیل کے ساتھ تھیں لیکن اُن کی زبانیں گنگ ہو چکی تھیں اس کے برعکس ایرانی بچوں سے لیکر بوڑھوں تک جمشید کے حق میں نعرے لگا رہے تھے اور اُن کا شور سنکر تورج کے چند مُلازم اور بستی کے دوسرے لوگ وہاں جمع ہو چکے تھے۔ سہیل کے سر سے خون بہہ رہا تھا اور اُس کی رانوں، بازوؤں اور پسلیوں پر بھی کاری ضربیں لگ چکی تھیں۔ اب وہ بیشتر وار اپنے زخمی ہاتھوں پر روکنے کی کوشش کر رہا تھا۔



اچانک ایک سوار نمودار ہوا اور اُس نے اکھاڑے کے قریب پہنچ کر گھوڑا روک لیا۔ یہ حسان تھا اور اُس کا لباس جس کے باعث وہ ایک عرب کی بجائے ایک ایرانی امیرزادہ معلوم ہوتا تھا بستی کے لوگوں کو مرعوب کرنے کے لئے کافی تھا اور وہ ادب سے اِدھر اُدھر سمٹنے لگے۔

حسان نے سوال کیا۔ "یہ کیا ہو رہا ہے؟ یہ لڑکا کون ہے اور اس نے کیا جُرم کیا ہے؟"

نیزے والے پہرے دار نے جواب دیا۔ "کچھ نہیں جناب! اس بیوقوف کو قوت آزمائی کا شوق تھا۔"

"اور تم ایک وحشی کے ہاتھ میں ڈنڈا دے کر اس کے مقابلے میں لے آئے ہو۔ ایک بچے کے ساتھ اس قدر ظالمانہ سلوک پر تمہیں شرم آنی چاہیئے؟"

اِس پر ایرانی نوجوان نے جس کے زخمی انگوٹھے سے ابھی تک خون رِس رہا تھا، جواب دیا۔ "جناب یہ لڑکا بڑی عمر کے عربوں سے زیادہ خطرناک ہے۔ اس نے ہمارے دو سپاہی زخمی کر دیے تھے اور ابھی اس نے میرا انگوٹھا چبا ڈالا ہے، دیکھئے!"

"کیا نام ہے اس کا؟"

"اس کا نام سہیل ہے جناب! یہ ایک باغی کا بیٹا ہے۔"

حسان کی قوتِ برداشت جواب دے چکی تھی۔ اپنے مظلوم بھائی کی محبت اُس کا ہاتھ تلوار کے قبضے تک لے گئی، لیکن ایک سپاہی کے تدبّر اور حوصلے نے اُسے جلد بازی کی اجازت نہ دی اور وہ لہُو کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔

حسان کی آمد پر جمشید کا جوش و خروش بھی کسی حد تک ٹھنڈا ہو چکا تھا۔ تاہم وہ اپنے مدِمقابل سے ہار منوائے بغیر لڑائی ختم کرنے کے لئے تیار نہ تھا۔ اُس نے بددلی سے چند وار کئے۔ اچانک سہیل نے پیچھے ہٹنے یا اِدھر اُدھر بھاگنے کی بجائے جھپٹ کر ایک ہاتھ سے اُس کی کلائی پکڑ لی اور دوسرے ہاتھ سے اُس کا ڈھنڈا چھین لیا۔

پھر دیکھنے والے ایسا محسوس کر رہے تھے کہ نفرت، غصّے اور انتقام کے سارے بھوت اِس کمسن لڑکے کے وجُود میں سما گئے ہیں۔ چند ڈنڈے کھانے کے بعد جمشید نے بھاگنے کی کوشش کی لیکن سہیل نے اُس کا پیچھا نہ چھوڑا، وہ چیخیں مارتا ہُوا اکھاڑے سے نکلا اور تورج کے گھر کی طرف بھاگا لیکن سہیل نے گھیر کر اُس کا راستہ مسدُود کر دیا۔ وہ دوسری طرف بھاگا، لیکن سہیل کی تیز رفتاری کے سامنے اُس کی پیش نہ گئی، ڈنڈے کی ہر ضرب کے ساتھ اُس کی چیخیں بلند ہو رہی تھیں۔ بالآخر جمشید گر پڑا۔

چند آدمی اُس کی مدد کے لئے بھاگے لیکن حسان نے گرج کر کہا۔ "ٹھہرو! اگر اب تم میں سے کسی نے مداخلت کی تو میں اُس کی گردن اُڑا دُوں گا۔"

وہ رُک گئے، ایک ایرانی نے کہا۔ "جناب جمشید تورج کا عزیز ہے اور وہ ایک عرب غلام

کے ہاتھوں اپنے خاندان کی تذلیل برداشت نہیں کریں گے۔"

"میں اُسے چھڑاتا ہوں۔ تم تورج کو بُلا لاؤ۔ میں ہرمز کی طرف سے آیا ہوں۔" حسان یہ کہہ کر آگے بڑھا اور سہیل کے قریب پہنچ کر گھوڑے سے کود پڑا۔

جمشید اب منہ کے بل زمین پر پڑا ہُوا تھا اور سہیل اُسے مارنے کی بجائے اُس کے کپڑے نوچ رہا تھا۔ "ٹھہرو!" حسان نے اُس کا بازو پکڑتے ہوئے کہا۔ "تم اپنا انتقام لے چکے ہو۔ اب میری بات غور سے سُنو۔ اگر تم حسان کے بھائی ہو تو میں تمہیں آزاد کروا سکتا ہوں۔ تم میرا گھوڑا باغ کے اُس کونے کی طرف لے جاؤ اور وہاں میرا انتظار کرو۔"

"میں کسی ایرانی پر اعتبار نہیں کر سکتا۔" سہیل نے بے رُخی جواب دیا۔

حسان نے جھک کر اُس کے کان میں کہا۔ "بیوقوف! میں حسان ہوں، اب خاموش رہو۔ تم کچھ یہیں کھڑے رہو۔ جب میں اُن لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کروں گا تو تمہیں یہاں سے کھسک کر باغ کے کونے میں پہنچنے کا موقع مل جائے گا۔" حسان نے اپنے گھوڑے کی باگ سہیل کے ہاتھ میں تھمادی، پھر جمشید کو بازوؤں سے پکڑ کر اُٹھا دیا۔ تماشائی جو تذبذب اور پریشانی کی حالت میں چند قدم دُور کھڑے تھے، اُس کے گرد جمع ہونے لگے۔ جمشید نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھول دیں۔ چند آدمی اُس کے پاس بیٹھ گئے اور اُن میں سے ایک نے سہارا دینے کے لئے اُس کا سر اپنے سینے سے لگا لیا۔ جمشید نے اپنے آپ کو محفوظ سمجھ کر اطمینان سے آنکھیں بند کر لیں۔

ایک آدمی نے حسان سے مخاطب ہو کر کہا۔ "جناب آپ نے اپنا گھوڑا اُس پاگل لڑکے کے حوالے کر دیا ہے، اگر وہ بھاگ گیا تو؟"

حسان نے اطمینان سے جواب دیا۔ "تم میرے گھوڑے کی فکر نہ کرو، اُس پر میرے سوا کوئی اور سواری نہیں کر سکتا۔ عربوں کو مغلوب رکھنے کا یہ طریقہ نہیں کہ تم اُن کے بچوں پر اس طرح ظلم کرو۔ تمہاری ان حماقتوں کے باعث عراق کے تمام عرب قبائل ایرانیوں کے دشمن بن گئے ہیں۔ میں حیران ہوں کہ تورج کے گھر کے سامنے یہ شرمناک کھیل کھیلا جا رہا تھا اور اُس نے دروازے سے باہر جھانکنے کی ضرورت بھی

محسوس نہیں کی۔ میں یہ معاملہ ہرمز کے سامنے پیش کروں گا۔"

حسان کے یہ الفاظ تماشائیوں کو مرعوب کرنے کے لئے کافی تھے۔ تورج کے ایک نوکر نے قدرے جرأت سے کام لیتے ہوئے سوال کیا۔ "جناب آپ کہاں سے آتے ہیں؟"

"میں مدائن سے آیا ہوں اور میرا مقصد عرب رعایا کی بے چینی کے اسباب معلوم کرنا ہے۔"



ایک قوی ہیکل آدمی ہانپتا، کانپتا اور گالیاں بکتا ہُوا ڈیوڑھی سے نمودار ہُوا۔

"وہ کہاں ہے؟" اُس نے گرجتی ہوئی آواز میں کہا۔ "میں اُسے زندہ زمین میں گاڑ دونگا اور تم میں سے جو اُسے شہ دیکر یہ تماشا دیکھ رہے تھے، کسی رحم کے مستحق نہیں سمجھے جائیں گے۔"

اِس قوی ہیکل آدمی کی ریشمی قبا اور زریں ٹوپی دیکھ کر حسان کے لئے یہ سمجھنا مشکل نہ تھا کہ وہ کون ہے۔ وہ ایک ثانیہ اپنی جگہ کھڑا رہا، پھر اچانک اُس کا خون کھولنے لگا اور نفرت اور انتقام کے جذبات کا وہ سیلاب جسے وہ مصلحت کے لبادوں میں چھپانے کی کوشش کر رہا تھا، پُوری شدت کے ساتھ پھوٹ نکلا۔ ایک ناقابلِ برداشت کرب کے باعث اُس کا دم گھٹ رہا تھا۔ وہ پوری قوت سے چلانا چاہتا تھا لیکن اُس کے لرزتے ہوئے ہونٹ آواز سے خالی تھے۔

شام کے دُھندلکے میں تورج کی نگاہیں اُس کے چہرے پر مرکوز ہو چکی تھیں۔ اچانک اُس نے سوال کیا۔ "تم کون ہو؟"

حسان نے بڑی مشکل سے جواب دیا۔ "تم مجھے نہیں جانتے لیکن میں تمہیں جانتا ہوں۔ تم تورج ہو؟"

"تم مجھ سے کچھ کہنا چاہتے ہو؟"

"ہاں میں ایک ضروری پیغام لایا ہوں۔" اُس نے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

"میں ہرمز کی طرف سے آیا ہوں۔"

"میں نے تمہیں ہرمز کے پاس کبھی نہیں دیکھا۔"

"میرا گھر مدائن میں ہے اور میں ہرمز کے ساتھ ملاقات کرنے کے بعد یہاں پہنچا ہوں۔

"اگر یہ بات تھی تو تم باہر کیوں رُک گئے تھے۔ میرے گھر کا دروازہ کھلا تھا۔"

"میں بچوں کی لڑائی دیکھنے کے لئے رُک گیا تھا۔ ورنہ مجھے اب تک لوٹ جانا چاہیئے تھا۔ میں کسی تاریخ کے بغیر مدائن پہنچنا چاہتا ہوں۔"

"اِتنی جلدی ؟"

"مجھے فوراً مدائن پہنچنا ہے۔ اب اگر تم ان لوگوں کو سزائیں دینے کا کام تھوڑی دیر کے لئے ملتوی کر سکو تو میں علیحدگی میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔"

"بہت اچھا آئیے۔"

"نہیں ہم یہیں کھڑے کھڑے بات کر لیتے ہیں۔ مجھے بہت دیر ہو گئی ہے۔" حسان یہ کہہ کر ایک طرف چل دیا اور تورج پریشانی اور اضطراب کی حالت میں اُس کے ساتھ ہو لیا۔

پندرہ بیس قدم چلنے کے بعد وہ رُک گئے اور حسان نے تورج کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ "تمہیں معلوم ہے، میں کیا کہنا چاہتا ہوں ؟"

"میں نجومی نہیں ہُوں۔" تورج نے بے رُخی سے جواب دیا۔

حسان نے باغ کے کونے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "اُس طرف دیکھو ایک لڑکا میرے گھوڑے کی باگ تھامے کھڑا ہے۔ تمہیں معلوم ہے وہ کون ہے ؟"

تورج نے برہم ہو کر جواب دیا۔ "اگر تم میری نظر کا امتحان لینا چاہتے ہو تو میں یہ کہوں گا کہ اب شام ہو چکی ہے اور میں اُلّو نہیں ہُوں۔"

"اگر کوئی نجومی یہ کہہ دے کہ تم اب اپنے گھر واپس نہیں جا سکو گے اور تھوڑی دیر میں تمہاری بیوی تمہاری لاش دیکھ رہی ہو گی تو تم یقین کر لو گے ؟" یہ کہتے ہوئے حسان نے اچانک اپنی تلوار نکالی اور بیشتر اس کے کہ تورج اپنے حواس پر قابو پاتا۔ تلوار کی تیز نوک اُس کی شاہ رگ کو چھو رہی تھی۔

"تم کون ہو ؟ تم کیا چاہتے ہو ؟" تورج نے ڈوبتی ہوئی آواز میں کہا۔

"آہستہ بولو۔ اِس وقت تمہارے نوکر تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتے۔" حسان نے تلوار پر ہلکا سا دباؤ ڈالتے ہوئے کہا۔

تورج نے سراپا التجا بن کر کہا۔ "مجھے معلوم نہیں کہ تم کون ہو، لیکن اگر میں نے تمہیں کوئی نقصان پہنچایا ہے تو میں تلافی کرنے کے لئے تیار ہوں۔"

حسان نے جواب دیا۔ "تم اُن بیگناہ لوگوں کو دُنیا میں واپس نہیں لا سکتے جنہیں تم نے قتل کروایا ہے۔ مجھے صرف اس بات کا افسوس ہے کہ میں تمہیں صرف ایک بار قتل کر سکونگا۔ اگر میں تمہیں سو بار زندہ کر سکتا اور ہر بار پہلے کی نسبت زیادہ اذیت ناک طریقے سے قتل کرتا تو بھی مجھے یہ اطمینان نہ ہوتا کہ تم اپنے گناہوں کی سزا بھگت چکے ہو۔"

تورج نے کہا۔ "لیکن مجھے قتل کرنے کے بعد تم یہاں سے بھاگ نہیں سکو گے۔ جب ہرمز تمہارا پیچھا کریگا تو دن کی روشنی اور رات کی تاریکی میں تمہیں کہیں پناہ نہ ملے گی۔ اس وقت میرے ہاتھ خالی ہیں لیکن مجھے قتل کرنے کے بعد تم یہ دیکھو گے کہ کسریٰ کی سلطنت کا ہر مسلح آدمی تمہاری تلاش میں ہے۔"

حسان نے کہا۔ "میری تلوار کی پہلی ضرب کے ساتھ تم ہمیشہ کے لئے خاموش ہو جاؤ گے، اس لئے میں تمہیں چیخنے اور چلّانے کا موقع دینا چاہتا ہوں۔ میں تمہیں یہ بھی بتانا چاہتا ہوں کہ میں ایرانی نہیں بلکہ عرب ہوں۔ میں عتبہ کا بیٹا ہوں۔ میرا باپ، میرا بھائی تمہارے ہاتھوں قتل ہوئے ہیں میری بہن کی ہلاکت کا باعث بھی تم ہو اور وہ لڑکا جسکی زندگی کا ہر لمحہ تم نے موت سے زیادہ اذیت ناک بنا رکھا ہے، میرا بھائی ہے۔ دیکھو وہ گھوڑے کے قریب کھڑا تمہاری چیخیں سُننے کا منتظر ہے۔"

تورج چند ثانیے سکتے کے عالم میں کھڑا رہا۔ اُس کی آخری اُمید یہ تھی کہ شاید اُس کے نوکروں میں سے کوئی حسان کی تلوار دیکھ کر شور مچانا شروع کر دے لیکن وہ اطمینان سے سرگوشیاں کر رہے تھے۔ مکان کے قریب کھُلی جگہ کی نسبت درختوں کے نیچے شام کی تاریکی زیادہ تھی اور تماشائیوں کے لئے یہ جاننا مشکل تھا کہ چند قدم دُور کیا ہو رہا ہے۔ حسان کے ایرانی لباس کے باعث کسی کو یہ شک نہ ہو سکا کہ وہ اس بستی کے مغرور اور سفاک زمیندار کو موت کے منہ میں دھکیلنے والا ہے۔

تورج نے التجا کی۔ "میں شور نہیں مچاؤں گا، اگر تم مجھے چھوڑ دو تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ میرے آدمی تمہارا پیچھا نہیں کریں گے۔ تم اپنے بھائی کو ساتھ لے جا سکتے ہو۔ میں زردشت کی قسم کھاتا ہوں کہ میں تمہاری زمین واپس کر دوں گا۔ میں تمہیں اپنے علاقے کے تمام عربوں کا سردار بنا دوں گا۔ میں تمہیں اپنے گھر کا تمام سونا چاندی دینے کے لئے تیار ہوں۔ میں تمہیں اور تمہارے بھائی کو اپنے اصطبل کے بہترین گھوڑے دینے کے لئے تیار ہوں۔ تمہارے خاندان پر جو ظلم ہوا ہے، اُس کی ذمہ داری ہرمز پر عائد ہوتی ہے۔ میرا قصور صرف اتنا ہے کہ میں اُسے ظلم سے روک نہیں سکا۔ اگر تم میرے پاس رہنا پسند کرو تو میں تمہیں اپنی بہترین زمین دینے کے لئے تیار ہوں۔ میں اس بستی کے لوگوں اور اپنے نوکروں کے سامنے تمہارے پاؤں پر گرنے کے لئے تیار ہوں۔ مجھے موقع دو، مجھے معاف کر دو۔"

تورج کی آواز سسکیوں میں تبدیل ہو رہی تھی۔

حسان نے بڑی مشکل سے اپنا غصہ ضبط کرتے ہوئے کہا۔ "تم بے خبری کی حالت میں عربوں کی بستیوں پر حملے کیا کرتے تھے اور سوئے ہوئے انسانوں کو قتل کیا کرتے تھے لیکن میں ایسا نہیں کروں گا۔ تاہم یہ بات میرے اختیار میں نہیں کہ میں ایک ظالم اور بزدل آدمی کو مرنے کا سلیقہ سکھا سکوں۔"

"عتبہ کے بیٹے! مجھ پر رحم کرو، مجھے معاف کر دو، میں اپنی ساری جائداد تمہارے سپرد کر دوں گا۔ میں اس بستی سے دُور نکل جاؤں گا۔" تورج یہ کہہ کر اُس کے پاؤں پر گر پڑا۔ حسان تلملا کر پیچھے ہٹا۔ اُس کی تلوار بلند ہوئی۔ تورج چلایا۔ "مجھے بچاؤ! مجھے بچاؤ!" پھر ایک پلک جھپکنے کی دیر میں اُس کی لاش تڑپ رہی تھی۔



حسان نے بھاگ کر سہیل کے ہاتھ سے باگ چھین لی اور گھوڑے پر کُود پڑا۔ گھوڑے نے بدحواس ہو کر ایک جست لگائی لیکن حسان نے پُوری قوت سے باگ کھینچ کر سہیل کو اپنے پیچھے بٹھا لیا۔ بستی کے لوگ چیختے چلاتے آگے بڑھے۔ کسی نے نیزہ پھینکا اور حسان نے اپنی ران میں درد کی ٹیس محسوس کی لیکن زخم زیادہ گہرا نہ تھا اور نیزہ جو جلد میں پیوست ہو کر رہ گیا تھا گھوڑے کی چند چھلانگوں کے بعد نیچے گر پڑا۔ پھر ایک تیر سہیل کی پیٹھ میں لگا اور دوسرا حسان کے کان سے چھوتا ہوا گزر گیا لیکن اس کے بعد وہ بستی سے باہر کھیتوں

میں داخل ہو چکے تھے۔ حسان نے بلند آواز میں کہا۔ "سہیل میرے ساتھ مضبوطی سے چمٹے رہو۔ تم ٹھیک ہو نا؟"

سہیل نے ڈوبتی ہوئی آواز میں جواب دیا۔ "آپ یہاں سے نکلنے کی کوشش کریں ورنہ تھوڑی دیر میں تورج کے آدمی چاروں طرف پھیل جائیں گے۔ اس وقت ہمارے لئے دریا کے کنارے جنگل زیادہ محفوظ ہوگا، وہاں ہم جھاڑیوں میں چھپ سکتے ہیں۔"

حسان نے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور وہ پُوری رفتار سے بھاگنے لگا، تھوڑی دیر بعد وہ جنگل میں داخل ہو چکے تھے۔ حسان نے اچانک محسوس کیا کہ اُس کی کمر پر سہیل کی گرفت بتدریج ڈھیلی ہو رہی ہے۔ اُس نے راستے سے ذرا ہٹ کر جھاڑیوں کی اوٹ میں گھوڑا روک لیا۔ سہیل نے سہمی ہوئی آواز میں پُوچھا۔ "کیا بات ہے بھائی جان! آپ رُک کیوں گئے؟"

حسان نے جواب دیا۔ "سہیل وہ ہمارا پیچھا کر رہے ہیں۔ ان کے تازہ دم گھوڑے ہمیں زیادہ دُور نہیں جانے دیں گے۔ اس علاقے میں صرف قباد کی بستی ایسی ہے جہاں تمہیں پناہ مل سکتی ہے، میں گزشتہ رات اُس کا مہمان تھا۔ یہ گھوڑا مجھے اُسی نے دیا تھا۔ مجھے یقین ہے کہ قباد تمہاری حفاظت کرے گا۔ اگر تورج کے آدمیوں نے تمہارا پیچھا کیا تو بھی وہ تمہیں کسی محفوظ جگہ پہنچا دے گا۔"

سہیل نے کرب انگیز لہجے میں کہا۔ "بھائی جان آپ کا مطلب ہے کہ آپ میرے ساتھ نہیں جائیں گے؟"

"نہیں"۔ حسان نے جواب دیا۔ "یہ تھکا ہوا گھوڑا اب صرف تمہارا بوجھ اُٹھا سکتا ہے۔ اگر تم جنگل میں راستہ بھول جاؤ تو گھوڑے کی باگ ڈھیلی چھوڑ دینا۔ یہ تمہیں سیدھا قباد کے گھر لے جائے گا اور وہاں تمہیں صرف یہ بتانے کی ضرورت پیش آئے گی کہ تم میرے بھائی ہو۔ میرا ترکش تیروں سے بھرا ہوا ہے اور میں رات کے وقت تورج کے آدمیوں کو اس جنگل میں روک سکوں گا۔ اگر میں اُن میں سے کسی کا تازہ دم گھوڑا نہ چھین سکا تو بھی مجھے تمہارے پاس پہنچنے میں زیادہ دیر نہ لگے گی۔"

حسان یہ کہہ کر گھوڑے سے اُترنے لگا لیکن سہیل اُس کی کمر کے ساتھ لپٹ کر چلایا۔ "نہیں بھائی جان میں آپ کا ساتھ نہیں چھوڑوں گا۔ آپ کے بغیر زندہ رہنے کی بجائے میں آپ کے ساتھ رہ کر مرنا بہتر سمجھتا ہوں۔"

حسان نے کہا۔ "سہیل بیوقوف نہ بنو۔ وہ آ رہے ہیں ۔۔۔ میں اُن کے گھوڑوں کی ٹاپ سُن رہا

ہوں۔" لیکن سہیل نے سسکیاں لیتے ہوئے کہا۔ "بھائی جان آپ مجھے یہاں چھوڑ دیں اور اپنا ترکش اور کمان میرے حوالے کر دیں۔ میں انہیں آپ کا پیچھا نہیں کرنے دونگا اور اگر انہوں نے مجھے پکڑ لیا تو بھی مجھے یہ تسلی ہو گی کہ آپ زندہ ہیں اور کسی دن میری مدد کو پہنچ جائیں گے لیکن اگر پکڑے گئے تو وہ آپ کو ایک لمحہ کے لئے بھی زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ بھائی جان آپ نے تورج کو قتل کیا ہے اور تورج ہرمز کا رشتہ دار ہے۔ آپ اس علاقے سے جتنی دور نکل جائیں اُتنا ہی آپ کے لئے بہتر ہو گا۔"

حسان نے اضطراب کی حالت میں اُس کے دونوں ہاتھ پیچھے جھٹک دئیے اور گھوڑے سے کود پڑا اور پھر گھوڑے کی باگ اس کے ہاتھ میں تھمانے کی کوشش کرتے ہوئے بولا۔ "سہیل میرا کہا مانو، وقت ضائع نہ کرو۔" لیکن سہیل گھوڑے سے کود پڑا اور نڈھال سا ہو کر زمین پر بیٹھتے ہوئے بولا۔ "بھائی جان میں آپ کے بغیر نہیں جا سکتا۔۔۔ میں زخمی ہوں میرا سر چکرا رہا ہے۔" حسان نے پیار سے اُس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ "تمہارے زخم سے ابھی تک خون بہہ رہا ہے۔ ٹھہرو میں پٹی باندھتا ہوں۔"

سہیل جلدی سے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے کندھے کی طرف لے گیا۔ حسان کے دل پر ایک چرکا لگا اور ایک ثانیہ کے لئے اُس کی قوتِ گویائی سلب ہو کر رہ گئی۔ پھر اُس نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔ "سہیل یہ تیر تمہیں کب لگا؟ تم نے مجھے پہلے کیوں نہ بتایا؟" سہیل نے مجھے جواب دینے کی بجائے اپنی گردن جھکا دی۔ حسان نے اپنی قبا کا ایک ٹکڑا پھاڑنے کے بعد انگلیوں سے زخمی حصے کا معائنہ کیا اور تیر کے پھل سے زخم کی گہرائی کا اندازہ کرنے کے بعد قدرے مطمئن ہو کر ایک ہاتھ سے سہیل کا بازو پکڑا اور دوسرے ہاتھ سے تیر نکال کر ایک طرف پھینک دیا۔ ایک ہلکی سی چیخ نکسن لڑکے کے ہونٹوں تک آ کر رُک گئی پھر جب حسان زخم پر پھاہا رکھنے کے بعد پٹی باندھ رہا تھا تو گھوڑوں کی ٹاپ اور سواروں کی چیخ پکار صاف سنائی دے رہی تھی اور جب وہ اُس کے کندھے کے زخم سے فارغ ہو کر سر پر پٹی باندھ رہا تھا تو سوار آگے جا چکے تھے۔ اس کے بعد حسان کو پہلی بار اپنے زخم کا احساس ہوا۔ اُس نے قبا سے ایک اور ٹکڑا پھاڑ کر ران پر پٹی باندھی اور پھر اِدھر اُدھر دیکھنے کے بعد سہیل کو زمین سے اُٹھایا اور گھوڑے کی پیٹھ پر بٹھاتے ہوئے کہا۔ "سہیل! میں تمہارے ساتھ چلونگا لیکن شرط یہ ہے کہ اگر ہم کسی جگہ دشمن کے گھیرے میں آ

جائیں تو تم میرا ساتھ دینے پر اصرار نہیں کرو گے۔"

"لیکن بھائی جان! آپ بھی تو زخمی ہیں۔"

"میرا زخم ایک خراش سے زیادہ نہیں۔" حسان نے یہ کہہ کر گھوڑے کی باگ پکڑ لی۔ اب وہ اطمینان سے جنگل عبور کر رہے تھے۔ دریا کی طرف سے قباد کے آدمیوں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ تھوڑی دیر بعد حسان نے محسوس کیا کہ وہ دریا کا کنارہ چھوڑ کر جنگل میں پھیل گئے ہیں وہ گھنی جھاڑیوں کے درمیان رُک گیا۔ سہیل نے آہستہ سے کہا۔ "وہ اس طرف آرہے ہیں۔"

"مجھے معلوم ہے، تم خاموش رہو۔" یہ کہہ کر حسان نے گھوڑے کی باگ سہیل کے ہاتھ میں تھما دی۔ تھوڑی دیر سرکنڈوں اور گھنی جھاڑیوں کے پیچھے سواروں کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ ایک سوار اپنے ساتھیوں سے کہہ رہا تھا۔ "بھئی واپس چلو۔ مجھے یقین ہے وہ اس طرف نہیں آیا ہو گا۔ پھر تورج کو اُس کے گھر کے سامنے قتل کرنے والا کوئی معمولی آدمی نہیں ہو سکتا۔"

دوسرا بولا۔ "بھائی اگر وہ اس جنگل میں چھپا ہوا ہے تو ہمیں بھی یہی دعا کرنی چاہئیے کہ ہم کہیں اچانک اُس کے تیروں کی زد میں نہ آجائیں۔ رات کے وقت ایسی جگہ میں دو چار آدمیوں کو موت کے گھاٹ اُتارنے سے پہلے وہ قابو میں نہیں آئے گا۔"

"لیکن وہ تھا کون؟" تیسرے نے کہا۔ "وہ اگر کوئی شہزادہ نہیں تھا تو بھی کسی بڑے خاندان کا آدمی ضرور ہو گا۔ اپنی شکل اور اپنے لباس سے وہ ایک رئیس معلوم ہوتا تھا۔"

ایک اور آواز سنائی دی۔ "کاش ہمیں معلوم ہوتا کہ وہ کون ہے۔ تورج مر چکا ہے اور ہم مصیبت میں پھنس گئے ہیں۔ اگر ہم نے اُسے گرفتار نہ کیا تو مجھے ڈر ہے ہرمز ہماری کھالیں اُتروا دے گا۔ پھر اگر وہ ہمارے ساتھ لڑتا ہوا مارا گیا اور بعد میں یہ معلوم ہوا کہ وہ کسی بڑے خاندان سے تعلق رکھتا تھا تو ہرمز کے سپاہی ہمیں بال بچوں سمیت ہلاک کر ڈالیں گے۔"

ایک اور بولا۔ "مجھے یقین ہے کہ وہ قباد کا کوئی دوست یا رشتہ دار ہو گا۔ تورج نے قباد کے ساتھ جو سلوک کیا تھا اُس کا یہی نتیجہ ہو سکتا تھا لیکن یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی کہ اُسے ایک

عرب لڑکے کے ساتھ کیا دل چسپی ہو سکتی تھی ؟"

دوسرے نے جواب دیا " اُسے تورج کو قتل کرنے کے لئے کسی بہانے کی ضرورت تھی۔ قباد یا اُس کے بیٹے نے ایران کے دربار میں تورج کے مظالم کی شکایت کی ہوگی۔ وہاں سے کسی بڑے اہلکار کو تحقیقات کے لئے بھیجا گیا ہوگا۔ تمہیں معلوم نہیں کہ قباد کے بڑے بیٹے کی طرح سہیل کا بھائی بھی ایران کی فوج میں ملازم تھا اور جنگ کے بعد وہ دونوں واپس نہیں آئے "۔

" مجھے معلوم ہے اور میں نے یہ بھی سُنا تھا کہ وہ ارمیاہ کی جنگ میں مارے گئے تھے۔ اب قباد نے یقیناً شہنشاہ کے پاس یہ شکایت کی ہوگی کہ تورج نے ایران کے ایک وفادار سپاہی کے خاندان پر ظلم کیا ہے۔ مجھے تو یہ ڈر بھی ہے کہ تورج کے بعد کہیں ہرمز کی شامت نہ آجائے۔ بھائی! میرا مشورہ یہی ہے کہ ہم یہاں سے نکل کر پھر دریا کے کنارے چلے جائیں اور باقی رات وہیں گزاریں۔ پھر اگر ہرمز نے جواب طلبی کی تو ہم یہ کہہ سکیں گے کہ ہم نے جنگل کا کونہ کونہ چھان مارا ہے۔ پتہ نہیں ہمارے دوسرے ساتھی کدھر نکل گئے ہیں ؟"

دوسرے نے جواب دیا " تم یہاں سے نکلو اور اُن کی فکر نہ کرو۔ اُن میں سے کوئی اس وقت جنگل میں گھسنا پسند نہیں کرے گا "۔

تھوڑی دیر بعد یہ لوگ واپس جا رہے تھے۔ حسان نے اطمینان کا سانس لیا اور سہیل کے ہاتھ سے گھوڑے کی باگ پکڑ کر چل پڑا۔ سہیل کی گردن جھکی ہوئی تھی اور اُس نے دونوں ہاتھوں سے کاٹھی کا ہنّا پکڑ رکھا تھا۔ کچھ دیر بعد وہ کراہنے لگا۔ حسان نے مڑ کر دیکھا۔ وہ کبھی ایک طرف اور کبھی دوسری طرف لڑھک رہا تھا۔ حسان نے اُس کا بازو پکڑ کر ہلایا تو وہ ذرا سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ لیکن چند قدم اور چلنے کے بعد پھر اپنی گردن چھوڑ دی۔ حسان گھوڑا روک کر اُس کے پیچھے سوار ہو گیا۔

باب (۴)

جب حسان نے قباد کے محل کی ڈیوڑھی پر دستک دی تو آدھی رات کا چاند نمودار ہو چکا تھا۔ اندر سے بھونکتے ہوئے کتے بند دروازے پر پنجے مارنے لگے اور سوئے ہوئے نوکر ایک دوسرے کو جگانے لگے۔

پھر کاؤس کی آواز سنائی دی " کون ہے ؟"

حسان نے گھٹی ہوئی آواز میں جواب دیا " میں حسان ہوں۔ دروازہ کھولو! جلدی کرو! "

کاؤس دروازہ کھول کر جلدی سے باہر نکلا اور بولا " آقا آپ کے متعلق بہت فکر مند تھے۔ کل آپ کی روانگی سے تھوڑی دیر بعد اُنہوں نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں آپ کو راستہ میں روکنے کی کوشش کروں۔ میں آپ کی بستی میں پہنچا لیکن وہاں سے پتہ چلا کہ آپ کہیں جا چکے ہیں۔ آقا کا خیال تھا کہ آپ سیدھے یہاں آئیں گے۔ وہ بہت پریشان تھے۔ آپ کہاں تھے اور یہ کون ہے ؟"

حسان نے ڈیوڑھی کے اندر داخل ہو کر جواب دیا " یہ میرا بھائی ہے۔ تم اسے سہارا دو۔ یہ زخمی ہے "۔ کاؤس نے آگے بڑھ کر سہیل کو سہارا دیا اور حسان نے نیچے اُتر کر اُسے اپنے بازوؤں میں اُٹھاتے ہوئے کہا " دروازہ بند کر دو۔ کتوں کو خاموش کرو اور اپنے آقا کو اطلاع دو کہ ہم اُن کی پناہ میں ہیں "۔

کاؤس نے جواب دیا " اُنہیں اطلاع دینے کی ضرورت نہیں وہ رات کو سوتے وقت بھی آپ کے متعلق پوچھتے تھے "۔

حسان کچھ کہے بغیر اس کے پیچھے ہو لیا۔ صحن کو عبور کرنے کے بعد جب وہ رہائشی مکان کے سامنے

بلند چبوترے کی سیڑھیوں پر چڑھ رہا تھا تو اُسے ماہ بانو کی آواز سُنائی دی "کیا ہے کاؤس؟"

کاؤس نے جواب دیا "بیٹی حسان آگیا ہے۔"

ماہ بانو نے آگے بڑھ کر سہمی ہوئی آواز میں سوال کیا "آپ کہاں تھے اور یہ کون ہے؟"

حسان نے جواب دیا "یہ میرا بھائی ہے اور یہ زخمی ہے۔"

ماہ بانو کچھ اور کہے بغیر اُن کے آگے آگے چل پڑی۔ تھوڑی دیر بعد حسان سہیل کو مکان کے ایک کمرے میں بستر پر لٹا رہا تھا اور ماہ بانو اپنے دو نوکروں اور ایک خادمہ کے ساتھ اُس کے قریب کھڑی تھی۔ قباد لاٹھی ٹیکتا ہوا کمرے میں داخل ہوا۔

"کیا ہوا؟ یہ کون ہے؟" اُس نے سہیل کی طرف دیکھتے ہی سوال کیا۔

حسان نے جواب دیا "یہ میرا بھائی ہے۔ میں تورج کو قتل کر چکا ہوں۔ اُس کے آدمی ہمیں تلاش کر رہے ہیں۔ اگر سہیل زخمی نہ ہوتا تو میں آپ کو پریشان نہ کرتا لیکن اس وقت ہمارے لئے آپ کے گھر کے سوا کوئی اور جائے پناہ نہ تھی۔"

قباد نے ایک نوکر کی طرف دیکھا "تم جاؤ اور نوکروں سے کہو کہ وہ دروازہ بند رکھیں اور باہر کے کسی آدمی سے اِن کا ذکر نہ کریں۔"

نوکر چلا گیا۔ قباد نے بستر کے قریب ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے سہیل کی طرف دیکھا اور ماہ بانو سے کہا "بیٹی! اس کے زخموں سے خون رس رہا ہے۔ نئی پٹیاں باندھ دو۔"

خادمہ بھاگ کر دوسرے کمرے سے مرہم پٹی کا سامان لے آئی۔ ماہ بانو نے جلدی سے سہیل کی خون آلود پٹیاں کھولیں اور پھر زخموں پر دوائی چھڑکنے کے بعد نئی پٹیاں باندھ دیں۔ سہیل نے کراہتے ہوئے پانی مانگا۔ حسان نے سہیل کو سہارا دیکر پانی کے چند گھونٹ پلا دیئے۔ وہ کچھ دیر آنکھیں کھول کر اپنے تیمارداروں کی طرف دیکھتا رہا اور پھر اُس نے آنکھیں بند کر لیں۔

قباد نے ماہ بانو سے کہا "بیٹی! تم ان کے لئے کھانے کا انتظام کرو۔"

حسان بولا "نہیں جناب! اس وقت تکلیف نہ کیجئے۔ مجھے بھوک نہیں۔"

قباد نے ماہ بانو کی طرف متوجہ ہو کر کہا "اچھا بیٹی! تم ان کے لئے دودھ لے آؤ۔"

ماہ بانو خادمہ کے ساتھ کمرے سے باہر نکل گئی اور قباد نے دوبارہ حسان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "حسان بیٹھ جاؤ، اگر تمہارے لباس پر تمہارے بھائی کا خون نہیں ہے تو میں تمہارے زخم دیکھنا چاہتا ہوں۔"

حسان نے قباد کے قریب دوسری کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا "جناب میرا زخم معمولی ہے آپ اس کا فکر نہ کریں۔"

"تمہارا چہرہ زرد ہو رہا ہے اور میں یہ دیکھ سکتا ہوں کہ تمہارا خون ابھی تک بند نہیں ہوا۔"

حسان نے اپنی ران سے کپڑا سرکا دیا اور خون آلود پٹی کھول دی۔

قباد نے سفوف چھڑکنے کے بعد پٹی باندھتے ہوئے کہا "یہ زخم اتنا معمولی نہیں تمہیں چند دن چلنے پھرنے سے پرہیز کرنا پڑے گا۔ تم اپنے گاؤں سے تورج کے گاؤں چلے گئے تھے؟"

"ہاں ـــ!"

"مجھے افسوس ہے کہ میں نے تمہیں روکنے کی کوشش نہ کی۔ میرا خیال تھا کہ ماہ بانو تمہیں رخصت کرنے سے پہلے تمام حالات سے خبردار کر دے گی لیکن میری طرح اُسے بھی حوصلہ نہ ہوا۔ پھر ہم نے کاؤس کو تمہارے پیچھے روانہ کیا لیکن اُس نے واپس آکر یہ اطلاع دی کہ تم اپنے گاؤں سے کہیں جا چکے ہو۔ گاؤں کے لوگوں نے اُسے یہ بتایا تھا کہ تم تورج سے انتقام لئے بغیر واپس نہیں آؤ گے لیکن تمہاری سپاہیانہ تربیت سے ہمیں یہ توقع تھی کہ تم اپنی زندگی خطرے میں نہیں ڈالو گے۔ اب مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ تم ہمیں بھی اپنا دشمن خیال کرتے ہو گے۔"

"اگر میں آپ کو دشمن سمجھتا تو یہاں پناہ لینے کے لئے نہ آتا۔"

"تم اتنی مدت کے بعد واپس آئے تھے اور اگر میرے دل میں جہان داد کے دوست کے لئے کوئی شفقت نہ ہوتی تو بھی مجھے فوراً ایسی خبر سُنانے کا حوصلہ نہ ہوتا۔ تھوڑی دیر قبل میں اپنے بستر پہ لیٹا یہ سوچ رہا تھا کہ شاید تم کہیں دُور جا چکے ہو اور میں دوبارہ تمہیں نہیں دیکھ سکوں گا۔ اب اگر تورج سے

آدمیوں نے میرے گھر تک تمہارا پیچھا نہیں کیا تو فی الحال تمہیں خطرہ نہیں۔ تاہم احتیاط لازمی ہے۔ جب تک سارے خطرات دُور نہیں ہو جاتے تمہیں اس مکان کے تہہ خانے میں رہنا پڑے گا۔ مکان کے پیچھے دریا تک گھنا جنگل پھیلا ہوا ہے اور خطرے کے وقت تم ایک سُرنگ کے راستے جنگل تک پہنچ سکتے ہو۔ تمہارا بھائی شاید چند دن چلنے پھرنے کے قابل نہ ہو لیکن اگر تمہاری غیر حاضری میں کوئی خطرہ پیش آیا تو میں مرتے دم تک اُس کی حفاظت کروں گا۔ اب میں تمہاری سرگزشت سُننا چاہتا ہوں۔"

حسان نے کہا: "میں نے اپنی بستی سے نکلتے وقت یہ عہد کیا تھا کہ میں آج شام سے پہلے تورج کو قتل کر دوں گا اور مجھے صرف اس بات کا افسوس ہے کہ جب میں اپنا عہد پُورا کر رہا تھا تو سورج غروب ہو چکا تھا۔ اگر سہیل زخمی نہ ہوتا تو میں یہاں آنے کی بجائے بحرین میں اپنے ماموں کے گھر کا رُخ کرتا۔ اب میں آپ کے لئے نئی مُصیبتیں لے آیا ہوں۔ تورج کے آدمی مجھے تلاش کر رہے ہیں اور صبح تک ہرمز کی فوج اس علاقے کا کونہ کونہ چھان مارے گی۔ اب اگر آپ سہیل کی حفاظت کا ذمہ لیتے ہیں تو میں اپنی جان کی خاطر آپ کے لئے نئے خطرات پیدا کرنے کی کوشش نہیں کروں گا۔"

قباد نے جواب دیا: "میری ماں ایک عرب تھی اور میں نے مہمان نوازی کے آداب اُس سے سیکھے ہیں۔ موجودہ حالات میں میرا گھر تمہارے لئے اس علاقے کی بستیوں اور صحراؤں سے کہیں زیادہ محفوظ ہے۔ بیٹا! میں تم سے اس بات کا وعدہ لینا چاہتا ہوں کہ تم میری اجازت کے بغیر یہاں سے نکلنے کی کوشش نہیں کرو گے۔"

ماہ بانو اور بوڑھی خادمہ دُودھ کے پیالے اُٹھائے کمرے میں داخل ہوئیں۔ ماہ بانو نے آگے بڑھ کر اپنا پیالہ حسان کو پیش کیا۔ حسان نے احسان مندی سے اُس کی طرف دیکھا اور پیالہ پکڑ لیا۔ ماہ بانو سہیل کی طرف متوجہ ہوئی اور اُس کی گردن کے نیچے ہاتھ دے کر اُسے اُٹھانے کی کوشش کرنے لگی۔ سہیل نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھولیں۔ پھر بدحواس سا ہو کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ خادمہ نے آگے بڑھ کر کہا: "دُودھ پی لو بیٹا!"

سہیل نے اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے پیالہ پکڑ لیا اور چند گھونٹ پینے کے بعد آنکھیں

بند کر لیں۔ ماہ بانو اُس کا سر تکیے پر رکھ کر اُٹھی اور تذبذب کی حالت میں اپنے باپ کی طرف دیکھنے لگی۔ قباد نے کُرسی سے اُٹھتے ہوئے کہا: "حسان! اب تمہیں آرام کی ضرورت ہے۔ اپنے بھائی کو سردست یہیں رہنے دو۔ اگر کوئی خطرہ پیش آیا تو ہم اسے تمہارے پاس پہنچا دیں گے۔ آؤ!" حسان اُٹھ کر اُس کے پیچھے ہو لیا۔ کاؤس ہاتھ میں مشعل اُٹھائے اُن کی رہنمائی کر رہا تھا۔

سیڑھیاں عبور کرنے کے بعد وہ نچلی منزل کی ایک کوٹھڑی میں داخل ہوئے۔ وہاں ایک پھٹا پُرانا قالین بچھا ہوا تھا۔ اور ایک عمر رسیدہ نوکر دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔ اس کے سامنے دوسری دیوار کے ساتھ لکڑی کا ایک بڑا صندُوق پڑا ہوا تھا۔ نوکر اُٹھ کر کھڑا ہو گیا اور قباد نے حسان کی طرف متوجہ ہو کر پوچھا: "تم اس کوٹھڑی کے آگے کوئی خفیہ راستہ دیکھ سکتے ہو؟"

حسان نے اِدھر اُدھر دیکھنے کے بعد جواب دیا: "بظاہر تو کوئی راستہ نظر نہیں آتا۔"

قباد نے نوکر کو اشارہ کیا۔ نوکر نے آگے بڑھ کر صندُوق ایک طرف دھکیل دیا اور پھر نیچے سے لکڑی کا تختہ اُٹھا دیا۔ اب حسان کو صندُوق والی جگہ ایک تنگ راستہ دکھائی دے رہا تھا۔ قباد نے اپنے نوکروں کی طرف متوجہ ہو کر کہا: "تم انہیں تہہ خانے میں لے جاؤ اور وہاں سے اُوپر آنے یا باہر نکلنے کا طریقہ سمجھا دو۔"

قباد کوٹھڑی سے باہر نکل گیا اور حسان، کاؤس اور دوسرے نوکر کے پیچھے ایک تنگ سیڑھی کے راستے نیچے اُترنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک کشادہ کمرے میں کھڑا تھا جہاں دو صاف ستھرے بستر لگے ہوئے تھے۔ طاقچے میں ایک چراغ جل رہا تھا۔ کاؤس نے چراغ اُٹھا کر فرش پر رکھ دیا اور دوسرے نوکر سے کہا: "تم انہیں سُرنگ کا دروازہ کھول کر دکھاؤ!"

نوکر نے طاقچے میں ہاتھ ڈال کر ایک رسّا نکالا اور اُسے دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر نیچے کھینچنے لگا۔ دیوار میں ہلکی سی گڑگڑاہٹ پیدا ہوئی اور طاقچے کے نیچے سے ایک سِل آہستہ آہستہ اُوپر کھسکنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد دیوار میں ایک قابلِ گزر شگاف نظر آنے لگا۔ نوکر نے رسّا فرش کے قریب ایک آہنی میخ کے ساتھ لپیٹ دیا اور ایک فاتحانہ مسکراہٹ کے ساتھ حسان کی طرف دیکھا۔

کاؤس نے کہا۔ "آپ اس راستے سے باہر جا سکتے ہیں۔ یہ سُرنگ جنگل کی طرف ایک پُرانے مکان کے کھنڈر کے سامنے جا نکلتی ہے۔"

حسان نے کہا۔ "مجھے یاد ہے۔ ایک دفعہ میں نے ہرن کا شکار کرتے ہوئے اس مکان کے پچھواڑے ایک شکستہ مکان دیکھا تھا۔"

کاؤس بولا۔ "لیکن باہر سے آپ کو اس سُرنگ کا دروازہ نظر نہیں آیا ہوگا۔ وہ ہمیشہ بند رہتا ہے اور اُس کے سامنے جنگلی بیلیں اُگی ہوئی ہیں۔ ضرورت کے وقت آپ سُرنگ سے باہر ایک گھوڑا موجود پائیں گے۔ اگر ہم میں سے کسی کو بُلانا ہو تو آپ اُوپر جا کر لکڑی کے تختے پر ہاتھ ماریں پھر اگر اُوپر سے کوئی جواب نہ آئے تو یہ سمجھ لیں کہ وہاں کوئی خطرہ ہے۔"

حسان نے دیوار کے شگاف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔ "اور اسے بند کرنے کا کیا طریقہ ہے؟" کاؤس نے مسکرا کر دوسرے نوکر کو اشارہ کیا اور اُس نے آگے بڑھ کر آہنی میخ کے ساتھ لپٹا ہوا رسا کھول دیا۔ جب سِل اپنی جگہ پر آ گئی تو اُس نے رسّے کا سرا طاقچے کے اندر ٹھونس دیا اور چراغ اُٹھا کر طاقچے میں رکھ دیا۔ پھر یہ دونوں نوکر اُوپر چلے گئے۔



حسان بستر پر لیٹ گیا لیکن تھکاوٹ سے نڈھال ہونے کے باوجود اُسے دیر تک نیند نہ آئی۔ اُس کوٹھڑی سے باہر اُس کے ماضی کی تمام یادیں اور مستقبل کے سارے تصوّرات ایک اندوہناک حال کی تاریکیوں میں بھٹک رہے تھے اور اُس کے سینے میں ظلم کی اندھی اور بہری قوتوں کے خلاف ایک خاموش فریاد تھی۔ ایک ساعت کروٹیں بدلنے کے بعد اُسے نیند آ گئی اور احساس کی تلخیاں سپنوں میں تبدیل ہونے لگیں۔ کبھی وہ اپنی بستی کا طواف کر رہا تھا اور کبھی جنگ کے میدان میں گھوڑا دوڑا رہا تھا۔ پھر کوئی بھیانک منظر دیکھنے کے بعد ان سپنوں کا تسلسل ٹوٹ جاتا۔ لیکن کچھ دیر کروٹیں بدلنے کے بعد اُسے پھر نیند آ جاتی اور وہ سپنوں کی نئی وادیوں میں کھو جاتا۔ اس کا آخری خواب بہت طویل تھا لیکن بیدار ہونے کے بعد وہ یہ محسوس کر رہا تھا کہ کئی بے ربط واقعات اُس کے ذہن میں گڈمڈ ہو گئے ہیں۔

اُس کی نیند پوری ہو چکی تھی۔ لیکن وہ اُٹھنے اور آنکھیں کھول کر اِدھر اُدھر دیکھنے کی بجائے دیر تک اپنے طویل خواب کے بکھرے ہوئے ٹکڑے جوڑ رہا تھا۔ بار بار اپنے حافظے پر زور دینے کے بعد اُسے صرف اتنا یاد آ سکا کہ وہ رُومیوں کی قید سے فرار ہونے کے بعد جنگلوں پہاڑوں اور صحراؤں میں بھاگ رہا تھا۔ کئی آدمی اُس کا پیچھا کر رہے تھے۔ پھر ایک دریا عبور کرنے کے بعد وہ یہ دیکھ رہا تھا کہ اُس کا تعاقب کرنے والے واپس جا رہے ہیں۔ اُس نے دیکھا تھا کہ ڈاکو اُس کی بستی پر حملہ کر دیتے ہیں اور اُس کے باپ بھائی اور بہن کو قتل کر دیتے ہیں۔ وہ چند آدمیوں کو قتل کرنے کے بعد بھاگتا ہے لیکن بستی سے باہر ڈاکوؤں کا ایک اور گروہ اُس کا راستہ روک لیتا ہے۔ وہ زخمی ہو کر گر پڑتا ہے اور ڈاکو اُسے دریا کی طرف لے جاتے ہیں۔ پھر وہ ایک عالیشان محل کے سامنے ایک کُھلے میدان میں کھڑا ہے اور ڈاکوؤں کی بجائے ایرانی سپاہیوں کا ایک ہجوم اُس کے گرد جمع ہو رہا ہے۔ ایک دیو قامت جلاد برچھا اُٹھائے اُس کی طرف بڑھتا ہے لیکن وہ بھاگ نکلتا ہے۔ سپاہی شور مچاتے ہوئے اُس کا پیچھا کرتے ہیں۔ وہ محل میں پناہ لینے کی کوشش کرتا ہے۔ وہاں سونے کے تخت پر ایک خوبصورت شہزادی نظر آتی ہے۔ اُس کے سر پر ہیروں کا تاج جگمگا رہا ہے۔ سپاہی ننگی تلواریں لئے آگے بڑھتے ہیں لیکن شہزادی اپنا ہاتھ بلند کرتی ہے اور وہ رُک جاتے ہیں۔ جلاد آگے بڑھ کر کہتا ہے۔ "شہزادی اسے پناہ نہ دیجئے۔ یہ ایران کا باغی ہے۔ اس نے تورج کو قتل کیا ہے۔" پھر ایک سفید ریش آدمی جو تخت کے قریب کھڑا ہے، آگے بڑھ کر شہزادی کے کان میں کچھ کہتا ہے اور وہ سر ہلا کر جلاد سے مخاطب ہوتی ہے۔ "تم غلط کہتے ہو، یہ ایران کا باغی نہیں اسے جانے دو۔"

حسان اس خواب کو قدرت کا ایک مذاق سمجھتا تھا۔ تاہم وہ یہ محسوس کر رہا تھا کہ کاش یہ خواب اتنی جلدی ختم نہ ہوتا۔ سیڑھیوں پر پاؤں کی آواز سُن کر اُس نے آنکھیں کھول دیں اور اچانک ایسا محسوس کیا کہ اُس کے سپنے کی شہزادی جواہرات سے مرصّع تاج کے بغیر اُس کے سامنے کھڑی ہے۔

ماہ بانو نے کہا۔ "آپ بہت دیر تک سوئے ہیں۔ میں تین بار آئی ہوں اور اب دوپہر ہونے والی ہے۔"

"میرا بھائی کیسا ہے؟" حسان نے اُٹھ کر بیٹھتے ہوئے سوال کیا۔

ماہ بانو نے جواب دیا۔ "آپ کا بھائی آپ کے قریب سو رہا ہے۔ صبح ہوتے ہی ہم نے اُسے یہاں پہنچا دیا تھا لیکن آپ گہری نیند سو رہے تھے۔"

حسان نے دوسرے بستر کی طرف دیکھا اور سہیل کی پیشانی پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "اسے تو بخار ہے۔"

ماہ بانو نے جواب دیا۔ "آپ فکر نہ کریں۔ ابا جان کہتے تھے یہ بہت جلد ٹھیک ہو جائے گا۔"

"تورج کے آدمی اس طرف آئے تھے؟"

"نہیں وہ ابھی تک اس طرف نہیں آئے۔ ہم نے آپ کے بھائی کو احتیاطاً یہاں بھیج دیا تھا۔"

کاؤس سیڑھیوں سے نمودار ہوا اور کپڑوں کا ایک جوڑا حسان کے بستر پر رکھنے کے بعد ایک طرف کھڑا ہو گیا۔ ماہ بانو نے کہا۔ "آپ کپڑے بدل لیں پھر کاؤس آپ کو اُوپر لے آئے گا۔"

حسان نے پُوچھا۔ "آپ کو یقین ہے کہ میرے اُوپر آنے سے آپ کو کوئی خطرہ نہیں۔"

"نہیں ابھی کوئی خطرہ نہیں اور اگر ہو تو بھی آپ کو یہاں واپس آنے میں دیر نہیں لگے گی۔"

حسان نے کہا۔ "لیکن سہیل اُوپر نہیں جا سکے گا۔"

"اسے اُوپر جانے کی ضرورت نہیں جب یہ بیدار ہو گا تو اسے یہیں کھانا پہنچا دیا جائے گا۔ سہیل نے یہاں آنے سے پہلے کچھ ناشتہ کر لیا تھا لیکن آپ کو بھوک ہو گی۔" ماہ بانو یہ کہہ کر اُوپر چلی گئی۔

کاؤس نے کہا۔ "آپ اطمینان سے لباس تبدیل کریں۔ اس کے بعد اگر آپ کھلی ہوا میں گھومنا چاہیں تو میں ابھی واپس آ کر آپ کو سرنگ کے راستے باہر لے جاؤں گا اتنی دیر میں آپ کا کھانا تیار ہو جائیگا۔"

کاؤس اُوپر چلا گیا۔

○

ایک ساعت بعد حسان اُوپر کے کمرے میں کھانا کھا رہا تھا اور قباد اور اُس کی بیٹی اُس کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ کبھی کبھی آنکھ بچا کر اُن کی طرف دیکھتا اور ہر بار اپنے سپنے کی شہزادی اور بوڑھے وزیر کی تصویریں اُس کے ذہن میں گھومنے لگتیں۔

ماہ بانو کی پیشانی اپنے باپ کی طرح کشادہ تھی اور اُس کے چہرے کی رنگت میں دودھ اور گلاب کی آمیزش تھی۔ بال سنہری مائل تھے اور ذرا اُبھرے ہوئے پپوٹوں اور لمبی پلکوں کے نیچے بھورے رنگ کی بڑی بڑی آنکھیں بلور کی طرح شفاف اور چمکدار تھیں۔ ناک خوبصورت اور ذرا اُوپر کی طرف اُٹھتی ہوئی نوک اُس کے حُسن کی دلکشی میں غیر معمُولی اضافہ کر رہی تھی۔ اُس کے ہونٹوں میں ایک نیم وا غنچے کی تازگی اور لطافت تھی اور دانت جو صرف بات کرتے وقت دکھائی دیتے تھے، موتیوں کی طرح چمکتے تھے لیکن مسکرانے کے لئے اُسے ان چمکتے ہوئے موتیوں کی نمائش کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ صرف ہونٹوں کی ایک ہلکی سی جنبش کے ساتھ اُس کے گالوں میں گڑھے پڑ جاتے آنکھیں چمک اُٹھتیں اور اُس کا چہرہ مسکراہٹوں سے لبریز ہو جاتا۔ لیکن حسان کو جس چیز نے سب سے زیادہ متاثر کیا تھا وہ اُس کی آواز تھی جس کی مٹھاس وہ اپنی رُوح کی گہرائیوں میں محسُوس کرتا تھا۔ ایک دن قبل جب وہ قباد کے گھر سے رخصت ہوا تھا تو ماہ بانو کی کوئی واضح تصویر اُس کے ذہن میں نہ تھی اور اب بھی وہ یہی محسوس کرتا تھا کہ ماہ بانو کو ہزار بار دیکھنے کے بعد بھی وہ اس سوال کا صحیح جواب نہیں دے سکے گا کہ اُس کے خدّ و خال کیسے ہیں یا وہ کون سے پیچ و خم ہیں جنکی دلکشی اور جاذبیت سے اُس کی اوّلیں نگاہیں متاثر ہوئی تھیں۔ وہ صرف اتنا کہہ سکتا تھا کہ وہ خوبصورت ہے۔ اُس کے ساتھ باپ اور بیٹی کی گفتگو کا موضوع تورج اور ہرمز کے مظالم تھے۔ کھانا ختم کرنے کے بعد اُس نے قباد سے پوچھا۔ "آپ نے مجھے باہر کے حالات نہیں بتائے؟"

قباد نے جواب دیا۔ "تمہیں باہر کے حالات کے متعلق پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، وہ تمہیں تلاش کر رہے ہیں، لیکن مجھے یقین ہے کہ وہ اس طرف نہیں آئیں گے۔"

حسان نے کہا۔ "لیکن اگر وہ میری بستی میں گئے تو یہ بات اُن سے پوشیدہ نہیں رہے گی کہ میں واپس آ چکا ہوں پھر اُن کے لئے یہ سمجھنا مشکل نہیں ہو گا کہ سہیل کا مددگار اور تورج کا قاتل کون ہو سکتا ہے۔"

قباد نے اطمینان سے جواب دیا۔ "یہ اُنہیں معلوم ہو چکا ہے۔ میں نے ایک آدمی کو تمہارے گاؤں بھیجا اور وہ یہ خبر لایا ہے۔ کہ ہرمز کے اہلکاروں نے تورج کے قاتل کا پتہ دینے والے کے لئے پانچسو

دینار انعام مقرر کیا ہے۔ اب اُن کے آدمی تمہیں آس پاس کی بستیوں کی بجائے سرحدی علاقوں میں تلاش کر رہے ہیں۔ ان حالات میں میرے گھر سے زیادہ تمہارے لئے کوئی جگہ محفوظ نہیں۔ چند دن تک اُن کا جوش و خروش ٹھنڈا ہو جائے گا اور ہم تمہیں یہاں سے نکالنے کے متعلق سوچ سکیں گے۔"

کاؤس کمرے میں داخل ہوا اور اُس نے حسان سے کہا "سہیل جاگ رہا ہے اور آپ کو بلاتا ہے۔" حسان نے قباد کی طرف دیکھا۔ ماہ بانو نے کہا "آپ جائیں میں اُس کا کھانا بھیجتی ہوں۔"

کاؤس نے کہا "میں نے اُسے کھانے کے لئے کہا تھا لیکن وہ یہ کہتا تھا کہ مجھے بھوک نہیں۔ اُس کا بخار بھی کم نہیں ہوا اور وہ اپنے زخم میں درد بھی محسوس کرتا ہے۔"

قباد نے کہا "میں اُس کے لئے دوائی بھیجتا ہوں لیکن اُسے بھوکا نہیں رہنا چاہیئے۔ کم از کم اُسے دودھ ضرور پلا دو۔ میں ابھی نیچے آکر اُس کا زخم دیکھتا ہوں۔"

حسان اُٹھ کر کمرے سے باہر نکل گیا۔

○

رات کے وقت سہیل کی حالت ذرا بہتر معلوم ہوتی تھی۔ اُس نے حسان کے اصرار پر کھانے کے چند نوالے منہ میں ڈالے اور بستر پر لیٹ گیا۔ تھوڑی دیر بعد جب کاؤس برتن اُٹھا کر چلا گیا تو حسان نے اپنے بستر پر لیٹتے ہوئے کہا "سہیل آج میری طبیعت بھی کچھ ٹھیک نہیں۔ میں اس جگہ بیمار ہونے سے بہت ڈرتا ہوں۔ اگر ہمیں چند دن یہاں رُکنا پڑا تو یہ لوگ محسوس کریں گے کہ ہم ان کے لئے ایک مصیبت بن گئے ہیں۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ تم جلدی تندرست ہو جاؤ اور ہم بحرین پہنچ جائیں وہاں ہمارے لئے کوئی خطرہ نہیں ہوگا۔"

سہیل نے کہا "میں نے ماموں جان کا وطن نہیں دیکھا۔ بھائی جان! جب آپ فوج میں بھرتی ہو کر چلے گئے تھے تو ابا جان نے بڑے بھائی کو ماموں کے پاس بھیجا تھا۔ میں نے اُن کے ساتھ جانے کے لئے بہت ضد کی لیکن ابا جان کہتے تھے کہ راستہ بہت خطرناک ہے۔ جب آپ جنگ سے واپس آجائیں گے تو ہم سب وہاں جائیں گے۔"

حسان نے کہا "جب ماموں جان آخری بار ہمارے پاس آئے تھے تو تم بہت چھوٹے تھے۔"

"کبھی آپ بھی وہاں گئے تھے بھائی جان؟" سہیل نے پوچھا۔

"ہاں" اُس نے جواب دیا۔ "ایک دفعہ میں امی جان کے ساتھ وہاں گیا تھا۔ اُس وقت میری عمر آٹھ سال تھی۔ ہم نے جہاز پر سفر کیا تھا اور ہمارے ساتھ یمن جانے والے ایرانی مسافر سوار تھے۔ ماموں جان کے ہاں تین ماہ قیام کرنے کے بعد ہم ایک ہندی تاجر کے جہاز پر واپس آئے تھے۔ خلیج فارس عبور کرنے کے بعد ہم نے ایک کشتی پر دریا کے راستے کافی لمبا سفر کیا تھا۔ میرا خیال ہے کہ ہم اس گاؤں کے قریب ہی کسی جگہ اُترے تھے۔ مجھے دریا کے سرسبز کناروں اور ٹاپوؤں کے مناظر ابھی تک یاد ہیں۔ یمن، بحرین اور ہندوستان کے تاجروں کی کشتیاں اکثر دریا کے راستے ہمارے علاقے تک پہنچ جاتی ہیں۔ اگر تم جلد گھوڑے کی سواری کے قابل نہ ہوئے تو ہم کسی کشتی پر سوار ہونے کی کوشش کریں گے۔ بحرین میں قیام کے دن مجھے ابھی تک یاد ہیں۔ میں اپنے ماموں زاد بھائی کے ساتھ گھوڑا دوڑایا کرتا تھا۔ وہاں سے رخصت ہوتے وقت میں نے ان سے وعدہ کیا تھا کہ میں بڑا ہو کر تمہارے پاس آیا کروں گا۔ امی کی وفات کے بعد میں نے ایک دفعہ وہاں جانے کا ارادہ کیا تھا لیکن اُن دنوں قزاق خلیج فارس میں کئی جہاز تباہ کر چکے تھے۔ اس لئے اباجان نے مجھے سفر کی اجازت نہ دی۔ پھر ایک دفعہ ماموں جان کا نوکر مجھے لینے کے لئے آیا لیکن مجھے کسریٰ کا سپاہی بننے کا شوق تھا۔ اس لئے میں اُن کے ساتھ نہ جا سکا۔ جب میں رومیوں کی قید میں تھا تو اکثر یہ سوچا کرتا تھا کہ اگر میں فوج میں بھرتی ہونے کی بجائے بحرین چلا جاتا تو قزاقوں کے ہتھے چڑھنے کے بعد بھی مجھے یہ مصیبتیں پیش نہ آتیں۔ اور اس وقت بھی میں یہ سوچ رہا ہوں کہ اس علاقے کا ایک عرب اگر کسریٰ کے لئے اپنا خون بہانے کے بعد بھی تورج اور ہرمز جیسے ایرانیوں کے مظالم سے محفوظ نہیں تو اس سے کہیں بہتر ہے کہ وہ کسی قزاق کا ساتھی بن جائے۔"

سہیل نے کہا "بھائی جان! بحری قزاق اب بھی اس علاقے میں گھس آتے ہیں۔ گزشتہ چند مہینوں میں اُنہوں نے دریا کے کنارے کئی بستیوں کو لوٹا ہے۔ میں نے سنا ہے کہ ایک مرتبہ

وہ لوٹ مار کرتے ہوئے ہرمز کے محل کے دروازے تک پہنچ گئے تھے۔ جو عرب ایرانیوں کے مظالم کے باعث بھاگ گئے ہیں اُن میں سے کئی قزاقوں کے ساتھ شامل ہو گئے ہیں۔ جب میں تورج کی قید میں تھا تو میں یہ سوچا کرتا تھا کہ کاش کوئی قزاق مجھے یہاں سے نکال کر لے جائے۔“

حسان نے قدرے توقف کے بعد کہا۔ ”سہیل! ممکن ہے تورج یا ہرمز کے آدمی کسی وقت اِس بستی کا محاصرہ کر لیں اور مجھے اچانک تمہارا ساتھ چھوڑنا پڑے۔ ان حالات میں تمہیں حوصلے سے کام لینا پڑے گا اگر مجھے کوئی خطرہ پیش آیا تو قباد تمہیں بحرین پہنچا دے گا۔“

سہیل کچھ دیر خاموش رہا۔ پھر اچانک حسان نے محسوس کیا کہ وہ سسکیاں بھر رہا ہے۔ اُس نے اُٹھ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔ ”سہیل! کیا ہوا، تم رو رہے ہو؟“

سہیل نے جواب دیا۔ ”بھائی جان! میں آپ کے متعلق سوچ رہا ہوں۔ اس وقت ہرمز کی ساری فوج آپ کو تلاش کر رہی ہو گی۔ اگر آپ گرفتار ہو گئے تو وہ آپ کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ آپ اس لئے یہاں رُک گئے ہیں کہ میں زخمی ہوں لیکن میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ یہاں سے چلے جائیں۔ اگر انہوں نے اس گھر پر حملہ کر دیا تو آپ میری کوئی مدد نہیں کر سکیں گے اور آپ کی غیر حاضری میں میں اگر پکڑا بھی جاؤں تو بھی زیادہ سے زیادہ مجھے غلام بنا لیں گے۔“

حسان نے اُسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔ ”سہیل ہم کمزور اور مظلوم ہیں۔ ہمارے ہاتھ خالی ہیں اور ہم کو ظلم کی بے پناہ قوتوں کے خلاف سینہ سپر ہونا ہے۔ ہمیں اپنے زخمی ہاتھوں سے عدل اور انصاف کا پرچم بلند کرنا ہے۔ اس آزمائش میں صبر اور استقلال ہی ہمارا آخری سہارا ہے۔ میرے ننھے بھائی! حوصلے سے کام لو۔ اس زمین کو آنسوؤں کی بجائے ہمارے خون کی ضرورت ہے۔ اب ہمیں ہر قدم پر تورج جیسے لوگوں سے واسطہ پڑے گا۔ اگر ہم ہمت ہار بیٹھے تو ہم خزاں کے موسم میں درختوں سے گرتے ہوئے پتوں کی طرح مسل دئیے جائیں گے۔“

سہیل نے ذرا سنبھل کر کہا۔ ”لیکن بھائی جان! میں تورج یا ہرمز کے آدمیوں سے نہیں ڈرتا۔ مجھے صرف یہ ڈر ہے کہ آپ مجھے چھوڑ کر اپنی جان بچانے کی کوشش نہیں کریں گے لیکن میں کل تک بالکل ٹھیک

ہو جاؤں گا اور آپ کے ساتھ سفر کر سکوں گا۔ میں راستے میں آپ سے بخار یا زخموں کی تکلیف کی شکایت نہیں کروں گا۔“

حسان نے جواب دیا۔ ”نہیں سہیل! ابھی تمہیں کئی دن آرام کرنا پڑے گا۔ میں تمہارے ساتھ ایک وعدہ کر سکتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ جب مجھے تمہارے متعلق اطمینان ہو جائے گا تو میں اپنے آپ کو خطرے میں نہیں ڈالوں گا، اب تم اطمینان سے سو جاؤ۔“



حسان نیند سے بیدار ہوا تو اُس کا جسم ٹوٹ رہا تھا اور اس کے زخم میں بھی ہلکا ہلکا درد محسوس ہو رہا تھا۔ اُس نے کونے میں پڑے ہوئے پانی کے مٹکے سے پیاس بجھائی اور کچھ دیر ایک کرسی پر بے حس و حرکت بیٹھا رہا۔ پھر تہہ خانے میں گھٹن سی محسوس کرنے کے بعد اُس نے رسا کھینچ کر خفیہ دروازہ کھولا اور سُرنگ کے راستے باہر نکل گیا۔

شکستہ مکان سے کوئی سو قدم آگے گھنے درختوں میں اُسے ایک چھپر دکھائی دیا۔ وہاں ایک گھوڑا بندھا ہوا تھا اور قباد کا ایک نوکر اُس کے آگے چارہ ڈال رہا تھا۔ حسان اُس کے قریب پہنچا تو نوکر نے آگے بڑھ کر سلام کرتے ہوئے کہا۔ ”جناب اگر آپ کہیں جانا چاہتے ہیں تو مجھے گھوڑا تیار کرنے میں دیر نہیں لگے گی۔ جنگل میں ہماری بستی کے آدمی پہرا دے رہے ہیں اور میں نے اُن کے کہنے پر گھوڑے کو آرام دینے کے لئے زین اُتار دی تھی۔“

”ابھی زین ڈالنے کی ضرورت نہیں۔ میں صرف گھومنے کے لئے باہر نکلا ہوں۔“ حسان یہ کہہ کر آگے چل دیا۔ جنگل کی تر و تازہ ہوا میں سانس لینے کے بعد اُسے کچھ فرحت سی محسوس ہو رہی تھی لیکن تھوڑی دیر بعد جب آسمان پر آفتاب کی کرنیں پھیلنے لگیں تو اُسے پھر تلخی محسوس ہونے لگی۔ واپس آتے وقت اُس نے محسوس کیا کہ اُسے بخار ہو رہا ہے۔ شکستہ مکان کے قریب پہنچ کر اُس کی نگاہیں سامنے بالاخانے کے دریچے پر مرکوز ہو کر رہ گئیں۔ ماہ بانو وہاں کھڑی تھی اور اُس کے کندھوں پر سنہری بال بکھرے ہوئے تھے۔ بالاخانے کی چھت سے سفید کبوتروں کا ایک جوڑا نمودار ہوا اور دریچے کے سامنے قلابازیاں کھانے لگا۔ ماہ بانو نے اپنا بازو دریچے سے باہر نکالا اور دونوں کبوتر یکے بعد دیگرے اُس کے ہاتھ

پر بیٹھ گئے۔ ماہ بانو نے اُنہیں پکڑ کر ہوا میں اُچھال دیا لیکن وہ تھوڑی دیر فضا میں قلابازیاں کھانے کے بعد پھر دریچے میں آ بیٹھے۔ اس کے ساتھ ہی چھت سے چند اور کبوتر نمودار ہوئے اور ماہ بانو مسکراہٹوں کے موتی بکھیرتی ہوئی وہاں سے غائب ہو گئی۔ تھوڑی دیر بعد حسان نے دیکھا کہ کبوتر دریچے کی بجائے چھت پر جمع ہو رہے ہیں۔ پھر وہ چھت پر نمودار ہوئی تو اس کے ساتھ ایک خادمہ چھوٹی سی ٹوکری اُٹھائے ہوئے تھی۔ ماہ بانو نے ٹوکری میں ہاتھ ڈالا اور اناج کی چند مٹھیاں نکال کر چھت پر بکھیر دیں پھر اچانک حسان نے محسوس کیا کہ وہ جنگل کی طرف دیکھ رہی ہے۔ وہ شکستہ مکان کی طرف ہٹ گیا اور کچھ دیر ایک دیوار کے پیچھے کھڑا رہا۔ پھر جب اُس نے دوبارہ چھت کی طرف دیکھنے کی کوشش کی تو ماہ بانو وہاں نہ تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ سرنگ کے راستے دوبارہ تہہ خانے میں پہنچ گیا۔ سہیل ابھی تک سو رہا تھا۔ حسان نے سُرنگ کا دروازہ بند کیا اور اپنے بستر پر لیٹ گیا۔

پھر اچانک اُسے کسی کے پاؤں کی آہٹ سُنائی دی اور وہ اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ ماہ بانو کمرے میں داخل ہوئی اور کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولی: "میں نے آپکو دیکھا تھا۔ میں چھت پر کبوتروں کو دانے ڈال رہی تھی۔ یہ کبوتر بڑے بھائی نشاپیاں ہیں۔ جنگ پر روانہ ہونے سے قبل وہ اُن کی نگہداشت میرے سپرد کر گئے تھے۔ آپ کا بھائی کیسا ہے؟"

ماہ بانو نے کہا: "آپ پریشان نہ ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ یہ بہت جلد تندرست ہو جائے گا۔"

حسان نے قدرے توقف کے بعد کہا: "مجھے یہ تمام واقعات ایک خواب معلوم ہوتے ہیں۔ تین دن پہلے یہ کون کہہ سکتا تھا کہ میں پہلے سے زیادہ بے بسی اور بیچارگی کی حالت میں یہاں واپس آؤں گا اور آپ جنہیں علم حالات میں مجھے قابلِ توجہ نہیں سمجھنا چاہیئے تھا میرے بھائی کی تیمارداری کرینگی۔ آج میری ناداری کا یہ عالم ہے کہ مجھے اپنے جذبۂ تشکر کے اظہار کے لئے بھی الفاظ نہیں ملتے۔"

ماہ بانو نے جواب دیا: "آپکو کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ مصائب کی آندھیوں نے ہمیں مختلف سمتوں سے دھکیل کر ایک جگہ پھینک دیا ہے۔ یہ گھر ہماری جائے پناہ ہے اور جب تک یہ آندھیاں ختم نہیں ہوتیں ہمیں ایک دوسرے کی ضرورت رہے گی۔ ہم نے ظلم کی طغیانیوں کے سامنے ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ لیا ہے۔

اور اپنے مقدر کے بھنور سے نکلنے کے لئے ایک کشتی پر سوار ہو گئے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ اس طوفان سے نکلتے ہی ہمارے راستے جُدا ہو جائیں لیکن اس کے بعد یہ بات ہمیں ہمیشہ یاد رہے گی کہ جب ہم ہمت ہار چکے تھے تو آپ نے ہمیں حوصلہ دیا تھا۔ آج ہم آپ کو اس حالت میں دیکھ کر یہ محسوس کرتے ہیں کہ ہم تنہا نہیں ہیں۔"

حسان نے کہا: "آپ بہت رحمدل ہیں لیکن کاش میں اپنے دلکو یہ تسلی دے سکتا کہ میں نے آپ کی پریشانیوں میں اضافہ نہیں کیا۔"

وہ بولی: "آپ اپنے دلکو یہ تسلی دے سکتے ہیں کہ آپکے ہاتھوں ہمیں اپنے بدترین دشمن سے نجات ملی ہے۔"

"لیکن مجھے ڈر ہے کہ میں نے کہیں ایک بھیڑیئے کو قتل کر کے اُس سے زیادہ خوفناک درندوں کو آپ کے گھر کا راستہ دکھا دیا ہو۔"

ماہ بانو جواب دیا: "آپکو ہمارے متعلق پریشان نہیں ہونا چاہیئے۔ جب ہمیں آپ کے مستقبل کے متعلق اطمینان ہو جائے گا تو ہم یہاں نہیں رہیں گے۔ ابا جان زرنجت کے پیغام کا انتظار کر رہے ہیں۔ اگر اُس نے مدائن میں ہمارے لئے کوئی ٹھکانا تلاش کر لیا تو ہم یہاں نہیں رہیں گے۔ میں آپکے لئے کھانا بھیجتی ہوں۔"

حسان نے کہا: "نہیں آج مجھے بھوک نہیں۔"

"تھوڑا بہت ضرور کھا لیجئے۔" ماہ بانو یہ کہہ کر دروازے کی طرف بڑھی اور حسان نے اچانک یہ محسوس کیا کہ کمرے میں اُداسی چھا گئی ہے۔ "ٹھہرئیے!" اُس نے کہا: "میں آپ سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔"

وہ رُکی۔ اور مُڑ کر حسان کی طرف دیکھتے ہوئے بولی: "کہیئے!"

حسان نے قدرے توقف کے بعد کہا: "میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ میں شکر گزار ہوں۔"

ماہ بانو مسکرائی اور کچھ کہے بغیر کمرے سے نکل گئی۔ پھر دیر تک حسان کو اپنے درد یا بخار کا کوئی احساس نہ تھا۔ اُسکی آنکھوں کے سامنے اَن گنت مُسکراہٹیں رقص کر رہی تھیں اور وہ بار بار اپنے دل میں کہہ رہا تھا "ماہ بانو! میں ایک عرب ہوں میرا گھر لُٹ چکا ہے میرے لئے سر چھپانے کی کوئی جگہ نہیں میں تمہیں پریشانیوں کے سوا کچھ نہیں دے سکتا لیکن اس کے باوجود میں یہ نہیں چاہتا کہ کسی دن ہمارے راستے ہمیشہ کے لئے جُدا ہو جائیں۔" پھر وہ بستر پر لیٹا اپنے آپ کو ملامت کر رہا تھا۔ "تم احمق نہ ہوتے تو صرف ایک حادثے نے ایک کشتی پر

سوار کر دیا ہے لیکن زمانے کا کوئی سیلاب تمہارے درمیان اجنبیت کی دیواریں نہیں توڑ سکتا۔"

حسان دس دن شدید بخار کی حالت میں پڑا رہا۔ قباد کا خیال تھا کہ اُس کا بخار اُس کے زخم کے بگڑ جانے کا نتیجہ ہے۔ چنانچہ وہ انتہائی باقاعدگی کے ساتھ اُس کی مرہم پٹی کیا کرتا تھا۔ گیارھویں دن بعد اُس کا بخار اُتر چکا تھا اور وہ پہلی بار کھانا دیکھ کر بھوک محسوس کر رہا تھا۔

سہیل کی حالت بھی آہستہ آہستہ بہتر ہو رہی تھی۔ کمزوری کا یہ عالم تھا کہ چلتے وقت اُس کی ٹانگیں لڑکھڑاتی تھیں۔ حسان کی بیماری کے ایام میں قباد اور اُس کی بیٹی نے ایک لمحہ کے لئے بھی اجنبیت کا احساس نہیں ہونے دیا تھا۔ وہ دن میں تین چار مرتبہ اُسے دیکھنے کے لئے آیا کرتے تھے اور ایک نوکر ہمہ وقت اُن کی دیکھ بھال کے لئے تہہ خانے میں موجود رہا کرتا تھا۔ بخار اور درد کی حالت میں بھی جب کبھی وہ ماہ بانو کی طرف دیکھتا تو اُس کے احساس و شعور کی ساری دُنیا اُس کی مسکراہٹوں کی گہرائیوں میں گم ہو کر رہ جاتی۔

ابتدا میں ماہ بانو کی خاموش نگاہیں اُسے اَن جانی اور اَن دیکھی مسرتوں کا پیغام دیا کرتی تھیں لیکن اب اُسے کبھی کبھی ایک ایسے غیر یقینی مستقبل کا خوف محسوس ہوتا تھا جس کے تمام راستے بھیانک تاریکیوں میں گم ہو کر رہ جاتے تھے۔ تنہائی میں اُس کے خیالات ماہ بانو پر مرکوز رہتے تھے۔ اُس کے کانوں میں اُس کی دلکش آواز گونجا کرتی تھی اور رات کے وقت پہروں کروٹیں بدلنے کے بعد جب اُس کے ذہنی اضطراب کو سپنوں کی دنیا میں پناہ ملتی تو ماہ بانو وہاں بھی اُس کی ہم سفر ہوتی لیکن ان حسین خیالات اور ان دلکش سپنوں کی اتھاہ گہرائیوں سے وہ مقدس احساس بھی اُبھر رہا تھا جس کے مقابلے میں اُسے دیکھنے کی خواہش، چاہنے کی تمنا اور حاصل کرنے کی آرزو بے معنی معلوم ہوتی تھی۔ جب اُس کی ذہنی کشمکش اپنی انتہا کو پہنچ جاتی تو اُس کا آخری فیصلہ ہمیشہ اُن خواہشات کے خلاف ہوتا، جو ہر لمحہ اُس کے دل پر ماہ بانو کی محبت کے نقوش اُجاگر کر رہی تھیں۔

باب (۴)

بخار سے نجات حاصل کرنے کے بعد حسان کے زخم کی سوزش اور تکلیف آہستہ آہستہ کم ہونے لگی۔ دوسرے ہفتے وہ چلنے پھرنے کے قابل ہو چکا تھا۔ سہیل کا زخم بھی آہستہ آہستہ مندمل ہو رہا تھا اور اُس کے بخار کی شدت میں بھی کمی آ رہی تھی۔ تاہم وہ اس قدر کمزور ہو چکا تھا کہ بستر سے اُٹھتے وقت اُس کی ٹانگیں لڑکھڑاتی تھیں۔

حسان کی علالت کے ایام میں ماہ بانو اور اُس کا باپ اپنا بیشتر وقت اُسکی تیمارداری میں صرف کیا کرتے تھے۔ وہ اُن سے باہر کے حالات پوچھتا تو وہ یہ تسلی دینے کی کوشش کرتے کہ اب اُسے کوئی خطرہ نہیں تاہم وہ بار بار مضطرب ہو کر کہتا کاش! میں آپ کو اتنی تکلیف نہ دیتا۔ اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ آپ کے لئے ایک مصیبت بن جاؤں گا تو میں اپنے گھر کی تباہی دیکھنے کے بعد تورج کی بستی کا رُخ نہ کرتا۔ میں بخار اُترتے ہی یہاں سے نکل جاؤں گا۔ اب مجھے زخم میں بھی تکلیف محسوس نہیں ہوتی۔ میرا بخار بھی کم ہو رہا ہے۔ اگر مجھے تنہا جانا پڑا تو سہیل کی حفاظت آپ کے ذمے ہوگی۔ میں جلد واپس آؤں گا اور اگر میں نے یہ دیکھا کہ میرا واپس آنا آپ کے لئے خطرے کا باعث ہے تو میں سہیل کو یہاں سے نکالنے کا کوئی اور انتظام کروں گا لیکن جب وہ سہیل کی طرف دیکھتا تو اُس کے تمام ارادے متزلزل ہو جاتے۔ سہیل کو اُن خطرات کا پورا احساس تھا جو حسان کو گرفتار ہونے کی صورت میں پیش آ سکتے تھے۔ وہ یہ بھی جانتا تھا کہ وہ کئی دن اور سفر کے قابل نہیں ہو سکے گا۔ چنانچہ حسان کو روبصحت ہوتا دیکھتے ہی اُس نے یہ کہنا شروع کر دیا تھا کہ اب آپکو میری وجہ سے یہاں نہیں ٹھہرنا چاہیئے۔ اگر تورج کے آدمی یہاں آ گئے تو بھی مجھے یہ خطرہ نہیں کہ وہ مجھے قتل کر ڈالیں گے لیکن

آپ کا معاملہ مجھ سے مختلف ہے۔ اگر وہ مجھے پکڑ کر لے گئے تو بھی میں اس اُمید پر زندہ رہ سکوں گا کہ آپ کسی دن مجھے اُن کے قبضہ سے چھڑا کر لے جائیں گے لیکن اگر انہوں نے آپ کو قتل کر دیا تو میں ایک دن بھی زندہ نہیں رہوں گا۔ وہ کبھی مُنہ بسورتے، کبھی سسکیاں لیتے اور کبھی آنسو بہانے کے بعد حسان کو جلد از جلد وہاں سے نکلنے کا وعدہ کرنے پر مجبور کر دیتا۔ لیکن کبھی ایک دن اور کبھی ایک پہر بعد ہی حسان کو اس بات کا احساس ہونے لگتا کہ اُس کی قوتِ ارادی جواب دے چکی ہے۔

ایک صبح جب حسان کچھ دیر باہر گھومنے کے بعد واپس آیا تو تہہ خانے کے قریب پہنچ کر اُسے سہیل اور ماہ بانو کی آوازیں سُنائی دیں اور وہ آگے بڑھنے کی بجائے رُک کر اُن کی باتیں سُننے لگا۔

ماہ بانو کہہ رہی تھی: "دیکھو سہیل! تمہارا بھائی تمہیں اس حالت میں چھوڑ کر نہیں جائے گا۔ اگر میں ہزار بار بھی یہ کہوں کہ سہیل کو یہاں کوئی خطرہ نہیں تو بھی اُسے اطمینان نہیں ہوگا۔"

سہیل نے جواب دیا: "لیکن آپ اُنہیں سمجھا سکتی ہیں۔ اگر آپ اُن سے صرف اتنا کہہ دیں کہ اُن کے جانے میں ہم سب کی بہتری ہے تو وہ سمجھ جائیں گے۔"

ماہ بانو نے جواب دیا: "لیکن میں ڈرتی ہوں کہیں وہ یہ نہ سمجھ لیں کہ ہمیں صرف اپنے بچاؤ کی فکر ہے۔"

قدرے توقف کے بعد سہیل کی آواز سُنائی دی: "بھائی جان آپ کے متعلق ایسی باتیں نہیں سوچ سکتے لیکن آپ کو اُن سے کوئی بات پوشیدہ نہیں رکھنی چاہیئے کہ کل شام تورج کے آدمی اس گاؤں میں آئے تھے اور وہ آپ کے نوکروں سے بھائی جان کے متعلق پُوچھتے تھے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ بار بار یہاں آئیں گے اور اگر انہیں اس بات کا ذرا بھی شک ہو گیا کہ بھائی جان یہاں ہیں تو وہ انہیں سُرنگ کے راستے بھی یہاں سے نکلنے کا موقع نہیں دیں گے۔"

ماہ بانو نے کہا: "کاش وہ اپنی جان کے خطرے کو کوئی اہمیت دیتے۔ اگر تمہاری حالت ٹھیک ہوتی تو میں انہیں یہاں سے بھاگنے پر مجبور کر دیتی اور مجھے اِس بات کی پروا نہ ہوتی کہ وہ ہمارے متعلق کیا خیال کرتے ہیں۔" تہہ خانے میں تھوڑی دیر کے لئے خاموشی طاری ہو گئی۔ اس کے بعد ہلکی ہلکی سسکیوں کے درمیان سہیل کی آواز سُنائی دی: "کاش میں مر گیا ہوتا۔"

ماہ بانو نے کہا: "ایسی باتیں نہ کہو۔ تمہاری زندگی تمہارے بھائی کو بہت عزیز ہے اور میں بھی تمہیں اپنا بھائی سمجھتی ہوں۔ میں وعدہ کرتی ہوں کہ میں انہیں سمجھانے کی کوشش کروں گی لیکن وہ ابھی تک نہیں آئے۔ انہیں اتنی دیر باہر نہیں رہنا چاہیئے، میں نوکر بھیج کر پتہ کرتی ہوں۔"

حسان جلدی سے آگے بڑھا اور تنگ گزرگاہ سے سر نکالتے ہوئے کہا: "آپ کو نوکر بھیجنے کی ضرورت نہیں، میں آ گیا ہوں۔"

ماہ بانو جو سیڑھی کے قریب پہنچ چکی تھی رُک گئی اور مُڑ کر اُس کی طرف دیکھنے لگی۔ حسان تہہ خانے میں داخل ہونے کے بعد کچھ دیر خاموش کھڑا رہا۔ اُس نے رسّا کھول کر سُرنگ کا راستہ بند کیا اور ماہ بانو سے مخاطب ہو کر کہا: "میں حیران ہوں کہ میں نے اتنے دن یہاں کیسے گزار دیئے ہیں۔ ابھی میں باہر نکلا تھا تو گھوڑے کی رکھوالی کرنے والے نوکر نے تاکید کی تھی کہ مجھے سُرنگ سے زیادہ دُور نہیں جانا چاہیئے۔ اُس نے مجھے اپنی پریشانی کی کوئی خاص وجہ نہیں بتائی۔ تاہم اُس کی باتیں سُن کر میں نے یہ محسوس کیا تھا کہ اب میرا زیادہ دیر یہاں ٹھہرنا خطرے سے خالی نہیں۔"

ماہ بانو پریشان سی ہو کر اُس کی طرف دیکھنے لگی۔ تہہ خانے میں کچھ دیر خاموشی چھائی رہی بالآخر سہیل نے کہا: "بھائی جان! میں آپ کو اُن کے نوکر کی پریشانی کی وجہ بتا سکتا ہوں۔ کل شام تورج کے آدمی اُن کے گاؤں میں آئے تھے۔ خدا کے لئے آپ یہاں سے نکل جائیں۔"

حسان نے ماہ بانو سے سوال کیا: "اگر تورج کے آدمی یہاں آئے تھے تو آپ نے مجھے کیوں نہ بتایا؟"

ماہ بانو نے جواب دیا: "اگر وہ مکان کے اندر داخل ہونے کی کوشش کرتے تو میں یقیناً آپ کو خبردار کرتی لیکن ہمارے نوکروں نے اُنہیں مطمئن کر کے واپس بھیج دیا تھا۔"

حسان نے کچھ دیر سوچنے کے بعد ماہ بانو کی طرف دیکھا اور کہا: "آپ کو پریشان نہیں ہونا چاہیئے۔ میں کل رات یہاں سے روانہ ہو جاؤں گا لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ میں کل تک ٹھہرنا چاہتا ہوں۔ خطرے کی صورت میں آپ مجھے ہر وقت یہاں سے نکلنے کے لئے تیار پائیں گی۔"

ماہ بانو نے مغموم لہجے میں کہا: "کاش حالات ایسے ہوتے کہ آپ کہ جانے سے رُک سکتے میں یہ

سمجھ سکتی ہوں کہ اِس حالت میں سہیل سے جُدا ہونا آپ کے لئے کتنا تکلیف دہ ہوگا لیکن اگر میرے الفاظ سے آپ کی تسلّی ہوسکتی ہے تو میں یہ وعدہ کرتی ہوں کہ جب تک اس گھر کی دیواریں اپنی جگہ کھڑی ہیں، آپ کے بھائی کا بال بیکا نہیں ہوگا۔"



رات کے وقت ماہ بانو نے حسان کا بازو جھنجوڑ کر اُسے گہری نیند سے بیدار کیا۔ اُس نے بدحواس ہوکر آنکھیں کھولیں اور بستر سے کُود کر کھڑا ہوگیا۔ ماہ بانو نے دبی اور سہمی ہوئی آواز میں کہا۔ "وہ آگئے ہیں۔ وہ دروازے سے باہر کھڑے ہیں، آپ فوراً تیار ہوجائیں، ابّا جان یہ معلوم کرنے گئے ہیں کہ وہ کس نیّت سے آئے ہیں، وہ مجھے یہ کہہ گئے ہیں کہ میں آپ کو سُرنگ سے باہر پہنچا دُوں۔ حسان جو ابھی سکتے کی حالت میں اُس کی طرف دیکھ رہا تھا، بولا "اگر وہ اس وقت آئے ہیں تو اُن کی نیت ٹھیک نہیں ہوسکتی۔ میری تلوار کہاں ہے؟"

ماہ بانو نے جواب دیا۔ "آپ کا سارا سامان باہر نوکر کے پاس ہے۔ ابّا جان نے آپ کے لئے ایک خود بھی باہر بھجوا دیا تھا۔" حسان جلدی سے موزے پہن کر سُرنگ کا راستہ کھولنے لگا اور ماہ بانو نے چراغ اُٹھا لیا۔ پھر چند ثانیے وہ ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے۔ اس کے بعد دونوں کی نگاہیں سہیل پر مرکوز ہوگئیں۔ سہیل ہلکے ہلکے خراٹے لے رہا تھا۔ ماہ بانو نے آنکھوں میں آنسو بھرتے ہوئے کہا۔ "اسے جگا دُوں؟"

"نہیں" حسان یہ کہہ کر آگے بڑھا اور سہیل کی پیشانی پر بوسہ دینے کے بعد ماہ بانو کے ہاتھ سے چراغ لے کر سُرنگ کے اندر داخل ہوگیا۔ وہ اُس کے پیچھے چل پڑی۔ چند قدم چلنے کے بعد اُس نے مڑ کر ماہ بانو کی طرف دیکھا اور کہا۔ "اب آپ کو میرے ساتھ آنے کی ضرورت نہیں۔ آپ واپس جا کر سُرنگ کا راستہ بند کریں اور جب سہیل بیدار ہو تو اُسے تسلّی دینے کی کوشش کریں۔"

ماہ بانو نے کہا۔ "آپ میری فکر نہ کریں۔ حویلی کا دروازہ اس قدر مضبوط ہے کہ اگر وہ حملہ کردیں تو بھی کم از کم صبح تک ہمارے آدمی اُنہیں روک سکتے ہیں ہم باہر نکل کر بالا خانے کے دریچے سے ابّا جان کے اشارے کا انتظار کریں گے۔ اگر اُنہوں نے آپ کے لئے کوئی خطرہ محسوس کیا تو وہ دریچے میں چراغ رکھ دیں گے۔ ورنہ تھوڑی دیر تک کوئی نوکر ہمارے پاس پہنچ جائے گا۔"

حسان کچھ کہے بغیر آگے چل دیا۔ سُرنگ کے آخری سرے پر پہنچ کر حسان نے جلتا ہوا چراغ نیچے رکھ دیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ سُرنگ سے باہر چاند کی روشنی میں کھڑے تھے۔ اُن کے دل دھڑک رہے تھے۔ اُن کی زبانیں خاموش تھیں اور اُن کی نگاہوں میں پیاسی رُوحوں کی فریاد تھی۔ پھر اُنہوں نے غیر شعوری طور پر ایک دوسرے کا ہاتھ تھام لیا اور جنگل کی خاموش فضا اچانک نغموں سے لبریز ہوگئی۔ ایک ثانیے کے لئے وہ مسرّت کے آسمان کی بلندیوں میں پرواز کر رہے تھے اور ایک لمحہ کے لئے وہ غم کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوب رہے تھے۔ پھر اچانک اُنہوں نے ایک دوسرے کا ہاتھ چھوڑ دیا اور جنگل کی فضا نغموں کی بجائے سسکیوں سے لبریز ہوگئی۔

حسان نے کہا۔ "آپ یہیں ٹھہریں۔ میں نوکر کو جگا کر ابھی واپس آتا ہوں۔"

ماہ بانو نے کہا۔ "جائیے، لیکن مجھے یقین ہے کہ نوکر جاگ رہا ہوگا پھر بھی اُسے خبردار کرنا ضروری ہے۔"

حسان وہاں سے چل دیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ واپس آیا تو وہ تیر و کمان اور تلوار سے مسلّح تھا۔ ماہ بانو کے قریب پہنچ کر اُس نے کہا۔ "آپ کا خیال درست تھا مجھے آپ کے نوکر کو جگانے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔"

ماہ بانو نے کہا۔ "وہ اکیلا نہیں، جنگل میں ایک اور نوکر پہرہ دے رہا ہے اور ان دونوں کو یہ معلوم ہے کہ اگر ان میں سے کوئی رات کے وقت سو گیا تو دُوسرا اُسے جگانے کی بجائے قتل کردے گا۔ ابّا جان کا یہی حکم ہے۔"

کچھ دیر دونوں خاموش رہے۔ بالآخر ماہ بانو نے کہا۔ "یہ عجیب بات ہے کہ جب تک آپ سفر کے لئے تیار نہیں ہوتے تھے، میں یہ دُعا کیا کرتی تھی کہ آپ چلے جائیں۔ مجھے ہمیشہ اس بات کا خوف رہتا تھا کہ آپ کی زندگی خطرے میں ہے لیکن اب میری سب سے بڑی خواہش یہ ہے کہ کاش آپ ایک دن اور ٹھہر سکتے۔"

حسان نے کہا۔ "یہاں سے رخصت ہونا میری زندگی کی سب سے کٹھن آزمائش ہے۔"

ماہ بانو نے کہا: "مجھے معلوم ہے کہ سہیل آپ کو کتنا عزیز ہے لیکن کاش وہ آپ کا ساتھ دے سکتا۔"

حسان نے کہا: "اگر سہیل میرا ساتھ دے سکتا تو بھی یہاں سے رخصت ہوتے وقت میرے احساسات یہی ہوتے۔ مجھے یہ بات انتہائی صبر آزما محسوس ہوتی تھی کہ آپ کے نوکر کسی دن اچانک مجھے جگا کر بھاگ نکلنے کے لئے کہیں گے اور مجھے آپ کو الوداع کہنے کا بھی موقع نہیں ملے گا۔ میں یہ سوچا کرتا تھا کہ اگر رخصت کے وقت مجھے آپ کے سامنے ایک لمحہ کے لئے زبان کھولنے کا موقع مل گیا تو میں کسی شرم یا خوف کے بغیر آپ سے وہ باتیں کہہ دوں گا جو اس جگہ ساری عمر گزار دینے کے بعد بھی میری زبان پر نہ آسکتیں لیکن اب جبکہ آپ میرے سامنے کھڑی ہیں تو مجھے کچھ کہنے کی خواہش بھی ایک مذاق معلوم ہوتی ہے۔ ماہ بانو! جب ہمارے درمیان کئی پہاڑ اور کئی صحرا حائل ہو جائیں گے تو میری بے مقصد زندگی کا کوئی لمحہ آپ کے تصور سے خالی نہیں ہوگا۔ میں پہروں آپ کی خیالی تصویروں کے ساتھ باتیں کیا کروں گا۔"

"آپ فرض کر لیجئے کہ میں یہاں نہیں ہوں۔" ماہ بانو یہ کہہ کر مسکرائی لیکن اچانک اُس کے چہرے پر غم کے بادل چھا گئے اور اُس کی چمکتی ہوئی آنکھیں آہستہ آہستہ آنسوؤں سے لبریز ہونے لگیں۔ حسان کچھ دیر خاموشی سے ماہ بانو کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر اُس نے کہا: "مجھے سہیل کے لئے دوبارہ یہاں آنا پڑے گا۔ لیکن اگر سہیل یہاں نہ ہوتا تو بھی چند ماہ یا چند برس بعد آپ کو دوبارہ دیکھنے کی موہوم سی اُمید میری زندگی کا سب سے بڑا سہارا ہوتی۔ میں ایک مفلس، نادار اور بے بس انسان ہوں اور میرے مستقبل کے تمام راستے ایک وحشتناک صحرا کی وسعتوں میں گم ہو کر رہ گئے ہیں لیکن اگر میں دنیا کا سب سے بڑا فرمانروا ہوتا اور مدائن اور قسطنطنیہ جیسے پُر رونق شہروں میں میرے لئے سونے اور چاندی کے محل تعمیر کئے جاتے تو بھی اس بستی میں گزرے ہوئے لمحات کی یاد مجھے ہمیشہ بے چین رکھتی۔"

حسان کی بیباک نگاہیں ماہ بانو کے دل کی گہرائیوں میں اُتر گئیں اور پھر یکایک اُن کے درمیان ساری دیواریں منہدم ہو کر رہ گئیں۔ اُس نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا: "آپ کو معلوم ہے کہ اگر اس وقت آپ کے مقابلے میں کوئی شہنشاہ کھڑا ہوتا اور مجھ سے یہ پوچھا کہ تمہارے لئے سونے یا چاندی کے محل بہتر ہیں یا تم ایک مفلس اور نادار آدمی کے ساتھ صحراؤں کی خاک چھاننا پسند کرتی ہو اور پھر مجھے اس بات کی آزادی

ہوتی کہ میں جو چاہوں پسند کروں اور جو چاہوں ٹھکرا دوں تو میں کسی توقف کے بغیر آپ کا ہاتھ پکڑ لیتی۔ اور یہ کہتی یہ وہ ہیں جنہیں میں ایک انسان کی حیثیت سے جانتی ہوں اگر ان کے دل میں میرے لئے کوئی جگہ ہے تو میں صحراؤں کی خاک کو سونے کے محل پر ترجیح دوں گی لیکن ہم دونوں یکساں مجبور اور یکساں بے بس ہیں اور اگر ہمیں ایک دوسرے کو جاننے اور سمجھنے کا موقع ملا ہے تو یہ محض ایک حادثہ ہے۔"

حسان نے کہا: "میں صرف یہ جاننا چاہتا تھا کہ آپ مجھے بھول نہیں جائیں گی۔"

"آپ جانتے ہیں کہ میں آپ کو بھول نہیں سکوں گی۔ مجھے ہمیشہ آپ کا انتظار رہے گا۔" ماہ بانو نے یہ کہہ کر سر جھکا دیا اور جنگل میں تھوڑی دیر کے لئے خاموشی چھا گئی۔ بالآخر حسان نے کہا: "اب کافی دیر ہو گئی ہے۔ کاش مجھے معلوم ہوتا کہ اِس وقت آپ کے مکان کے دروازے پر کیا ہو رہا ہے۔ آپ کے ابا جان نے ابھی تک اطلاع کیوں نہیں دی۔"

ماہ بانو نے کہا: "اگر اُنہیں خطرہ محسوس ہوتا تو وہ یقیناً آپ کو اطلاع دیتے۔"

حسان نے کہا: "ایسی اطلاع مجھے اُسی صورت میں ملے گی جب کہ ابا جان مکان پر حملے کا خطرہ محسوس کریں گے۔"

ماہ بانو نے جواب دیا: "آپ کو پریشان نہیں ہونا چاہیئے۔ مجھے اُمید ہے کہ آپ کو بھاگنے کا موقع مل جائے گا۔"

حسان بولا: "اگر یہ صورت ہوئی تو میں بھاگنا پسند نہیں کروں گا۔ میں صرف اس اطمینان کے ساتھ یہاں سے جا سکتا ہوں کہ اس گھر کی حفاظت کے لئے میری ضرورت باقی نہیں رہی، آپ واپس چلی جائیں، میں دروازے کی طرف جا کر پتہ کرتا ہوں۔"

"نہیں نہیں۔" ماہ بانو نے اُس کا بازو پکڑتے ہوئے کہا: "آپ اُس طرف نہیں جا سکتے۔ کچھ دیر اور اطلاع نہ ملی تو ہم نوکر کو بھیج کر پتہ کریں گے۔ مجھے آپ کی بہادری پر کبھی شک نہیں ہو سکتا لیکن آپ کو سہیل کا خیال کرنا چاہیئے۔" حسان کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن ماہ بانو نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اُسے خاموش کر دیا۔ درختوں کے پیچھے کسی کے پاؤں کی آہٹ سنائی۔ حسان نے تیر نکال کر کمان پر چڑھا لیا

اور جھکی ہوئی شاخوں کے نیچے گھٹنوں کے بل ہو کر اُس طرف جھانکنے لگا۔ پھر وہ جلدی سے اُٹھا اور پیچھے ہٹ کر ماہ بانو سے مخاطب ہوا۔ "یہ کاؤس ہے اور شاید ہمیں تلاش کر رہا ہے۔ اُس کی چال سے معلوم ہوتا ہے کہ اب خطرہ ٹل چکا ہے۔"

کاؤس نے دبی زبان میں ماہ بانو کو آواز دی اور وہ دونوں درختوں کی اوٹ سے باہر نکل آئے۔ کاؤس نے شکایت کے لہجے میں کہا۔ "آپ کو سُرنگ کے قریب رہنا چاہیئے تھا کہ آپ کہاں غائب ہو گئے۔ اب آپ اندر تشریف لے جائیں۔ اگر پہریدار حماقت نہ کرتے تو ہمیں اسقدر پریشانی نہ ہوتی۔"

ماہ بانو نے پوچھا۔ "تمہارا مطلب ہے کہ پہریداروں نے ہمیں یونہی پریشان کیا ہے؟"

کاؤس نے جواب دیا۔ "اُنہوں نے دروازے سے باہر گھوڑوں کی ٹاپ سُنی اور یہ سمجھ لیا کہ وہ تورج کے آدمی ہیں اور جب اُنہوں نے دروازہ کھولنے کے لئے کہا تو پہریداروں نے جواب دینے کی بجائے دوسرے نوکروں کو جگانا ضروری سمجھا۔ میری بیوقوفی یہ تھی کہ میں نے سوچے سمجھے بغیر بھاگ کر آقا کو جگا دیا اور جب ہمارے آقا غصے کی حالت میں دروازے پر پہنچے تو پتہ چلا کہ وہ مدائن کے سپاہی ہیں اور وہاں سے آپ کے بھائی کے ساتھ آئے ہیں۔"

"بھائی جان آگئے ہیں؟" ماہ بانو نے اپنے دل میں مسرت کی دھڑکنیں محسوس کرتے ہوئے سوال کیا۔ کاؤس نے جواب دیا۔ "نہیں وہ کل آئیں گے۔ وہ ہرمز کے نام کسی بڑے آدمی کا خط لیکر آئے تھے۔ دریا عبور کرنے کے بعد اُنہیں معلوم ہوا کہ ہرمز جو اِس علاقے کا دورہ کر رہا ہے۔ آج تورج کی بستی میں پہنچ چکا ہے۔ چنانچہ وہ گھر آنے کی بجائے سیدھے اُس کے پاس چلے گئے تھے۔ زرنجت جو خط لایا تھا اُس کا ہرمز پر یہ اثر ہوا ہے کہ اُس نے اُسے اپنے پاس ٹھہرا لیا ہے۔ زرنجت کے ساتھ فوج کے دو اور آدمی آئے تھے۔ وہ اسی علاقے کے باشندے ہیں اور اُن کا گاؤں یہاں سے ایک منزل دُور ہے۔ زرنجت نے اُنہیں اپنے ساتھ ٹھہرانے کی بجائے ہمارے پاس بھیج دیا ہے۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ ہرمز پہلے تو آپ کے بھائی کے ساتھ انتہائی رعونت کے ساتھ پیش آیا تھا لیکن سپہ سالار کا خط پڑھنے کے بعد اُن کا رویّہ اچانک بدل گیا۔

ماہ بانو نے پوچھا۔ "اب وہ چلے گئے ہیں؟"

"کون! وہ سپاہی؟ نہیں وہ صبح تک یہیں رہیں گے۔ وہ راستہ بھول کر ہماری بستی سے آگے نکل گئے تھے اور کافی خوار ہونے کے بعد یہاں پہنچے ہیں۔ وہ اس قدر تھکے ہوئے تھے کہ آقا سے باتیں کرتے وقت بھی اُنہیں نیند آ رہی تھی۔" ماہ بانو نے حسان کی طرف دیکھا اور کہا۔ "چلیئے!"

حسان نے جواب دیا۔ "میرے خیال میں اب بہتر یہی ہے کہ میں رخصت ہو جاؤں۔"

کاؤس نے کہا۔ "نہیں نہیں، اب آپ نہیں جا سکتے۔ آقا نے مجھے آپ کو بُلانے کے لئے بھیجا ہے۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ آپ زرنجت سے مل کر جائیں۔ وہ کل یہاں پہنچ جائے گا۔"

حسان نے مذبذب سا ہو کر ماہ بانو کی طرف دیکھا اور وہ کسی توقف کے بغیر کاؤس سے مخاطب ہو کر بولی۔ "یہ آج نہیں جائیں گے۔ اب تم گھوڑے کے محافظ کے پاس جاؤ اور اُسے یہ کہو کہ وہ ان کا انتظار نہ کرے۔"

"بہت اچھا، لیکن آپ سُرنگ کا دروازہ بند کر لیں، میں باہر سے ڈیوڑھی کا دروازہ کھلوا لوں گا۔"

کاؤس یہ کہکر وہاں سے چل دیا۔

ماہ بانو نے کہا۔ "آیئے!" اور حسان کچھ کہے بغیر اُس کے ساتھ چل پڑا۔ تھوڑی دیر بعد وہ سُرنگ کے اندر داخل ہوئے۔ ماہ بانو نے دروازہ بند کرنے کے بعد چراغ کی روشنی میں حسان کی طرف دیکھا اور کہا۔ "آپ اسی وقت جانا چاہتے تھے؟"

"نہیں۔" اُس نے سر جھکاتے ہوئے جواب دیا۔ "یہ میرے دل کی آواز نہ تھی۔ میں صرف ایک اور امتحان سے بچنا چاہتا تھا۔"

ماہ بانو نے کہا۔ "کل شاید مجھے آپ کو الوداع کہنے کا موقع نہ ملے لیکن مجھے یقین ہے کہ یہ ہماری آخری مُلاقات نہیں ہوگی۔ اُس روز جب آپ اپنے گاؤں کی طرف روانہ ہوئے تھے تو ابا جان اس بات سے سخت پریشان تھے کہ میں نے آپ کو گاؤں کے حالات سے خبردار نہیں کیا۔ وہ بار بار یہ کہتے تھے کہ ہم اس نوجوان کو شاید دوبارہ نہ دیکھ سکیں لیکن میں اُس دن بھی اپنے دل میں یہ تسکین

محسوس کرتی تھی کہ آپ ضرور آئیں گے — میرے لئے یہ سمجھنا مشکل نہ تھا کہ آپ کو اپنے گاؤں میں قدم رکھنے کے بعد کن حالات کا سامنا کرنا پڑے گا لیکن اس کے باوجود مجھے یہ بات ناقابلِ یقین محسوس ہوتی تھی کہ ہم ہمیشہ کے لئے ایک دوسرے سے جُدا ہو چکے ہیں۔"

حسان نے کہا۔ "اگر اُس دن میں اپنا اُجڑا ہوا گھر دیکھنے کے بعد تورج کے گاؤں کا رُخ نہ کرتا اور پھر تورج کو قتل کرنے کے بعد آپ کے ہاں پناہ لینے پر مجبور نہ ہو جاتا تو آج آپ کو شاید میرے متعلق سوچنے کی بھی ضرورت محسوس نہ ہوتی — ماہ بانو! اگر آج میں تمہاری آنکھوں میں آنسو نہ دیکھتا تو مجھے یہ کہنے کی جُرأت نہ ہوتی کہ میری باقی زندگی کا کوئی لمحہ تمہاری یاد سے خالی نہیں ہوگا لیکن میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ چند ماہ یا چند برس بعد جب تم ماضی کے متعلق سوچو گی تو تمہیں یہ واقعات ایک مذاق معلوم ہوں گے۔"

"نہیں نہیں!" ماہ بانو نے سراپا احتجاج بن کر کہا۔ "یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔" اور پھر اپنا لرزتا ہوا ہاتھ حسان کے کندھے پر رکھ دیا۔

حسان نے کرب انگیز لہجے میں کہا۔ "ماہ بانو! میں تمہارا شکر گزار ہوں لیکن کاش تم اس قدر رحمدل نہ ہوتیں اور مجھے یہ احساس دلانے کی کوشش کرتیں کہ میں ایک غریب کسان کا بیٹا ہوں۔ جس کی زندگی کے تمام راستے ویرانوں میں گُم ہو کر رہ جاتے ہیں — میں یہ وعدہ کر سکتا ہوں کہ یہ ویرانے تمہاری یاد سے آباد رہیں گے۔ مجھے یہ کہنے میں بھی تامل نہیں کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں لیکن میری محبت کا دامن مستقبل کی آرزوؤں اور اُمیدوں سے خالی رہے گا۔"

ماہ بانو نے کہا۔ "لیکن میں مستقبل سے مایوس نہیں ہوں۔"

حسان نے جواب دیا۔ "ماہ بانو! تم قباد کی بیٹی ہو۔ تمہارے مستقبل کے راستے صحرا کے جھونپڑوں کی طرف نہیں بلکہ پُر رونق شہروں کے مرمریں ایوانوں کی طرف جاتے ہیں۔"

ماہ بانو نے کہا۔ "مستقبل سے میرا مطلب ہم دونوں کا مستقبل تھا۔"

"نہیں نہیں!" حسان نے ڈوبتی ہوئی آواز میں کہا۔ "میں اپنی سیاہ بختی میں تمہیں حصہ دار نہیں بناؤں گا۔"

ماہ بانو کے چہرے پر اچانک اُداسی چھا گئی اور اُس نے اپنا ہاتھ پیچھے ہٹا لیا۔ چند ثانیے سُرنگ کے اندر اُن کے گہرے سانس اور دل کی دھڑکنوں کے سوا کوئی آواز نہ تھی۔ بالآخر حسان نے کہا۔ "ماہ بانو اگر تم قباد کی بیٹی اور جہاں داد کی بہن نہ ہوتیں اور میرے دل میں تمہارے لئے تشکر اور احسانمندی کے جذبات اس قدر شدید نہ ہوتے تو بھی میں یہی کہتا کہ ہم مختلف راستوں پر چلنے کے لئے پیدا ہوتے ہیں۔"

ماہ بانو نے جواب دیا۔ "آپ کو یقین ہے کہ اب ہماری زندگی میں کوئی ایسا لمحہ بھی آسکتا ہے جب ہمیں ایک دوسرے کی رفاقت کی ضرورت محسوس نہیں ہوگی؟"

حسان نے غور سے ماہ بانو کی طرف دیکھا اور وہ جذبات جنہیں وہ اپنے دل کی گہرائیوں میں چھپانے کی کوشش کر رہا تھا، ایک سیلاب کی طرح پھوٹ نکلے۔ اُس نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔ "ماہ بانو! کیا میرا یہ کہہ دینا کافی نہیں کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں؟ میری بات غور سے سُنو! اگر مجھے یہ یقین ہو کہ اس سرنگ کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہنچنے میں میری زندگی کا تمام سفر ختم ہو جائے گا اور اس سے باہر میں ہمیشہ کے لئے زندہ رہ سکتا ہوں تو میں تمہارے ساتھ چند لمحات کی رفاقت کو ایک دائمی حیات پر ترجیح دیتا۔ میں ۔۔۔۔"

ماہ بانو نے جلدی سے اپنی خوبصورت اُنگلیاں اُس کے ہونٹوں پر رکھ دیں اور کہا۔ "حسان تمہیں اس سے زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں۔ میں صرف یہ جاننا چاہتی تھی کہ تم کسی دن قباد کی بیٹی اور جہانداد کی بہن کا مذاق نہیں اُڑاؤ گے۔ میں تمہارا انتظار کروں گی۔ میں اس اُمید کے ساتھ تمہارا انتظار کروں گی کہ تم ہمیشہ میرے تھے۔ مجھے ہمیشہ اس بات پر فخر رہے گا کہ اس مُلک کا ایک بہادر اور شریف انسان مجھ سے محبت کرتا تھا۔"

حسان نے اُس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ہونٹوں کے ساتھ پیوست کر لیا اور چند ثانیے بے حس و حرکت کھڑا رہا۔ پھر اُس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "ماہ بانو! میرا خیال تھا کہ میں اپنے دل کو فریب دے رہا ہوں۔ لیکن اگر مجھ جیسے بے بس انسان کی محبت کا انعام بھی محبت ہو سکتی ہے تو میں تمہیں یقین دلا سکتا ہوں کہ اس دُنیا کا کوئی پہاڑ، صحرا یا سمندر ہمارے درمیان حائل نہیں ہو سکے گا۔"

حسان مُسکرا رہا تھا اور اُس کی آنکھوں میں آنسو چھلک رہے تھے۔ ماہ بانو نے جھک کر چراغ

اُٹھاتے ہوئے کہا" چلئے!"

حسان کچھ کہے بغیر اُس کے ساتھ چل دیا۔ باقی راستہ اُنہوں نے کوئی بات نہ کی ۔۔ اور اُنہیں کوئی بات کرنے کی ضرورت بھی نہ تھی۔ وہ تہہ خانے میں داخل ہوئے تو سہیل ابھی تک گہری نیند سو رہا تھا۔ حسان نے سرنگ کا راستہ بند کیا اور ماہ بانو چراغ طاقچے میں رکھنے کے بعد سیڑھیوں کی طرف بڑھی۔ دروازے کے قریب پہنچ کر رُکی۔ پھر اُس نے مُڑ کر دیکھا، مُسکرائی اور غائب ہوگئی ۔۔ حسان بستر پر گر پڑا اور پھر دیر تک یہ دلفریب مُسکراہٹ اُس کی نگاہوں کے سامنے رقص کرتی رہی ◆



جب حسان کی آنکھ کھُلی تو سہیل اپنے بستر پر بیٹھا اُس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اُس نے کہا۔

"بھائی جان! میرا بخار ٹوٹ چکا ہے۔"

حسان نے محبت بھری نگاہوں سے اپنے بھائی کی طرف دیکھا اور اُٹھ کر بیٹھتے ہوئے اپنے ہاتھ پھیلا دئیے سہیل اُٹھ کر آگے بڑھا اور حسان نے اُسے اپنے سینے سے لگاتے ہوئے کہا" سہیل! میں آج رات یہاں سے روانہ ہوجاؤں گا اور اس مرتبہ شاید میں اپنا ارادہ تبدیل نہ کرسکوں۔"

"مجھے معلوم ہے۔ ماہ بانو نے مجھے بتایا ہے کہ اگر شام تک مجھے دوبارہ بخار نہ ہوگیا تو آپ ضرور روانہ ہوجائیں گے اور مجھے یقین ہے کہ مجھے بخار نہیں ہوگا۔"

"وہ یہاں آئی تھیں؟"

"ہاں بھائی جان اور اُن کے ساتھ اُن کا بھائی بھی تھا۔ آپ سو رہے تھے، میں آپکو جگانے لگا تھا لیکن اُنہوں نے منع کر دیا تھا۔ ماہ بانو کے بھائی نے کہا تھا کہ میں تھوڑی دیر بعد پھر آؤں گا۔ آج آپ بہت دیر تک سوئے ہیں۔ ماہ بانو کے بھائی نے مجھ سے پُوچھا تھا کہ تورج کیسے قتل ہوا تھا اور جب میں نے سارا واقعہ بتایا تو بہت خوش ہوئے تھے۔ ماہ بانو کی طرح وہ بھی مجھے تسلّی دیتے تھے کہ آپ کی غیر حاضری میں مجھے اس جگہ کوئی خطرہ نہیں وہ بالکل اپنی بہن کی طرح ہیں۔ شاید وہ آرہے ہیں" سہیل یہ کہہ کر ایک طرف ہٹ گیا اور سیڑھی کی طرف دیکھنے لگا۔ قدموں کی آہٹ نے حسان کو بھی اس طرف متوجہ کردیا۔

تھوڑی دیر بعد زربخت کمرے میں داخل ہُوا اور حسان اُٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ زربخت نے انتہائی بے تکلفی کے ساتھ آگے بڑھ کر مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھایا اور کہا" میرا نام زربخت ہے ۔۔ اور میرا خیال ہے کہ ہم بہت حد تک ایک دوسرے کے ساتھ متعارف ہوچکے ہیں۔ میرے نزدیک جہاں داد کے دوست کا درجہ بڑے بھائی سے کم نہیں۔"

"تشریف رکھئے!" حسان نے کہا۔

زربخت سہیل کے بستر پر بیٹھ گیا اور حسان اور سہیل اُس کے سامنے دوسرے بستر پر بیٹھ گئے۔ زربخت ایک خوش وضع نوجوان تھا اور اُس کے چہرے پر پہلی نگاہ ڈالنے کے بعد حسان کا تاثر یہ تھا کہ اگر اُن کی مُلاقات کسی دُور اُفتادہ مقام پر ہوتی تو بھی اُس کے دل کی دھڑکنیں اس بات کی گواہی دیتیں کہ وہ جہاں داد کے بھائی کے سوا اور کوئی نہیں ہوسکتا۔

زربخت نے کہا" میں آپکے متعلق سُنتے ہی یہاں آیا تھا لیکن آپ سو رہے تھے، میری بہن نے مجھے بتایا تھا کہ آپنے ساری رات بے آرامی میں گزاری ہے، اس لئے میں نے آپ کو جگانا مناسب نہ سمجھا۔ اب آپ ناشتا کرلیں، میں اتنی دیر میں گاؤں کا چکر لگا کر واپس آجاؤں گا اس کے بعد ہم سارا دن بھائی جان کے متعلق باتیں کریں گے۔ مدائن میں مجھے کئی آدمی ملے تھے جو جنگ کے ایام میں بھائی جان کے ساتھ تھے لیکن وہ مجھے اس سوال کا جواب نہیں دے سکے کہ ارمیاہ کی جنگ کے بعد اُن پر کیا گزری تھی ۔۔ وہ بھائی جان کے ایک عرب دوست کی بہادری کا بھی اعتراف کرتے تھے لیکن ارمیاہ کی جنگ کے بعد وہ بھی اُن کے ساتھ کہیں غائب ہوگیا تھا ۔۔ اب آپ آگئے ہیں اور میں آپکی زبان سے ساری داستان سُننا چاہتا ہوں۔ میں بہت جلد واپس آجاؤں گا۔"

زربخت یہ کہہ کر اُٹھنے لگا لیکن حسان نے اُسے ہاتھ کے اشارے سے روکتے ہوئے کہا" ٹھہرئیے! آپ نے مجھے یہ نہیں بتایا کہ ہرمزآپکے ساتھ کس طرح پیش آیا تھا۔ گزشتہ رات میرے دیر سے سونے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ آپ ایک ظالم انسان کے مہمان تھے۔"

زربخت نے جواب دیا" ہرمز اب ہم پر ہاتھ اُٹھانے کی جرأت نہیں کرے گا۔ اُس کے نزدیک

سپہ سالار کے خط کی حیثیت شاہی فرمان سے کم نہ تھی۔ اُس نے وعدہ کیا ہے کہ ہماری ساری جائداد واگزار کر دی جائے گی۔"

حسان نے پوچھا۔ "آپ کو یقین ہے کہ آئندہ اُس کے طرزِ عمل میں کوئی تبدیلی نہیں آئے گی؟"

ذوبخت نے جواب دیا۔ "ابا جان اُسے قطعاً قابلِ اعتماد نہیں سمجھتے۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ جب تک موجودہ سپہ سالار تبدیل نہیں ہوتا وہ ہمارے ساتھ بُرائی کی جُرأت نہیں کرے گا۔ ہرمز نے ہم پر اُس وقت زیادتی کی تھی جب اُسے اس بات کا یقین تھا کہ مدائن کے اُونچے ایوانوں تک ہماری فریاد نہیں پہنچ سکتی۔ لیکن مدائن میں شہنشاہ کے محافظ لشکر کا سالار ابا جان کو اپنا بڑا بھائی سمجھتا ہے۔ وہ ابا جان کا خط دیکھتے ہی مجھے اپنے ایک دوست کے پاس لے گیا جو ادمیاہ کی جنگ میں حصہ لے چکا تھا اور بھائی جان کو اچھی طرح جانتا تھا۔ پھر یہ دونوں مجھے سپہ سالار کے پاس لے گئے اور اُنہوں نے ہرمز کے نام خط لکھ کر میرے حوالے کرتے ہوئے کہا۔ عام حالات میں میں ہرمز کے نام ایسا خط نہ لکھتا۔ مجھے معلوم ہے کہ ایران کا کوئی سردار اُس سے زیادہ خود پسند اور مغرور نہیں لیکن ہرمز کا علاقہ عرب کی سرحد سے ملتا ہے اور وہاں ایک ایسا انقلاب رُونما ہو چکا ہے جس کے اثرات فرات کی زرخیز زمین تک پہنچ سکتے ہیں وہ اس حقیقت سے بے خبر نہیں ہو سکتا کہ عرب رُومی سلطنت کی سرحدوں پر چند کامیاب حملے کر چکے ہیں۔ چنانچہ میں نے اسے مشورہ دیا ہے کہ موجودہ حالات میں اُسے اُن لوگوں کا تعاون حاصل کرنا چاہیئے جو کسی خطرے کے وقت ہمارے کام آ سکتے ہیں۔ میں نے تمہارے بھائی کی خدمات کا بھی ذکر کیا ہے۔ میں نے اشارۃً اُسے یہ سمجھانے کی کوشش بھی کی ہے کہ مدائن کے کئی بااثر لوگ بالخصوص فوج کے وہ افسر جو روم کے خلاف جنگوں میں حصہ لے چکے ہیں بہزاد کے باپ پر تمہاری طرف سے کوئی سختی پسند نہیں کریں گے۔ ممکن ہے کہ میرے خط سے اُس کے رویّہ میں کوئی نرمی آ جائے۔ لیکن اگر تم یہ دیکھو کہ اُس کا رویّہ تبدیل نہیں ہوا تو میرا مشورہ یہی ہے کہ تم اُس کے ساتھ اُلجھنے کی بجائے اپنے باپ کو مدائن لے آؤ۔ مدائن سے روانہ ہوتے وقت میرا خیال یہی تھا کہ ہرمز جیسا بدمزاج آدمی سپہ سالار کے خط سے متاثر نہیں ہو گا اور جب تک میں شاہی محل کا دروازہ کھٹکھٹانے کے قابل نہیں ہوتا، ہماری پریشانیاں اسی طرح رہیں گی لیکن ہرمز پر اس خط کا جو اثر ہوا وہ

میری توقع سے کہیں زیادہ تھا۔ وہ یہ جاننے کے لئے بیتاب تھا کہ مدائن کے دربار میں کتنے اُمراء ہمارے طرفدار ہیں لیکن میں نے اُسے یہ نہیں بتایا کہ میں کن لوگوں کے وسیلے سے سپہ سالار تک پہنچا ہوں کیونکہ میں یہ جانتا تھا کہ ایک یا دو آدمیوں کو فوج سے نکلوا دینا اُس کے لئے کوئی بڑی بات نہیں نہیں۔ اُس نے مجھ سے یہ بھی پوچھا تھا کہ تم سپہ سالار کے پاس جانے کی بجائے سیدھے میرے پاس کیوں نہ آئے۔ میں نے اُسے جواب دیا کہ میں آپ سے ڈرتا تھا۔ پھر اُس نے پوچھا۔ "تم مجھے ظالم سمجھتے ہو؟"

میں نے جواب دیا۔ "اگر میں آپ کو ظالم سمجھتا تو سپہ سالار کا خط لے کر بھی آپ کے پاس نہ آتا۔ لیکن ڈر تھا کہ شاید میں آپ تک رسائی حاصل نہ کر سکوں۔"

حسان نے کہا۔ "میں خوش ہوں کہ آپ اُس سے مطمئن ہو کر آئے ہیں۔"

ذوبخت نے جواب دیا۔ "مجھے صرف یہ اطمینان ہے کہ ابا جان کچھ عرصہ آرام سے یہاں رہ سکیں گے۔ لیکن مجھے یہ خوش فہمی کبھی نہیں ہو سکتی کہ ہرمز جیسا انسان اپنی سرشت بدل سکتا ہے۔ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ مجھے فوج میں ترقی کرنے کا موقع مل جائے اور اس کے بعد اُنہیں اپنے پاس لے جاؤں۔ اس وقت میری حیثیت ایسی نہیں کہ مدائن میں اُن کے لئے کوئی اچھا سا مکان بھی حاصل کر سکوں اور پھر مجھے یہ بھی ڈر تھا کہ ہرمز کی دشمنی مول لینے کے بعد ہم اوّل تو اپنا گاؤں چھوڑ کر نہیں جا سکتے اور اگر ہم چھپ کر بھاگنے کی کوشش بھی کریں تو بھی کسریٰ کی سلطنت کا کوئی گوشہ ہمارے لئے محفوظ نہیں ہو گا اور یہاں پہنچ کر جب مجھے یہ معلوم ہوا کہ توجہ کے قابل آپ ہیں اور آپ کے چھوٹے بھائی کو کچھ دن اور یہاں رہنا پڑے گا تو میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ موجودہ حالات میں ہرمز کے ساتھ مصالحت کرنے کے سوا ہمارے لئے کوئی چارہ نہ تھا۔ اب اُس کے آدمی ہمارے گھر کا رُخ نہیں کریں گے۔ میں ایک ہفتہ یہاں ٹھہروں گا لیکن اگلے مہینے پھر دو چار دن کے لئے گھر آنے کی کوشش کروں گا۔ اس عرصہ میں اگر آپ واپس آ کر سہیل کو یہاں سے لے نہ گئے اور میں نے اس کے لئے کوئی خطرہ محسوس کیا تو میں اُسے مدائن لے جاؤں گا۔ وہاں اس کی تعلیم و تربیت کا انتظام بھی ہو سکے اور ممکن ہے کہ بڑا ہو کر یہ فوج کا کوئی اچھا عہدہ حاصل کرنے کے قابل ہو جائے اور پھر کسی روز آپ بھی یہ محسوس کریں کہ مدائن کے

حالات آپ کے لئے بھی ناساز گار نہیں ہیں۔"

حسان نے کہا "اگر سہیل سفر کے قابل ہوتا تو میں آپ کو تکلیف دینا پسند نہ کرتا لیکن اب میرے لئے تنہا جانا ایک مجبوری ہے۔ بہر حال آپ سے ملاقات کے بعد میں اُس کے متعلق زیادہ اطمینان محسوس کرتا ہوں۔"

"ابا جان اس بات سے ناراض ہیں کہ میں نے اُن کے بدترین دشمن کے ساتھ مصالحت کر لی ہے۔ لیکن موجودہ حالات میں میرے لئے اس کے سوا اور کوئی راستہ نہ تھا۔ اگر وہ میری غیر حاضری میں آپ کو بلائیں تو آپ انہیں سمجھانے کی کوشش کریں۔"

زربخت یہ کہہ کر اُٹھا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

ایک ساعت بعد حسان قباد اور زربخت کے ساتھ دستر خوان پر بیٹھا ہوا تھا۔ سہیل نقاہت کے باعث اُوپر نہ آسکا۔ اِس لئے اُس کا کھانا نیچے بھیج دیا گیا تھا اور ماہ بانو بھی اُس کا جی بہلانے کے لئے نیچے جا چکی تھی۔

حسان پہلی مرتبہ قباد کے چہرے پر اطمینان کی جھلک دیکھ رہا تھا۔ وہ اس بات سے خوش تھا کہ مدائن میں زربخت کی کارگزاری نے حالات کا رُخ بدل دیا ہے اور ہرمز جیسا سفاک آدمی اپنی روش تبدیل کرنے پر مجبور ہو گیا ہے لیکن اُسے اس بات کا ملال تھا کہ شہنشاہ کے دربار میں اُس کے خلاف آواز بلند کرنے کی بجائے صرف ایک نصیحت آمیز خط لکھنے پر اکتفا کیا ہے اور جب بحث کے دوران زربخت نے یہ کہا کہ اگر ہم ہرمز کو آئندہ کسی شکایت کا موقع نہ دیں تو وہ ہم پر کوئی زیادتی نہیں کرے گا تو قباد نے برہم ہو کر جواب دیا۔

"زربخت! تم ایک بھیڑیے کی فطرت نہیں بدل سکتے۔ میں یہ ماننے کے لئے تیار ہوں کہ ہم بے بس ہیں لیکن یہ تسلیم نہیں کر سکتا کہ ہم اگر اپنی حالت پر قانع ہو جائیں اور ظلم کے خلاف آواز نہ اُٹھائیں تو ہماری مصیبتیں ختم ہو جائیں گی اور وہ تلوار جو ہرمز نے سپہ سالار کے مشورہ پر نیام میں ڈال لی ہے چند دنوں، ہفتوں یا مہینوں کے بعد دوبارہ ہمارے خلاف بے نیام نہیں ہو گی؟"

زربخت نے مضطرب ہو کر کہا "ابا جان! میں اس سے زیادہ کیا کر سکتا تھا؟"

"میں جانتا ہوں تم اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ مجھے یہ بھی توقع نہ تھی کہ تم اتنی جلدی سپہ سالار تک رسائی حاصل کر سکو گے، لیکن تمہیں اس بات سے مطمئن نہیں ہونا چاہیئے۔"

زربخت نے جواب دیا "میں قطعاً مطمئن نہیں ہوں ابا جان! لیکن میں اس تلخ حقیقت سے آنکھیں بند نہیں کر سکتا کہ ہرمز ہمارا حاکم ہے اور اپنی تمام شکایات کے باوجود موجودہ حالات میں ہم اُس کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے۔ اگر آپ یہاں رہنا چاہتے ہیں تو اس کی واحد صورت یہی ہے کہ ہم اُس کا عتاب مول لینے کی کوشش نہ کریں اور اگر آپ مدائن جانا چاہیں تو بھی یہ ضروری ہے کہ ہم کوئی ایسی بات نہ کریں جس سے وہ ہمارا راستہ روکنے پر آمادہ ہو جائے۔ ہم کسی صورت میں بھی اُس کے ساتھ جنگ نہیں کر سکتے۔ ہم بدقسمتی سے ایسے ملک کے باشندے ہیں جہاں طاقتور ہمیشہ صحیح اور کمزور ہمیشہ غلط ہوتے ہیں۔ آپ مجھے اس بات کا موقع دیں کہ میں مدائن کے دربار میں زبان کھولنے کے قابل ہو جاؤں پھر میں آپکو مایوس نہیں کروں گا۔"

زربخت یہ کہہ کر حسان سے مخاطب ہوا "آپ بتائیں اگر آپ میری جگہ ہوتے تو کیا کرتے؟"

حسان نے جواب دیا "مجھے معلوم نہیں کہ میں ان حالات میں کیا کرتا۔ تاہم میں آپکی مجبوریاں سمجھ سکتا ہوں اور میرے خیال میں آپ کے لئے ہرمز کے ساتھ مصالحت کے سوا اور کوئی راستہ نہ تھا۔ اگر آپ ایک کمزور اور بے بس ہمسائے کی حیثیت اختیار کئے بغیر ایک طاقتور دشمن کے شر سے محفوظ رہ سکیں تو یہ آپکی خوش قسمتی ہو گی۔ آپ کا گھر محفوظ ہے تو اُس کے مکین بھی محفوظ ہیں اگر میرا بھائی چند دن اور یہاں ٹھہرنے پر مجبور نہ ہوتا تو بھی میری یہی خواہش ہوتی کہ آپ ہرمز کے مظالم سے محفوظ رہیں۔"

زربخت نے اپنے باپ سے مخاطب ہو کر کہا "ابا جان! آپ کو معلوم ہے کہ اگر ہرمز آپ کی طرف سے کوئی معمولی سا خطرہ بھی محسوس کرے تو وہ آپکو مدائن میں بھی پناہ لینے کا موقع نہیں دے گا؟"

"مجھے معلوم ہے۔" قباد نے دل برداشتہ ہو کر کہا "اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ میں خواہ کچھ کروں ہرمز کا دل میری طرف سے صاف نہیں ہو گا۔ تاہم میں یہ ماننے کے لئے تیار ہوں کہ موجودہ حالات میں تم اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ اب میں تھوڑی دیر آرام کرنا چاہتا ہوں۔ گزشتہ رات تم نے دو بیوقوف یہاں بھیج کر مجھے اتنا پریشان کیا تھا کہ میں ایک لمحہ کے لئے بھی آرام کی نیند نہیں سو سکا۔"

قباد اُٹھ کر دوسرے کمرے میں چلا گیا۔

زربخت اور حسان کچھ دیر خاموشی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے۔ بالآخر زربخت نے کہا۔

میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ مجھے آپ نے ایک بہت بڑی پریشانی سے بچا لیا ہے اب مجھے مدائن واپس جاتے ہوئے یہ اطمینان ہو گا کہ ابا جان مجھ سے خفا نہیں ہیں۔ میری سب سے بڑی کمزوری یہ ہے کہ میں ماہ بانو کا بھائی ہوں۔ لیکن اگر میں ابا جان کو یہ کہہ دیتا کہ ہمارے ساتھ ہرمز کی دشمنی اُس کے لئے بھی خطرے کا باعث ہو سکتی ہے تو انہیں زیادہ تکلیف ہوتی۔ وہ اس اُمید پر مطمئن ہو گئے ہیں کہ میں کسی دن ہرمز کے مظالم کا حساب چکانے کے قابل ہو جاؤں گا لیکن میں اگر انہیں خوش کرنے کی بجائے سچی بات کہنے کی جرأت کرتا تو مجھے اس تلخ حقیقت کا اعتراف کرنا پڑتا کہ میں اگر کسریٰ کا سپہ سالار بن جاؤں تو بھی میرے ہاتھ ہرمز کی گردن تک نہیں پہنچ سکیں گے۔"

حسان نے اپنے چہرے پر ایک مغموم مسکراہٹ لاتے ہوئے کہا۔ "میں کسریٰ کا سپہ سالار بننے کے خواب نہیں دیکھ سکتا لیکن اس کے باوجود میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ جب تک ہرمز کا عالیشان محل میرے گھر کی طرح ویران نہیں ہو جاتا، مجھے چین نہیں آسکے گا۔"

ماہ بانو کمرے میں داخل ہوئی اور اپنے بھائی کے قریب بیٹھتے ہوئے بولی۔ "ابا جان کہاں گئے؟"

زدبخت نے جواب دیا۔ "وہ اپنے کمرے میں چلے گئے ہیں، انہیں آرام کی ضرورت تھی" پھر وہ حسان سے مخاطب ہوا۔ "اب میں شروع سے لیکر آخر تک آپ کی سرگزشت سُننا چاہتا ہوں۔"

"بہت اچھا، لیکن میری سرگزشت کی اہمیت اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ میں جہاد کا ہمسفر تھا" حسان نے یہ کہہ کر اپنے ماضی کی وہ داستان شروع کر دی جسے وہ کئی بار دہرا چکا تھا اور جب اُس نے بھرائی ہوئی آواز میں یہ داستان ختم کی تو زدبخت اور ماہ بانو کی آنکھوں میں آنسو چھلک رہے تھے۔



حسان نے باقی دن اپنے بھائی کے ساتھ تہہ خانے میں گزارا۔ غروب آفتاب سے کچھ دیر قبل زدبخت بھی اُن کے پاس آگیا اور وہ دیر تک باتیں کرتے رہے۔

پھر جب رات کا ایک پہر گزر چکا تھا تو حسان سُرنگ سے باہر گھوڑے کی باگ تھامے اپنے میزبانوں کو الوداع کہہ رہا تھا۔ سہیل جو پہلی بار سُرنگ کے راستے باہر نکلا تھا، زدبخت کا سہارا لیکر اپنے بھائی کی

طرف دیکھ رہا تھا۔۔۔ حسان نے قباد کی طرف مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھایا تو اُس نے کہا۔ "بیٹا! تمہیں اپنے بھائی کے متعلق پریشان نہیں ہونا چاہیئے۔ ہم اس کی حفاظت کی ذمہ داری لے چکے ہیں اور ہماری زندگی میں اس کا بال بھی بیکا نہیں ہو گا۔۔۔ اگر کوئی خطرہ پیش آیا تو ہم اُسے زدبخت کے پاس مدائن بھیج دیں گے۔ میری یہی خواہش ہے کہ تم جلد واپس آؤ۔ لیکن تمہیں اپنے بھائی کی خاطر کوئی خطرہ مول نہیں لینا چاہیئے۔۔۔ چند ہفتوں یا مہینوں سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ تم اگر دو سال بعد آؤ تو بھی سہیل کو یہ شکایت نہیں ہو گی کہ ہم نے اُسے خوش رکھنے کی کوشش نہیں کی۔"

قباد کے بعد حسان زدبخت کی طرف متوجہ ہوا تو وہ مصافحہ کرنے کی بجائے بغلگیر ہو کر بولا۔ "بحرین کے تاجر اکثر مدائن آیا کرتے ہیں اور اگر آپ کسی قابلِ اعتماد آدمی کے ہاتھ اپنی خیریت کا پیغام بھیجنا چاہیں تو اُس کے لئے مجھے تلاش کرنا مشکل نہیں ہو گا۔۔۔ پھر اگر میں آپ کو یہ پیغام بھیجوں کہ آپ کے لئے مدائن آنے میں کوئی خطرہ نہیں تو آپ مجھ پر اعتماد کر سکتے ہیں۔"

"مجھے یقین ہے کہ یہ ہماری آخری ملاقات نہیں ہو گی۔" حسان یہ کہہ کر سہیل کی طرف متوجہ ہوا اور اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولا۔ "سہیل! تم اُداس تو نہیں ہو جاؤ گے؟"

"نہیں۔" اُس نے جواب دیا۔

ماہ بانو نے گھٹی ہوئی آواز میں کہا۔ "سہیل میرا بھائی ہے اور میں اُسے اُداس نہیں ہونے دوں گی۔"

حسان ایک نگاہ سے زیادہ ماہ بانو کی طرف دیکھنے کی جرأت نہ کر سکا۔ وہ جلدی سے گھوڑے پر سوار ہو گیا۔

چند ثانیے بعد اُسے رخصت کرنے والے درختوں کی اوٹ میں اُس کے گھوڑے کی ٹاپ سُن رہے تھے۔

باب (۵)

ایک دوپہر حسان، صحرا کی ایک بستی سے باہر ایک خانقاہ کے دروازے کے سامنے کنواں دیکھ کر گھوڑے سے اُتر پڑا۔ اُس نے ڈول سے پانی نکال کر اپنی اور گھوڑے کی پیاس بجھائی، پھر اناج کا توبڑا پانی سے تر کر کے گھوڑے کے منہ پر چڑھا دیا اور پاس ہی ایک درخت کے ساتھ باندھ کر اُس کے قریب بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ٹانگیں پھیلائے اونگھ رہا تھا کہ خانقاہ کے دروازے سے دو آدمی مٹکے اُٹھائے نمودار ہوئے اور پانی لیکر واپس چلے گئے۔ کچھ دیر بعد ایک عمر رسیدہ راہب لاٹھی ٹیکتا ہُوا باہر نکلا اور حسان کے قریب پہنچ کر بولا۔ "بیٹا! تم کھانا کھاؤ گے؟"

حسان نے جواب دیا۔ "میں پچھلی بستی سے کھا چکا ہُوں۔"

"پانی لا دوں؟"

"جی نہیں پی چکا ہُوں۔ اِس کنوئیں کا پانی بہت میٹھا ہے۔"

راہب نے بے تکلفی سے اُس کے قریب بیٹھتے ہوئے پوچھا۔ "تم کہاں سے آئے ہو؟"

"میں عراق سے آیا ہوں بحرین میں میرا ماموں رہتا ہے، میرا گھوڑا تھک گیا ہے۔ اِس لئے تھوڑی دیر کے لئے یہاں رُک گیا ہُوں۔"

"تم خود بھی کافی تھکے ہوئے معلوم ہوتے ہو۔ اگر یہاں کچھ دن قیام کرنا چاہو تو تمہارے آرام کا بندوبست ہو سکتا ہے۔ ہماری خانقاہ کے وسائل محدُود ہیں لیکن مہمانوں کے لئے اِس کا دروازہ ہمیشہ کھُلا رہتا ہے۔"

"میں آپ کا شکر گزار ہوں، لیکن میرا ارادہ ہے کہ شام سے پہلے چند کوس اور طے کر لوں اگر مجھے

کسی دن واپس آنے کا موقع ملا تو آپ کے پاس ضرُور ٹھہروں گا۔"

راہب نے کہا۔ "تمہاری صُورت دیکھ کر مجھے ایسا محسُوس ہوتا ہے کہ تم یا تو کسی خطرے سے بھاگ رہے ہو یا کسی مہم پر جا رہے ہو۔"

حسان نے جواب دیا۔ "میں اپنے ذاتی خطرات کو کئی منازل دُور چھوڑ آیا ہوں اِس وقت میری پریشانی کی وجہ یہ ہے کہ میرا چھوٹا بھائی پیچھے رہ گیا ہے۔ وہ ایک نیکدل ایرانی کی پناہ میں ہے لیکن اگر وہ پکڑا گیا تو ہمارا ایرانی حاکم اُسے بدترین سزا دینے سے بھی دریغ نہیں کرے گا۔"

راہب نے کہا۔ "اگر تم عراق کے کسی عرب قبیلے سے تعلق رکھتے ہو تو میرے لئے یہ سمجھنا مشکل نہیں کہ تم کس قسم کے حالات کا سامنا کر رہے ہو، لیکن زمانے کے حالات تیزی سے بدل رہے ہیں اور وہ دن دُور نہیں جب رُوم اور ایران کی سرحدوں کے عرب قبائل قیصر و کسریٰ کی غلامی کا جُوا اُتار کر پھینک دیں گے۔ اگر تم مظلُوم اور بے بس ہو تو میں تمہیں یہ مژدہ سُنا سکتا ہوں کہ اب ظالموں کا اندازِ حساب شروع ہونے والا ہے۔"

حسان نے کہا۔ "میرا گھر راکھ کا ڈھیر بن چکا ہے میرا باپ اور بھائی قتل ہو چکے ہیں میری بہن اپنی عزت بچانے کے لئے مکان کی چھت سے کُود کر ہلاک ہو چکی ہے اور میں نے جس وطن کی عزت اور آزادی کے لئے تلوار اُٹھائی تھی، وہاں اب میرے لئے سر چھُپانے کے لئے بھی کوئی جگہ نہیں آپ مجھے یہ تسلی نہیں دے سکتے کہ زمانے کا کوئی انقلاب اُن بھیڑیا خصلت انسانوں کی ذہنیت بدل دے گا جو ہماری بستیوں کو اپنی شکار گاہیں سمجھتے ہیں اپنے وطن میں میرے لئے دو ہی راستے تھے، ایک یہ کہ میں اپنے آپ کو اپنے بیرحم دُشمنوں کے حوالے کر دُوں۔ دوسرا یہ کہ میں زندہ رہوں اور انتقام کے لئے موزوں وقت کا انتظار کروں۔"

راہب نے کہا۔ "اگر چند ظالموں کے خاتمے سے ظلم ختم ہو سکتا تو یہ مسئلہ بہت آسان تھا لیکن میں یہ محسُوس کرتا ہوں کہ جو جنگل خاردار جھاڑیوں سے بھرا ہُوا ہو، وہاں چند کانٹے مسل دینے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ تم جن ظالموں کو قتل کرو گے اُن کی جگہ لینے کے لئے کئی اور آموجُود ہوں گے اور یہ بھی ہو سکتا ہے

کہ نئے بھیڑیئے پرانے بھیڑیوں سے زیادہ خونخوار ثابت ہوں۔ کیا تم یہ محسوس نہیں کرتے کہ انسانیت کو ایک نئی روشنی کی ضرورت ہے اور بھیڑیوں اور بھیڑوں کی یہ دنیا کسی ایسے نظام کی محتاج ہے جو ہر مظلوم کو پناہ دے سکتا ہو۔"

حسان نے ایک اداس مسکراہٹ کے ساتھ عمر رسیدہ راہب کی طرف دیکھا اور کہا۔ "اگر آپ مجھے عیسائیت کی تبلیغ کرنا چاہتے ہیں تو آپ کو مایوسی ہوگی۔ میں کئی برس رومیوں کی قید میں رہ چکا ہوں، اور یہ دیکھ چکا ہوں کہ قیصر کے غلام کسریٰ کے غلاموں سے زیادہ خوش قسمت نہیں ہیں۔"

راہب نے جواب دیا۔ "جب میں نے نئی روشنی کا ذکر کیا تھا تو میری مراد کوئی ایسا دین نہیں تھا جس کے اصول اور ضابطے قیصر کی خواہشات کے تابع ہوں۔ مجھے معلوم ہے کہ وہ قانون جس کا اولین مقصد بادشاہوں کے اقتدار کی حفاظت ہو، اس دنیا کو امن اور انصاف نہیں دے سکتا۔ میں آقاؤں اور غلاموں کی دنیا میں اپنی عمر کے ساٹھ سال گزارنے کے بعد یہ سمجھ چکا ہوں کہ جب تک اس دنیا میں ایک انسان پر دوسرے انسان کی بالادستی ختم نہیں ہوتی، ہم اسی طرح ظلم اور وحشت کی تاریکیوں میں بھٹکتے رہیں گے۔ شہنشاہیت قیصر کے ایوانوں سے نمودار ہو یا کسریٰ کے تخت کی زینت ہو، وہ بہرحال ایک لعنت ہے۔ امن، عدل اور انصاف کے تقاضے صرف اس آئین کی بالادستی سے پورے ہو سکتے ہیں جو طاقتور اور کمزور، ادنیٰ اور اعلیٰ، امیر اور غریب کا امتیاز مٹا سکتا ہو۔"

حسان نے پوچھا۔ "اگر آپ کا ذہن کسی ایسے آئین کے متعلق سوچ سکتا ہے تو قیصر اور کسریٰ اپنی سلطنتوں میں اس کی بالادستی کیسے تسلیم کر لیں گے؟"

راہب نے جواب دیا۔ "قیصر اور کسریٰ اپنے قوانین اور اپنی خواہشات پر کسی دوسرے قانون کی بالادستی تسلیم نہیں کریں گے لیکن وہ جس نے ہمیں پیدا کیا ہے، جس کے حکم سے رات کی تاریکی صبح کے اجالے میں تبدیل ہو جاتی ہے، اپنے بندوں کے حال سے غافل نہیں۔ تم نے کہا ہے کہ عراق کی زمین تمہارے لئے تنگ ہو چکی ہے اور تم بحرین جا رہے ہو؟"

"ہاں۔"

"تو پھر تم وہ نئی روشنی دیکھ سکو گے۔"

"معاف کیجئے میں آپ کی بات نہیں سمجھ سکا۔"

"روشنی دیکھنے کے لئے صرف آنکھیں کھولنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ بحرین میں تم ان لوگوں کو تلاش کر سکو گے جو تمہیں سلامتی کا راستہ دکھا سکتے ہیں۔ یہ لوگ اس دین کے علمبردار ہیں جس نے آقا اور غلام، کمزور اور طاقتور، عربی اور عجمی کا امتیاز مٹا دیا ہے۔ تم اپنے حال سے مایوس ہو۔ وہ تمہیں مستقبل کی روشنی دکھائیں گے۔ تم ظلم سے بھاگ رہے ہو اور وہ تمہیں ظلم کے خلاف سینہ سپر ہونا سکھائیں گے۔ یہاں تم تنہا ہو اور وہاں پہنچ کر تم یہ دیکھو گے کہ ایک عظیم قافلہ تمہارا انتظار کر رہا ہے۔ پھر اس قافلے کے ساتھ سفر کرتے ہوئے تمہیں یہ محسوس ہوگا کہ تمہارے سر پر خدا کا ہاتھ ہے۔"

"آپ عربوں کے نئے دین کے متعلق کہہ رہے ہیں؟"

"ہاں میں اس دین کے متعلق کہہ رہا ہوں جو اس دنیا کے مقہور اور مجبور انسانوں کا آخری سہارا ہے۔ تم خوش قسمت ہو کہ تم جوان ہو اور اس قافلے کے ساتھ سفر کر سکتے ہو جس کی منازل فرات اور دجلہ سے کہیں آگے ہیں۔ میں اس عمر میں صرف اس کے راستے کا غبار دیکھنے کی تمنا کر سکتا ہوں۔"

حسان نے کچھ سوچ کر کہا۔ "میں خسرو پرویز کی فوج کا سپاہی تھا اور مجھے ارمیاہ کی جنگ کے بعد رومیوں نے گرفتار کر لیا تھا۔ میں اپنی قید کے طویل زمانے میں باہر کے حالات سے بے خبر رہا ہوں۔ ندی جہاز سے فرار ہونے کے بعد میں نے اپنے وطن کے راستے میں جن لوگوں کے ساتھ ملاقاتیں کی تھیں ان کی زبانی عرب کے کچھ حالات معلوم ہوتے تھے لیکن جب وہ شام کی سرحد پر مسلمانوں کے حملوں کا ذکر کرتے تھے تو مجھے یقین نہیں آتا تھا۔ ایک رات میں نے ایک راہب کے پاس قیام کیا تھا اور اس نے مجھے یہ بتایا تھا کہ وہ نبی جس نے عربوں میں ایک نئی روح پھونک دی تھی وفات پا چکا ہے اور کئی قبائل اس کے دین سے منحرف ہو گئے ہیں۔ ان کا اتحاد مسلمانوں کو چاروں طرف سے سمیٹ کر یثرب کی وادی میں پناہ لینے پر مجبور کر دے گا۔ پھر جب باغی قبائل چاروں طرف سے یثرب پر یلغار کریں گے تو یہ لوگ ایک دن کے لئے بھی ان کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔ صحرائے شام سے گزرتے وقت مجھے بنو تمیم اور

اہلِ یمامہ کی بغاوت کی اطلاع ملی تھی۔ پھر چند منازل طے کرنے کے بعد ایک بدوی نے مجھے یہ بتایا کہ بنو تمیم شکست کھا چکے ہیں لیکن یمامہ میں باغی قبائل کا ایک بہت بڑا لشکر موجود ہے۔ بحرین نے بھی بغاوت کر دی ہے۔ ان حالات میں کوئی معجزہ ہی مسلمانوں کو تباہی سے بچا سکتا ہے۔"

بوڑھے راہب نے حسان کے چہرے پر نظریں گاڑتے ہوئے کہا۔ "بیٹا! بحرین پہنچ کر تم کئی معجزات دیکھو گے۔ یمن کے طول و عرض میں باغیوں کے جھنڈے سرنگوں ہو چکے ہیں۔ یمامہ میں چالیس ہزار باغیوں کا لشکر نیست و نابود ہو چکا ہے۔ مسیلمہ جس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا قتل ہو چکا ہے۔ بحرین میں جو مسلمان ابھی تک اپنے دین پر قائم ہیں اُن کی تعداد باغیوں کے مقابلے میں بہت کم ہے لیکن جو لشکر یمامہ تک پہنچ چکا ہے اُس سے ہمیں یہ توقع نہیں رکھنی چاہیئے کہ وہ بحرین کے مسلمانوں کو اپنے حال پر چھوڑ کر واپس چلا جائے گا۔ پھر بحرین کے وہ قبائل جنہوں نے اسلام کے خلاف بغاوت کا جھنڈا بلند کیا ہے عرب کے دوسرے باغی قبائل سے زیادہ طاقتور نہیں ہیں۔"

حسان کچھ دیر راہب کی طرف دیکھتا رہا۔ بالآخر اُس نے کہا۔ "آپ عیسائی ہوتے کے باوجود مسلمانوں کے طرف دار ہیں؟"

راہب نے جواب دیا۔ "میں عیسائی ہونے کے باوجود ایک حقیقت پسند انسان ہوں اور اسلام اس دور کی سب سے بڑی حقیقت ہے۔ جب سورج اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ نمودار ہو چکا ہو تو ہم آنکھیں بند کر کے یہ دعویٰ نہیں کر سکتے کہ ابھی صبح نہیں ہوئی۔ میری تمام دعائیں اللہ کے اُن نیک بندوں کے ساتھ ہیں جو اس زمین پر عدل و مساوات کے جھنڈے گاڑ رہے ہیں۔ ایک تارک الدنیا سے اس عمر میں یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ وہ تلوار اُٹھا کر اس قافلے میں شامل ہو جائے لیکن مجھے مرتے دم تک اس بات کا انتظار رہے گا کہ حجاز کا کوئی مسافر اس خانقاہ کے دروازے پر دستک دے اور میں یہ کہہ کر اُسے سینے سے لگا لوں کہ میں برسوں سے تمہارا منتظر تھا۔ اگر میں تمہارا ہم عمر ہوتا اور میرے قویٰ تمہاری طرح مضبوط ہوتے تو میں تم سے یہ کہتا کہ ہم دونوں اپنے اپنے توہمات کے سراب میں بھٹک رہے ہیں۔ اگر تمہیں کسی سدا بہار نخلستان کی تلاش ہے تو میرے ساتھ چلو۔ لیکن مکہ اور مدینہ یہاں سے بہت دور

ہیں اور میری نحیف ٹانگیں چند قدم سے زیادہ میرا بوجھ نہیں اُٹھا سکتیں میں اس خانقاہ کے دروازے پر بیٹھ کر اُس قافلے کا انتظار کروں گا جس کی راہ کے غبار میں انسانیت کی ساری عظمتیں پوشیدہ ہیں لیکن تم جوان ہو۔ تم اپنے راستے کے پہاڑ، دریا اور صحرا عبور کر سکتے ہو۔ تم جنگ کے میدانوں میں اللہ کے اُن بندوں کا ساتھ دے سکتے ہو جن کی نگاہوں کی ہیبت سے شیروں کے دل دہل جاتے ہیں۔"

حسان نے پُر اُمید ہو کر کہا۔ "مجھے معلوم نہیں کہ عرب میں اسلام کا مستقبل کیا ہے لیکن اگر عدل و مساوات کے علمبرداروں کا کوئی قافلہ عراق کی طرف روانہ ہوا تو میں یہ سوچے سمجھے بغیر اُس کے ساتھ چل پڑوں گا کہ ایران کی عظیم سلطنت سے جنگ کی صورت میں اُس کی کامیابی کے امکانات کیا ہیں۔"

راہب نے جواب دیا۔ "جب تم اس قافلے کے ساتھ شامل ہو جاؤ گے تو تم یہ محسوس کرو گے کہ تمہارا ہر قدم فتح کی طرف اُٹھ رہا ہے اور پھر آنے والے اَدوار میں امن اور آزادی کے متلاشی تمہارے قدموں کے نشان سے اپنا راستہ تلاش کریں گے۔"

حسان نے اُٹھتے ہوئے کہا۔ "اب مجھے اجازت دیجئے، اگر مجھے نجات کا راستہ مل گیا تو میں کسی دن اظہارِ تشکر کے لئے آپ کے پاس آؤں گا۔ لیکن اِس وقت میری زندگی کا سب سے بڑا مسئلہ اُس کمسن بھائی کو ایک ایسے دشمن سے نجات دلانا ہے جسے دُنیا کی کسی طاقت کا خوف ظلم سے نہیں روک سکتا۔"

راہب نے کہا۔ "اب شام ہونے والی ہے تم آج رات یہاں نہیں ٹھہرو گے؟"

"نہیں مجھے اجازت دیجئے اور میرے لئے یہ دُعا کیجئے کہ میرا بھائی مجھے مل جائے۔"

"میں تمہارے لئے دُعا کروں گا۔ تمہارا نام کیا ہے؟"

"مجھے حسان کہتے ہیں۔ آپ اپنا نام بتا سکتے ہیں؟"

راہب نے جواب دیا۔ "میرا نام یوحنا ہے۔"

تھوڑی دیر بعد حسان عمر رسیدہ راہب کو خدا حافظ کہہ رہا تھا۔

○

حسان نے اپنے ماموں کے ہاں پہنچتے ہی یہ محسوس کیا کہ وہاں کسی بڑی ضیافت کا انتظام ہو رہا ہے۔

قیس بن ارقم کے قلعہ نما مکان کی چار دیواری سے باہر کھجوروں کے باغ میں کوئی ڈیڑھ سو گھوڑے بندھے ہوئے تھے۔ وہ گھوڑے سے اُترا تو ایک آدمی نے آگے بڑھ کر باگ پکڑتے ہوئے کہا "مہمان کھانے پر بیٹھ گئے ہیں، آپ اندر تشریف لے جائیں۔"

"یہ قیس بن ارقم کا گھر ہے نا؟" اُس نے سوال کیا۔

"جی ہاں یہ اُنہی کا گھر ہے۔"

"اور مہمان کون ہیں؟"

"آپ نہیں جانتے، آج یہاں علاقے کے سرکردہ لوگ جمع ہیں۔"

"میں اس اجتماع کی وجہ دریافت کرنا چاہتا ہوں۔"

"اگر تمہیں وجہ معلوم نہیں تو تمہیں اندر جانے کی ضرورت نہیں۔ اِس موقع پر کسی اجنبی کو اِس بستی کے اندر پاؤں نہیں رکھنا چاہیئے۔"

"میں اجنبی نہیں ہوں، یہ میرے ماموں کا گھر ہے۔"

"تمہارے ماموں کا گھر! کیا تم عراق سے آئے ہو؟"

"ہاں۔"

"معاف کیجئے مجھے یہ شک ہوا تھا کہ آپ مسلمانوں کے جاسوس ہیں۔ آپ کے ماموں کے گھر حطم بن ضبیعہ کی دعوت ہے اور علاقے کے رئیس اُن کے ساتھ ملاقات کے لئے آئے ہوئے ہیں۔ حطم آپکے ماموں اور دوسرے سرداروں کو مسلمانوں کے خلاف جنگ میں حصہ لینے پر آمادہ کرنے کے لئے یہاں آیا ہے۔"

"حطم بن ضبیعہ کون ہے؟"

"وہ بحرین کے حکمران نعمان بن منذر کا دستِ راست اور اُن قبائل کا رہنما ہے جو مسلمانوں کو بحرین سے نکالنے کا عہد کر چکے ہیں۔ بحرین کے غیر ملکی باشندے بالخصوص ایرانی تاجر بھی اُسے اپنا رہنما سمجھتے ہیں۔"

حسان نے کہا "میں نے بنو تمیم، مسیلمہ اور دوسرے باغیوں کے خلاف مسلمانوں کی فتوحات کی جو خبریں

سُنی ہیں، اگر وہ درست ہیں تو اہلِ بحرین کے لئے اُن کے خلاف جنگ کرنا خودکشی کے مترادف ہوگا اور مجھے یقین ہے کہ میرے ماموں اور اُن کے قبیلے کے لوگ ہلاکت کا راستہ اختیار کرنے والوں کا ساتھ نہیں دیں گے۔"

نوجوان نے جواب دیا "اگر تم نے اپنے ماموں کو مسلمانوں کی قوت سے مرعوب کرنے کی کوشش کی تو مجھے اندیشہ ہے کہ وہ تمہیں اپنا بھانجا تسلیم کرنے سے بھی انکار کر دیں گے۔ وہ حطم بن ضبیعہ کا ساتھ دینے کا فیصلہ کر چکے ہیں اور اس دعوت کا مقصد یہ ہے کہ قبیلے کے جو معززین ابھی تک تذبذب میں ہیں، اُنہیں حطم کے جھنڈے تلے جمع ہونے پر آمادہ کیا جائے۔ مجھے یقین ہے کہ جو لوگ یہاں جمع ہوئے ہیں اُن میں سے کوئی یہ سُننا پسند نہیں کرے گا کہ وہ مسلمانوں کی طاقت سے ڈر گیا ہے اور پھر بحرین کے حالات اتنے مایوس کُن بھی نہیں۔ ہمارا اوّلین مقصد مقامی مسلمانوں کو مغلوب کرنا ہے۔ اس کے بعد اگر حجاز سے مسلمانوں کے کسی لشکر نے ہم پر چڑھائی کی تو ایران کی عظیم سلطنت ہماری پُشت پر ہوگی۔ ایران کسی صورت یہ برداشت نہیں کرے گا کہ بحیرہ احمر سے لیکر خلیج فارس کے ساحل تک سارا عرب مسلمانوں کے قبضہ میں آجائے۔ بحرین کے تازہ حالات سے پریشان ہو کر مقامی مسلمان جُواثی[1] کے قریب جمع ہو چکے ہیں اور اُن کے گرد حطم بن ضبیعہ کے لشکر کا گھیرا بتدریج تنگ ہو رہا ہے۔ اگر حطم نے اُنہیں کسی تاخیر کے بغیر مغلوب کر لیا تو یہ فتح پورے عرب پر اثر انداز ہوگی اور وہ قبائل جو مسلمانوں کی گزشتہ فتوحات کے باعث بددل ہو چکے ہیں وہ دوبارہ اُٹھ کھڑے ہوں گے۔"

حسان نے سوال کیا "بحرین میں مسلمانوں کا راہنما کون ہے؟"

"اُن کے راہنما کا نام علا ابن حضرمی تھا۔ وہ چند سال قبل مسلمانوں کے نبیؐ کا ایلچی بنکر آیا تھا اور اُس کی تبلیغ سے کئی قبیلے مسلمان ہو گئے تھے لیکن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی وفات کے بعد بحرین کے بدلتے ہوئے حالات نے اُس کو واپس جانے پر مجبور کر دیا تھا۔ اب اُس کی جگہ بنو عبد القیس کا ایک بااثر سردار جارود بن معلی لے چکا ہے اور اُس کا سارا قبیلہ اپنے دین پر قائم ہے لیکن وہ شخص جسے حطم اور اس کے ساتھی سب سے زیادہ خطرناک سمجھتے ہیں، مثنیٰ بن حارثہ شیبانی ہے۔ اگر وہ مسلمانوں کا ساتھ

---

[1] بحرین کا ایک قصبہ

نہ دیتا تو اب تک ہم اُنہیں نابُود کر چکے ہوتے۔"

"وہ کہاں ہے؟"

"اُس کی بستی یہاں سے چار منزل دُور ہے لیکن ان دنوں وہ اپنے گھر قیام کرنے کی بجائے بحرین کے طول و عرض میں مُسلمانوں کو منظم کر رہا ہے۔ وہ بلا جھجک اُن سرداروں کی بستیوں میں چلا جاتا ہے جو نعمان اور حطم کے ساتھ شامل ہو چکے ہیں اور اب تک شاید کئی با اثر سرداروں اور اُن کے خاندانوں کو دوبارہ اسلام کے دائرے میں لا چکا ہے۔ ایک دن ہم یہ خبر سُنتے ہیں کہ حطم نے فلاں علاقے کے لوگوں کو اپنے ساتھ ملا لیا ہے تو چند دن بعد ہمیں یہ اطلاع ملتی ہے کہ مثنیٰ بن حارثہ بھی اُس علاقے کے دورے پر روانہ ہو چکا ہے اور باغی قبائل از سرِ نو اسلام کی طرف راغب ہو رہے ہیں لیکن معاف کیجئے یہ باتوں کا وقت نہیں آپ اندر جا کر مہمانوں کے ساتھ کھانا کھائیں میں آپ کے گھوڑے کے لئے چارہ اور پانی کا انتظام کرتا ہوں۔"

حسان نے کہا۔ "لیکن اندر جانے سے پہلے میں تم سے ایک سوال پُوچھنا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ اگر ان لوگوں نے مُسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے کا فیصلہ کر لیا تو تم کس کا ساتھ دو گے؟"

نوجوان نے جواب دیا۔ "میں ذاتی طور پر مُسلمانوں کے خلاف اپنے دل میں نفرت یا عداوت کا جذبہ محسُوس نہیں کرتا لیکن آپ کا ماموں ہمارا سردار ہے اور اگر اُس نے مُسلمانوں کے خلاف تلوار اُٹھانے کا فیصلہ کر لیا تو میرے لئے اپنے قبیلے کا ساتھ چھوڑنا ناممکن نہیں ہوگا۔"

"میں نے برسوں سے اپنے ماموں کو نہیں دیکھا اور میرے لئے مہمانوں کی بھیڑ میں اُنہیں پہچاننا اور بھی مشکل ہوگا۔ اب اگر وہ مہمانوں کے ساتھ کھانے پر بیٹھ گئے ہیں تو مجھے اُن کے فارغ ہونے کا انتظار کرنا چاہیئے۔"

نوجوان نے کہا۔ "کھانا ابھی شروع ہوا ہے۔ آپ میرے ساتھ اندر تشریف لے چلیں جب وہ فارغ ہو جائیں گے تو میں آپ کا تعارف کروا دوں گا۔ آیئے!"

حسان اُس کے ساتھ کشادہ حویلی میں داخل ہوا اور شامیانے کے نیچے وسیع دسترخوان پر ایک طرف بیٹھ گیا۔

بیشتر مہمانوں کی گفتگو کا موضوع یمامہ کا خونریز معرکہ تھا بعض دبی زبان سے اور بعض ذرا کھُل کر

خالد بن ولیدؓ کی عظمت اور اُن کے جھنڈے تلے لڑنے والے مجاہدوں کی شجاعت کا اعتراف کر رہے تھے لیکن جب بحرین کا ذکر آتا تو یہ لوگ ایک دوسرے کو یہ کہہ کر تسلی دینے کی کوشش کرتے تھے کہ مسلمان اس طرف پیشقدمی کی جرأت نہیں کریں گے۔ خطرے کے وقت عراق کے قبائل اور ایران کی عظیم سلطنت کی افواج ہماری پُشت پر ہوں گی اور وہ ہمیں خشکی اور سمندر کے راستوں سے کمک بھیج سکیں گے۔ ایران کبھی یہ گوارا نہیں کرے گا کہ مسلمان بحرین کو روندتے ہوئے اُس کی سرحدوں تک پہنچ جائیں۔"

تھوڑی دیر بعد جب مہمان کھانے سے فارغ ہو کر ہاتھ دھو رہے تھے تو حسان کا استقبال کرنے والے نوجوان نے اُسے ایک معمر لیکن قوی ہیکل آدمی کی طرف متوجہ کرتے ہوئے کہا۔ "وہ آپکے ماموں ہیں۔"

حسان جھجکتا ہُوا اپنے ماموں کے پاس پہنچا اور مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے بولا۔ "ماموں جان! میں حسان بن عتبہ ہوں۔"

ایک ثانیہ کے لئے قیس بن ارقم کی نگاہیں حسان کے چہرے پر مرکوز ہو کر رہ گئیں پھر اُس نے ہاتھ پھیلا کر اُسے گلے لگا لیا اور کہا۔ "بیٹا! تم اتنی مدت کہاں غائب رہے۔ تمہارے باپ کی آخری اطلاع یہ تھی کہ تم لاپتہ ہو لیکن پہلے یہ بتاؤ کہ تم کھانا کھا چکے ہو یا نہیں۔"

"میں کھانا کھا چکا ہوں۔"

"تم سر سے پاؤں تک اپنے باپ کی تصویر ہو۔ لیکن تمہارا سینہ اُس سے کشادہ اور قد اُس سے بڑا ہے۔ میرا خیال تھا کہ عتبہ کی طرح اُس کے بیٹے بھی ہمیں بھُول گئے ہیں لیکن تم ایسے وقت آئے ہو جبکہ ہمیں تمہاری ضرورت تھی۔" یہ کہہ کر قیس اپنے مہمانوں کی طرف متوجہ ہُوا۔ "جانتے ہو یہ کون ہے؟ یہ میرا بھانجا ہے۔ یہ کسریٰ پرویز کے جھنڈے تلے لڑ چکا ہے۔ یہ اُن عظیم معرکوں میں حصّہ لے چکا ہے جہاں لاکھوں سپاہی ایک دوسرے کے سامنے کھڑے ہوتے تھے۔ ہمیں مسلمانوں کے ساتھ نبرد آزما ہونے کے لئے ایسے سپاہی کی ضرورت جو منظم افواج کے ساتھ لڑنے کا تجربہ رکھتا ہو اور اس نازک مرحلہ پر اُس کی آمد اس بات کا ثبوت ہے کہ قدرت کو اہلِ بحرین کی فتح منظور ہے۔"

حاضرین کی نگاہیں حسان پر مرکوز ہو چکی تھیں ایک سردار نے آگے بڑھ کر اُس کے ساتھ مصافحہ کیا اور

دوسرے اِس کی تقلید کرنے لگے۔ ایک نوجوان جو چند قدم دُور مہمانوں کے ہاتھ دُھلا رہا تھا، پانی کا کُوزہ دوسرے آدمی کے ہاتھ میں تھما کر آگے بڑھا اور تذبذب کی حالت میں حسان کی طرف دیکھنے لگا۔ قیس نے کہا: "حکم! یہ تمہاری پھوپھی کا بیٹا ہے اور تمہیں اِس سے بہت کچھ سیکھنا ہے۔" حکم نے مرعوب سا ہو کر مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھایا لیکن حسان نے اُسے کھینچ کر گلے لگا لیا۔

خاندان کے دوسرے افراد باری باری حسان سے بغلگیر ہونے لگے۔ پھر قیس حسان کو بازو سے پکڑ کر ایک قوی ہیکل آدمی کے سامنے لے گیا جس کے لباس سے اَمارت اور چہرے سے سفاکی اور عیّاری مترشح تھی: "یہ ہمارے راہنما حلم بن ضبیعہ ہیں۔"

حلم نے حسان کے ساتھ مصافحہ کرتے ہوئے کہا: "میں تمہاری آمد کو ایک اچھا شگون سمجھتا ہوں۔ ہمیں تجربہ کار سپاہیوں کی بیحد ضرورت ہے۔"

حسان نے کہا: "لیکن میں ۔۔۔"

حلم نے اُسکی بات کاٹتے ہوئے کہا: "معاف کیجیے میرا یہ مطلب نہیں کہ تم ایک عام سپاہی کی حیثیت سے ہمارے ساتھ شریک ہو گے۔ اگر تم میدانِ جنگ میں اپنے ماموں کی توقعات پر پُورا اُتر سکے تو ہمیں ناشکر گزار نہیں پاؤ گے۔"

قیس نے کہا: "میں حسان کا امتحان لئے بغیر یہ اعلان کرتا ہوں کہ میرے خاندان کے لوگ اُسے اپنا سالار تسلیم کرتے ہیں۔"

حسان اپنے دل میں ناخوشگوار دھڑکنیں محسُوس کر رہا تھا۔ وہ یہ کہنا چاہتا تھا کہ میں مُسلمانوں کے خلاف جنگ میں حصہ لینے کے لئے نہیں بلکہ سر چھپانے کی جگہ کی تلاش میں یہاں پہنچا ہوں لیکن اتنے آدمیوں کے سامنے اُسے اپنے ماموں کی تذلیل گوارا نہ تھی۔ اس لئے وہ خاموش رہا۔ تھوڑی دیر بعد چند مہمان سائبان کے نیچے سستا رہے تھے اور باقی حویلی سے باہر درختوں کی چھاؤں میں جمع ہو رہے تھے۔ حسان ایک دیوار کے سائے میں اپنے ماموں کے بیٹے حکم اور اُس کے خاندان کے چند اور نوجوانوں سے باتیں کر رہا تھا۔ قیس مہمانوں کی دیکھ بھال کے لئے حویلی کے اندر اور باہر چکّر لگا رہا تھا۔ اچانک وہ حسان

کی طرف متوجہ ہوا اور آگے بڑھ کر بولا: "بیٹا! تم بھی تھوڑی دیر آرام کر لو۔ ہمیں شام کے وقت یہاں سے کُوچ کرنا ہے۔ حکم بیٹا! تم اپنے بھائی کو اندر لے جاؤ، اتنی بھیڑ میں اُسے آرام نہیں ملے گا۔"

حسان نے کہا: "ماموں جان! میں نے آپ کو یہ نہیں بتایا کہ میں کن حالات میں یہاں پہنچا ہوں۔ میں مہمانوں کے سامنے آپ کو پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا۔"

قیس مضطرب سا ہو کر اُس کی طرف دیکھنے لگا۔ پھر اُس نے کہا: "تم کوئی بُری خبر لائے ہو؟"

حسان نے جواب دیا: "میں آپ کو یہ بتانے آیا تھا کہ ہمارا گھر ایرانیوں کے ہاتھوں تباہ ہو چکا ہے۔ ابا اور سعد قتل ہو چکے ہیں۔ میری بہن نے اپنی عزت بچانے کے لئے خودکشی کر لی تھی اور میرا کمسن بھائی زخمی ہونے کے بعد ایک نیک دل آدمی کے گھر میں چھُپا ہُوا ہے۔"

قیس کچھ دیر کرب و اضطراب کی حالت میں خاموش کھڑا رہا۔ بالآخر اُس نے کہا: "لیکن تم کسریٰ کی فوج میں تھے، پھر ایرانی تمہارے دشمن کیسے بن گئے؟"

حسان نے جواب دیا: "ایک عرب کسریٰ کے لئے جان کی بازی لگا کر بھی اپنے خاندان کو ایرانیوں کے مظالم سے نہیں بچا سکتا۔"

قیس نے کہا: "جب ایک کمزور آدمی یہ بھُول جاتا ہے کہ وہ ایک طاقتور کے ساتھ ٹکر لینے کے لئے پیدا نہیں ہُوا تو اُس کا انجام تباہی کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ جب ثعلبہ آخری بار یہاں آیا تھا تو اُس کی باتوں سے ظاہر ہوتا تھا کہ اُسے عراق کے قبائل پر ایرانیوں بالادستی پسند نہیں۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ اُس نے یہ کہا تھا کہ قباد کے سوا عراق کے تمام ایرانی زمیندار عرب کسانوں کے ساتھ انتہائی ظالمانہ سلوک کرتے ہیں اور وہ دن دُور نہیں جب عرب قبائل اُن کے خلاف اُٹھ کھڑے ہونگے۔ میں نے اُسے یہ سمجھایا تھا کہ اگر کبھی ایسے حالات پیدا ہو جائیں تو تمہیں کسی صورت میں بھی باغیوں کا ساتھ نہیں دینا چاہیئے۔ ایرانی سلطنت ایک پہاڑ ہے اور اِس پہاڑ کے ساتھ ٹکرانے والوں کو سر پھوڑنے کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوگا۔"

پھر جب میں نے یہ سُنا کہ تم کسریٰ کی فوج میں شامل ہو چکے ہو تو میں نے اطمینان کا سانس لیا

تھا کہ تم نے صحیح راستہ اختیار کیا ہے اور اب ایرانی حکومت اور تمہارے خاندان کے تصادم کا کوئی امکان نہیں۔ مجھے یقین تھا کہ کسریٰ کی فوج میں نام پیدا کرنے کے بعد تم اپنے خاندان کے لیے بڑی سے بڑی مراعات حاصل کر سکو گے لیکن اب اگر تم مجھے یہ خبر سنانے آئے ہو کہ ایرانیوں نے تم پر ظلم کیا ہے تو میرا پہلا سوال یہ ہے کہ تمہارے ساتھ اُن کی دشمنی کی وجوہات کیا تھیں؟ کیا تم نے کسی میدان میں پیٹھ دکھائی تھی یا تمہارے باپ نے پرویز کی شکست کے بعد یہ سمجھ لیا تھا کہ اب ایرانی اس قدر کمزور ہو چکے ہیں کہ عراق کے کسان بھی اُنہیں دھکے دے سکتے ہیں؟"

ایک ثانیہ کے لیے حسان کی رگوں کا سارا خون سمٹ کر اُس کے چہرے پر آ گیا۔ اُس نے بڑی مشکل سے اپنا غصہ ضبط کرتے ہوئے کہا: "ماموں جان! میں نے کسی میدان میں پیٹھ نہیں دکھائی اور میرے باپ اور بھائی نے بھی ایران کی سلطنت کے خلاف کوئی جرم نہیں کیا تھا۔ اُن کا گناہ صرف یہ تھا کہ وہ عرب ہونے کے باوجود اپنے انسانی حقوق کی حفاظت کرنا چاہتے تھے۔ حکمرانوں کے مظالم کے جواز کے لیے یہ وجہ کافی نہیں کہ محکوموں کے کمزور ہاتھ اُن کے گریبان تک نہیں پہنچ سکتے۔ آپ کو سارے واقعات سننے سے پہلے ہی یہ فیصلہ نہیں کر لینا چاہیے تھا کہ ہم قصوروار ہیں۔ آپ کو یہ بھی سمجھنا چاہیے کہ میں اپنے باپ بھائی اور بہن کے قتل کا انتقام لینے کے لیے آپ کی اعانت کا طلبگار ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ آپ میری کوئی مدد نہیں کر سکتے، خصوصاً ان حالات میں جبکہ آپ مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لیے ایرانیوں کا سہارا لینے کی ضرورت محسوس کرتے ہیں۔ لیکن میں یہ ضرور کہوں گا کہ اگر ایرانی مسلمانوں کے خلاف اہلِ بحرین کے حلیف بن جائیں تو بھی میرے دل میں اُن کے خلاف نفرت اور عداوت کے جذبات کم نہیں ہوں گے۔ یہ اور بات ہے کہ اپنی کمزوری یا بے بسی کا احساس مجھے اُن کے خلاف سر اُٹھانے کی اجازت نہ دے۔ تاہم میں آخری دم تک یہ نہیں بھولوں گا کہ میں اپنی زندگی کا ایک اہم ترین فرض پورا نہیں کر سکا۔ ماموں جان! میں یہاں اس لیے آیا ہوں کہ موجودہ حالات میں مجھے کوئی اور جائے پناہ نظر نہیں آئی۔ لیکن میں آپ پر کوئی بوجھ نہیں ڈالوں گا۔"

قیس کی پریشانی ندامت کے گہرے احساس میں تبدیل ہو رہی تھی۔ وہ حسان کو مطمئن کرنے کے لیے

موزوں الفاظ سوچ رہا تھا کہ حویلی سے باہر آدمیوں کا شور سنائی دیا اور وہ چونک کر دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔ ایک ثانیہ بعد ایک نوجوان بھاگتا ہوا اندر آیا اور اُس نے بلند آواز میں کہا: "مثنیٰ بن حارثہ آ رہا ہے۔"

حویلی کے اندر ایک ثانیہ کے لیے سناٹا چھا گیا۔ حطم بن ضبیعہ کے چہرے پر زردی آ گئی۔ وہ تلوار سنبھال کر اُٹھا لیکن آگے بڑھنے کی جرأت نہ ہوئی۔ قیس بھاگ کر باہر نکلا اور دوسرے لوگ اُس کی تقلید کرنے لگے۔ آن کی آن میں حویلی خالی ہو چکی تھی اور باہر باغ میں جمع ہونے والے مہمان اور میزبان ایک پریشان حال سوار پر سوالات کی بوچھاڑ کر رہے تھے۔ "مثنیٰ کہاں ہے؟ تم نے اُسے کب دیکھا ہے؟ کہاں دیکھا ہے؟ اُس کے ساتھ کتنی فوج ہے؟ تمہیں یقین ہے کہ وہ اس طرف آ رہا ہے؟"

اور وہ پوری قوت سے چلا رہا تھا: "خدا کی قسم وہ آ رہا ہے۔ وہ سیدھا اس طرف آ رہا ہے۔ اُس کے ساتھ چار سوار اور تھے، ممکن ہے کہ اُن کے پیچھے کوئی فوج آ رہی ہو۔ میں نے اُسے گاؤں کے جنوب میں پہاڑی کی چوٹی سے دیکھا ہے۔ میں اُس کا سفید گھوڑا کئی بار دیکھ چکا ہوں، میں اُسے پہچاننے میں غلطی نہیں کر سکتا۔"

قیس اپنی تلوار بلند کرتے ہوئے چلایا: "اگر مثنیٰ کے ساتھ صرف چار آدمی ہیں تو وہ ہمارے لیے کسی خطرے کا باعث نہیں ہو سکتے، لیکن اگر اُس کے پیچھے کوئی فوج آ رہی ہے تو ہمیں مقابلہ کے لیے تیار ہو جانا چاہیے۔ اپنے گھوڑوں پر سوار ہو جاؤ، صفیں باندھ لو۔ تیر انداز آگے آ جائیں۔"

حطم نے آگے بڑھ کر کہا: "اگر مثنیٰ لڑائی کی نیت سے آ رہا ہے تو فوج پیچھے نہیں بلکہ اُس کے ساتھ ہونی چاہیے۔ ہمیں صرف چار آدمیوں سے خوفزدہ نہیں ہونا چاہیے۔ مثنیٰ کا مقصد تمہیں ڈرا دھمکا کر جنگ سے باز رکھنا ہے۔ لیکن تم اُس کی باتوں میں نہیں آؤ گے۔ قیس! اُس نے تم لوگوں کو بھیڑ بکریاں سمجھ کر اس بستی کا رُخ کیا ہے۔ اب یہ تمہارا فرض ہے کہ وہ یہاں سے واپس نہ جا سکے۔ تمہارے بھانجے کو اپنی جرأت کا ثبوت دینے کے لیے اس سے بہتر موقع نہیں مل سکتا۔"

باغ کے کونے سے کسی نے آواز دی: "وہ آ رہے ہیں" اور وہ دم بخود ہو کر اُس طرف دیکھنے لگے۔ چار سوار نمودار ہوئے۔ سب سے اگلے سوار کا گھوڑا دودھ کی طرح سفید تھا اور دیکھنے والوں کو انسانی جاہ و جلال کے ایک پیکرِ مجسم کو پہچاننے میں دیر نہ لگی۔ گھوڑے کی طرح اُس کا عمامہ اور قبا بھی سفید تھی۔ کوئی سو قدم

کے فاصلے پر اُس نے رُک کر اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا اور پھر اچانک گھوڑے کو ایڑ لگا دی۔ خوبصورت گھوڑا اُچھلتا اور کودتا ہوا آگے بڑھا۔ تیراندازوں کی صف کے سامنے کوئی دس قدم دُور اُس نے گھوڑے کی باگ کھینچ لی۔ چند ثانیے بے پروائی سے اِدھر اُدھر دیکھا اور السلام علیکم کہہ کر گھوڑے سے کُود پڑا۔ سامنے سے کوئی جواب نہ پا کر اُس نے اپنے گھوڑے کی باگ پچھلے سوار کے ہاتھ میں تھما دی اور ذرا بلند آواز میں کہا۔ "قیس میں تمہارے لئے اور تمہارے مہمانوں کے لئے سلامتی کا پیغام لایا ہوں"۔

قیس جو تیراندازوں کی صف کے پیچھے کھڑا تھا، آگے بڑھا اور بولا۔ "مثنیٰ! ہمیں تمہاری طرف سے سلامتی کے پیغام کی ضرورت نہیں تم جس راستے سے آئے ہو، اُسی راستے سے واپس چلے جاؤ"!

مثنیٰ نے جواب دیا۔ "میں اپنی مرضی سے آیا ہوں اور اپنی مرضی سے واپس جاؤں گا۔ تم بحرین کے صحراؤں اور پہاڑوں کا کوئی راستہ میرے لئے پسند نہیں کر سکتے۔ میں یہاں اس لئے نہیں آیا کہ میں تمہاری جنگی تیاریوں سے کوئی بڑا خطرہ محسوس کرتا ہوں۔ بلکہ میرے یہاں آنے کی وجہ یہ ہے کہ مجھے بحرین کی خاک پر بحرین کے باشندوں کا خون گرانا پسند نہیں۔ تم یمن کے باغیوں کا حال سُن چکے ہو تم بنو تمیم اور اہلِ یمامہ کا حشر دیکھ چکے ہو۔ میں تمہیں یہ بتانے آیا ہوں کہ جو قافلہ حجاز سے نمودار ہوا ہے اُسکی منازل عرب کی سرحدوں سے کہیں آگے ہیں۔ فرزندانِ اسلام عجم کی آہنی چٹانوں کو پامال کرنے کے لئے اُٹھے ہیں۔ عرب کے چند کانٹے انہیں ہراساں نہیں کر سکتے۔ تم نے اُس دین سے بغاوت کی ہے جس نے اہلِ عرب کو ذلت اور گمراہی کی پستیوں سے نکال کر انسانیت کی عظمتوں سے آشنا کیا ہے تم ہدایت کی روشنی سے آنکھیں بند کر سکتے ہو لیکن وہ بھیانک رات واپس نہیں لا سکتے جس کے دامن میں ہمارے اسلاف کے لئے ظلم اور جہالت کے سوا کچھ نہ تھا

قیس نے اضطراب کی حالت میں حطم بن ضبیعہ کی طرف دیکھا اور اُس نے آگے بڑھ کر کہا۔ "مثنیٰ! یہ لوگ تمہاری باتوں میں نہیں آئیں گے انہیں معلوم ہے کہ تم اہلِ بحرین کی آزادی کے دشمن ہو تم یہاں اس لئے آئے ہو کہ جواثی میں تمہارے ساتھی ہمارے محاصرے سے تنگ آ چکے ہیں لیکن ان باتوں کا وقت گزر چکا ہے۔ اب مسلمانوں کو نیست و نابود کرنا پورے بحرین کا مسئلہ بن چکا ہے۔ تم ان لوگوں کو جنگ

میں حصّہ لینے سے باز نہیں رکھ سکتے۔ ہم محاصرے کو طول دینا نہیں چاہتے۔ اگر تم آج یہاں نہ آتے تو دو دن بعد جواثی کے میدان میں ہماری مُلاقات ہوتی۔ اب میں تمہارا واپس جانا پسند نہیں کروں گا۔ ہم یہ چاہتے ہیں مسلمان خون خرابہ کے بغیر ہتھیار ڈال دیں لیکن تم اُنہیں آخری دم تک لڑانے کی کوشش کرو گے۔ اس لئے اُن کی بھلائی اسی میں ہے کہ تمہیں جنگ میں حصّہ لینے سے روک دیا جائے۔ اس وقت تم کم از کم ڈیڑھ سو آدمیوں کے تیروں کی زد میں ہو۔ بھاگنے کی کوشش بے سُود ہے۔ میں تمہیں ہتھیار پھینکنے کا حکم دیتا ہوں اور وعدہ کرتا ہوں کہ تمہیں صرف جنگ کے اختتام تک قید میں رکھا جائے گا"۔

مثنیٰ کا چہرہ غصّے سے تمتما اُٹھا، اُس نے حقارت سے حطم کی طرف دیکھا اور کہا۔ "میں قیس کے گھر کو جنگ کا میدان بنانے کی نیت سے نہیں آیا لیکن اگر تم امن اور انسانیت کے معنی نہیں سمجھ سکتے تو میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں کہ میں بھاگنے کی کوشش نہیں کروں گا۔ ہم پانچ ہیں لیکن ہمارے ہتھیار حاصل کرنے سے پہلے تمہیں کم از کم اپنے بیس آدمیوں کی لاشیں اُٹھانا پڑیں گی۔ پھر تمہیں یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ اس کے بعد جنگ ختم ہو جائے گی۔ ہمارے خون کے چند قطرے گرانے کے بعد قیس کے سارے خاندان کا لہو اس زمین کی پیاس نہیں بجھا سکے گا"۔

حسان جو چند قدم دُور اپنے گھوڑے کے پاس کھڑا تھا بھاگ کر آگے بڑھا اور تیراندازوں کے سامنے مثنیٰ کی ڈھال بن کر کھڑا ہو گیا۔ پھر اُس نے مثنیٰ اور اُس کے ساتھیوں کی طرف مُڑ کر دیکھا اور بلند آواز میں کہا۔ "آپ پانچ نہیں چھ ہیں"۔

قیس جو پہلے ہی تذبذب اور پریشانی کی حالت میں کبھی مثنیٰ کبھی حطم اور کبھی اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھ رہا تھا، اب ایک سکتے کی سی حالت میں کھڑا تھا۔ اُس کا بیٹا اور اُس کے دوسرے رشتے دار غصّے کی حالت میں اپنے ہونٹ کاٹ رہے تھے۔

حسان نے کہا۔ "ماموں جان! میں نے رُوم اور ایران کی جنگ سے صرف ایک سبق سیکھا ہے اور وہ یہ ہے کہ امن اور صلح کا پیغام لانے والوں کے خلاف تلوار اُٹھانے والے ہمیشہ خسارے میں رہتے ہیں۔ ایران پر اس لئے تباہی آئی تھی کہ پرویز نے صلح کے لئے ہرقل کی پیشکش ٹھکرانے کی غلطی کی تھی۔

میں مسلمانوں کے متعلق کچھ نہیں جانتا لیکن اگر اُن میں مثنیٰ بن حارثہ جیسے چند اور لوگ موجود ہیں تو آپکو اُن سے اُلجھنے کی غلطی نہیں کرنی چاہیئے۔"

مثنیٰ نے اطمینان سے حسان کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا: "نوجوان! میں تمہارا شکر گزار ہوں۔ لیکن قیس کے قبیلے کا کوئی آدمی مجھ پر حملہ نہیں کر سکتا۔" پھر وہ صف بستہ آدمیوں کی طرف متوجہ ہُوا۔ "میں واپس جا رہا ہوں لیکن جانے سے پہلے تمہیں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ میرے ساتھ صرف یہ چار آدمی نہ تھے۔ میں اپنے قبیلے کے پانچسو جوانوں کے ساتھ جواثی کی طرف جا رہا تھا۔ راستے میں مجھے اطلاع ملی کہ اس بستی میں علاقے کے سردار جمع ہو رہے ہیں اور وہ مُسلمانوں کے خلاف جنگ میں حصّہ لینے کا فیصلہ کر چکے ہیں میں اپنے ساتھیوں کو راستے میں چھوڑ کر یہاں پہنچ گیا۔ اگر جنگ کی نیت ہوتی تو اب تک اس باغ میں تمہاری لاشوں کے سوا کچھ نہ ہوتا لیکن میں یہ اُمید لے کر آیا تھا کہ میں تمہیں تباہی کے راستے سے روک سکتا ہوں۔ اب میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ تم کوئی فیصلہ کرنے سے پہلے اچھی طرح سوچ لو مُسلمانوں کے ساتھ صلح یا جنگ کا فیصلہ کرنے کے لئے تمہیں ایک ہفتہ سے زیادہ نہیں ملے گا۔ جواثی کے قریب باغیوں نے جن مُسلمانوں کا محاصرہ کر رکھا ہے اُن کی مدد کے لئے مدینہ سے لشکر روانہ ہو چکا ہے۔ راستے میں بنو تمیم بھی جو کل تک اسلام کے باغی تھے، اس لشکر میں شامل ہو گئے ہیں اور یہ عظیم فوج جس کا ہر سپاہی صرف اپنی فتح یا شہادت پر ایمان رکھتا ہے، ایک ہفتے کے اندر اندر جواثی تک پہنچ جائے گی اور میں تمہیں یہ بتلانے کی ضرورت نہیں سمجھتا کہ اس کے بعد کیا ہوگا۔ صرف اتنا کہہ سکتا ہوں کہ اس کے بعد تم حطم بن ضبیعہ جیسے لوگوں کے مُنہ سے جنگ کی باتیں نہیں سُنو گے۔ یہ تمہاری بد قسمتی ہے کہ تم بحرین پر اسلام کا پرچم نصب کرنے کی سعادت حاصل نہیں کر سکے لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ جب مُسلمانوں کا لشکر ایران کی طرف بڑھے گا، جب صحرا نشینوں کے ہاتھ عجم کے ظالم حکمرانوں کی قبائیں نوچ رہے ہوں گے تو تمہارے بیٹے کسی میدان میں اہلِ حجاز سے پیچھے رہنا پسند نہیں کریں گے۔ اہلِ عرب اللہ کے دین کی روشنی میں اپنے مستقبل کی منازل دیکھ چکے ہیں اور بحرین کا مستقبل عرب کے مستقبل سے جُدا نہیں ہو سکتا۔ قیس! میں تمہیں تباہی کے راستے سے روکنے کے لئے آیا ہُوں۔ میں تمہارا دشمن نہیں کیا تمہیں یہ بات پسند نہیں کہ آنے والے ادوار میں جب

تمہاری آیندہ نسلیں اپنے ماضی کی طرف دیکھیں تو وہ فخر سے یہ کہہ سکیں کہ جب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ عرب کو اللہ کے دین کی طرف بُلایا تھا تو اہلِ بحرین بھی اُن کی آواز پر لبیک کہنے والوں کے ساتھ تھے۔ جب اس بنجر زمین پر خدا کی رحمتوں کی بارش ہو رہی تھی تو ہمارے اسلاف نے بھی اپنے دامن کشادہ کر دیئے تھے اور جب مجاہدینِ اسلام مشرق و مغرب کی رزمگاہوں پر فتوحات کے جھنڈے نصب کر رہے تھے تو ہمارے آباؤ اجداد بھی عرب کے کسی قبیلے سے پیچھے نہ تھے۔

اسلام کسی خاندان یا قبیلے کا مذہب نہیں بلکہ یہ وہ دین ہے جو اپنی برکات اور انعامات کی تقسیم میں عرب و عجم کا امتیاز نہیں کرتا۔ اس کی فتح کسی ایک قبیلے یا قوم کی فتح نہیں ہوگی بلکہ عرب و عجم کے اُن کروڑوں انسانوں کی فتح ہوگی جو ظلم کے مقابلے میں عدل و انصاف، بدی کے مقابلے میں نیکی، فساد کے مقابلے میں امن اور سلامتی اور قبائلی اور نسلی عصبیتوں کے مقابلے میں انسانی اخوت اور مساوات کے طلبگار ہیں۔ میں تمہارے پاس اس لئے آیا ہوں کہ تم انسان ہو اور انسان کے لئے سلامتی کا راستہ اسلام کے سوا اور کوئی نہیں۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ کسی دن تم فخر و غرور کے ساتھ نہیں بلکہ شرم و ندامت کے ساتھ ان ایام کو یاد کرو گے اور تمہارا ضمیر ملامت کرے گا کہ جب نور کے سیلاب کی موجیں عجم کی سرحدوں کو چھو رہی تھیں تم اپنے ظلمکدوں کے دریچے بند کر رہے تھے۔ میں اس دُعا کے ساتھ رخصت ہوتا ہوں کہ اللہ تمہیں ہدایت دے اور تمہارا انجام تمہارے آغاز سے بہتر ہو۔"

مثنیٰ کی خود اعتمادی کا یہ عالم تھا کہ اگر وہ کوئی ناقابلِ یقین بات کہہ دیتا تو بھی کسی کو تردید کی جرأت نہ ہوتی۔ سب مبہوت کھڑے تھے۔ حطم انتہائی کرب کی حالت میں چاروں طرف دیکھ رہا تھا لیکن کوئی اُس کے ساتھ آنکھ ملانے یا بات کرنے کے لئے تیار نہ تھا۔ مثنیٰ نے اپنے ساتھی کے ہاتھ سے باگ پکڑی اور اطمینان سے گھوڑے پر سوار ہو گیا۔

حسان نے کہا: "میں قیس کا بھانجا ہوں۔ میرا وطن عراق ہے۔ میں اسلام کے متعلق کچھ نہیں جانتا۔ لیکن اگر آپ کو یہ یقین ہے کہ عرب کے صحرا نشینوں کے ہاتھ کسی دن عجم کے ظالم بادشاہوں کی قبائیں نوچ سکیں گے تو میں آپ کا ساتھ دینا چاہتا ہوں۔"

مثنیٰ مسکرایا: "تم اسلام کے بہت قریب آ چکے ہو اور ہمیں تمہاری ضرورت ہے۔"

حسان نے بھاگ کر اپنا گھوڑا کھولا اور اُس پر سوار ہو گیا جب مثنیٰ اپنے گھوڑے کی باگ موڑ رہا تھا تو ایک عمر رسیدہ سردار اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا کر آگے بڑھا اور بلند آواز میں چلّایا "مثنیٰ ٹھہرو!"

وہ رک گیا۔

بوڑھے سردار نے کہا "اگر میرے لئے توبہ کا دروازہ بند نہیں ہوا تو میں بھی تمہارا ساتھ دینا چاہتا ہوں"

مثنیٰ نے جواب دیا "اگر میں یہ محسوس کرتا کہ آپ کے لئے توبہ کا دروازہ بند ہو چکا ہے تو میں یہاں نہ آتا"

"میرے تین بیٹے اور قبیلے کے بیس اور آدمی یہاں موجود ہیں آپ انہیں ابھی ساتھ لے جائیں۔ میں دو دن تک قبیلے کے باقی آدمیوں کے ساتھ پہنچ جاؤں گا"

دو اور سرداروں نے اُس کی تقلید کی اور تھوڑی دیر بعد جب مثنیٰ ایلغ سے باہر نکل رہا تھا تو اُس کے پیچھے پانچ کی بجائے ساٹھ سوار تھے۔

قیس اور حلم لٹے ہوئے مسافروں کی طرح اِدھر اُدھر دیکھ رہے تھے۔

ایک سردار نے آگے بڑھ کر کہا "میں حیران ہوں کہ تم نے اطمینان سے یہ سب باتیں کیسے برداشت کر لیں"

اور حلم نے اُسے جواب دینے کی بجائے قیس پر برس پڑا "تم اپنے آدمیوں کی بہادری پر فخر کرتے تھے اور مثنیٰ کے سامنے تمہارے آدمی غلاموں کی طرح کھڑے تھے۔ تم نے انہیں تیر چلانے کا حکم کیوں نہ دیا؟"

قیس نے جواب دیا "وہ ایک ایلچی کی حیثیت سے آیا تھا اور میں نے اپنے آدمیوں کو ایلچی پر ہاتھ اٹھانے کی تربیت نہیں دی"

حلم نے اپنے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا "تم صاف کیوں نہیں کہتے کہ تم ڈر گئے تھے"

قیس نے بگڑ کر جواب دیا "مثنیٰ کو دیکھتے ہی میرے دل میں یہ خیال آیا تھا کہ کاش ایلچی کا قتل جائز ہوتا۔ اب تمہاری صورت دیکھ کر بار بار میرے دل میں یہ خیال آتا ہے کہ کاش مہمان کا قتل جائز ہوتا۔ تم کہتے تھے کہ بنو عبد القیس کو حجاز سے کوئی مدد نہیں ملے گی اور تم یہ بھی کہتے تھے کہ بنو تمیم اور یمامہ کے شکست خوردہ قبائل ہمارے ساتھ شامل ہو جائیں گے اور پھر سارے عرب کے قبائل یکے بعد دیگرے تمہاری مدد کے لئے نکل آئیں گے۔ تم بیوقوف ہو اور میں یہ اعلان کرتا ہوں کہ میں اور میرے قبیلے کا کوئی آدمی مسلمانوں کے خلاف جنگ میں شریک نہیں ہو گا"

باب ۶

اگلی شام مثنیٰ ابن حارثہ جواثی سے دو منزل دور علاقے کے ایک با اثر رئیس کی بستی میں پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا اور بحرین کے طول و عرض سے کئی قبیلوں کے رضاکار اُس کے جھنڈے تلے جمع ہو رہے تھے اُس کا بھائی معنیٰ اور شیبانی قبیلے کے کئی اور رئیس اہلِ بحرین کو اپنے ساتھ ملانے کے لئے بھاگ دوڑ کر رہے تھے۔ پڑاؤ کے قیام کے دوران مثنیٰ کا بیشتر وقت اپنے قاصدوں کی کارگزاری کا حال سننے اور انہیں تازہ ہدایات دینے میں صرف ہوتا تھا۔ ایک قاصد کسی دور افتادہ بستی کے رئیس کو اُس کا پیغام پہنچانے کے بعد تھکا ہارا واپس آتا تو اُسے تازہ دم گھوڑا دینے کے بعد کسی اور مہم پر روانہ کر دیا جاتا۔ اپنی مہم میں کامیاب ہو کر لوٹنے والے مثنیٰ کے چہرے پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ یا تحسین کے چند الفاظ کو اپنے طویل سفر کی تکان بھوک اور پیاس کا انعام سمجھتے تھے اور جب کوئی یہ اطلاع دیتا کہ فلاں قبیلے پر آپ کے پیغام کا کوئی اثر نہیں ہوا اور وہ باغیوں کا ساتھ دینے پر بضد ہے تو مثنیٰ اپنے بھائی یا کسی اور سردار کو پڑاؤ کی نگرانی کا فرض سونپ کر گھوڑے پر سوار ہو جاتا۔ اُس کے جاں نثار اُس کا ساتھ دینے پر اصرار کرتے لیکن وہ اُنہیں یہ کہہ کر خاموش کر دیتا کہ اگر اللہ کو یہی منظور ہے کہ میں اپنے ہموطنوں کے ہاتھوں شہید ہو جاؤں تو تم میرے گرد آہنی دیواریں کھڑی کر کے بھی مجھے نہیں بچا سکو گے۔ لیکن اگر وہ مجھے اپنے دین کی خدمت کے لئے زندہ رکھنا چاہتا ہے تو دنیا کی کوئی طاقت مجھے مغلوب نہیں کر سکتی۔ حسان جسے مثنیٰ نے اپنے کشادہ خیمے میں ٹھہرا لیا تھا، ہر آن یہ محسوس کر رہا تھا کہ اس انسان کے وجود میں کوئی بے پناہ قوت اُسے اپنی طرف کھینچ رہی ہے۔ کسریٰ کی فوج میں اُس نے وہ پُر شکوہ جرنیل دیکھے تھے جن کی سخت گیری اُن کے سپاہیوں کو گردنیں جھکانے پر مجبور کر دیا کرتی تھی لیکن سالار اور سپاہی کے

درمیان عقیدت اور محبت کا یہ رشتہ اُس کے لئے نیا تھا۔ یہاں ادنیٰ اور اعلیٰ کا کوئی امتیاز نہ تھا۔ قبیلوں کے سردار اور عام لوگ ایک ہی دسترخوان پر کھانا کھاتے تھے اور نماز کے لئے صفیں باندھتے وقت بھی وہ ایک ہی خاندان کے افراد دکھائی دیتے تھے۔ حسان نے اس سے قبل ایران اور روم کی افواج کے جن سپاہیوں کو دیکھا تھا وہ فرصت کے ایام میں شراب نوشی، قمار بازی اور عیاشی سے جی بہلایا کرتے تھے اور اُن کے مستقر کے آس پاس کی بستیاں اُن کی شکار گاہیں بن جایا کرتی تھیں لیکن غازیانِ اسلام کا ہر لمحہ جہاد کی تیاریوں اور فتح کے لئے دُعاؤں میں صرف ہوتا تھا۔ شراب اور جُوا اُن پر حرام تھا اور اُن کا دامن اُن گناہوں سے پاک تھا جنہیں عجم کی سپاہیانہ زندگی کا ایک لازمی جزو خیال کیا جاتا تھا۔

حسان کے نزدیک زیادہ حیران کن بات یہ تھی کہ انسانی اخوت اور مُساوات کے اُس رشتے کے باوجود جس نے ادنیٰ اور اعلیٰ کی تفریق یکسر مٹا دی تھی۔ اُن لوگوں میں ضبط و نظم کی کوئی کمی نہ تھی۔ ضمیر کی لامحدود آزادی کے باوجود اُن کے فکر و عمل میں غایت درجہ کی یکسانیت تھی۔ اپنے سالار کا ادنیٰ اشارہ بھی اُن کے لئے ایک حکم کا درجہ رکھتا تھا۔ انہیں صرف اس اطمینان کی ضرورت تھی کہ مثنیٰ انہیں سلامتی کا راستہ دکھا سکتا ہے اور اس اطمینان کے بعد وہ یہ سوچنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے تھے کہ اس راستے پر قدم اُٹھانے کے بعد کتنے دریا، پہاڑ اور صحرا عبور کرنے پڑیں گے۔ وہ اپنے اولوالعزم راہنما کی کشادہ پیشانی پر فتح و نصرت کی بشارت دیکھ رہے تھے۔

چار دن گزر گئے اور اس عرصہ میں حسان کو مثنیٰ کے ساتھ کھُل کر باتیں کرنے کا موقع نہ ملا۔ کبھی کبھی وہ تھوڑی دیر کے لئے حسان کی طرف متوجہ ہوتا، اُس کا حال پوچھتا اور پھر اپنے کسی ساتھی کو اُس کے آرام کا خیال رکھنے کا حکم دینے کے بعد اپنے کام میں مصروف ہو جاتا۔ حسان خاموشی سے ایک کونے میں بیٹھ کر اُن قاصدوں کے ساتھ مثنیٰ کی گفتگو سُنتا جو ہر آن اُسے قرب و جوار کے حالات سے باخبر رکھتے تھے۔ قاصدوں کی اطلاعات سُننے اور انہیں نئی مہمات پر روانہ کرنے کے بعد مثنیٰ اُن قبائل کے نمائندوں سے مُلاقات کرتا جو دوبارہ اسلام قبول کر رہے تھے۔ ان لوگوں کی ذہنی تطہیر انتھک اور بے لوث مبلغین کے سپرد تھی جن کی زندگی کا ایک ایک لمحہ دینِ حق کی سربلندی کے لئے وقف تھا۔ یہ لوگ رضاکاروں کو قرآن کا درس دیتے۔ رسُولِ اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے حالات سُناتے اور صحابہ کرامؓ کے فضائل بیان کرتے تھے۔ حسان اِن لوگوں کی صحبت میں بیٹھ کر ایسا محسوس کرتا کہ اُس کے سامنے علم و عرفان کی ایک نئی دنیا کے دروازے کھُل رہے ہیں۔ اِس دنیا کی وسعتیں اُن غیر فانی مسرتوں سے لبریز ہیں جن کی جستجو میں ظہورِ اسلام سے قبل متلاشیانِ حق کے اَن گنت قافلے عرب و عجم کے بے نشان راستوں پر دم توڑ چکے تھے۔ اسلام کا ماضی اور حال اُسے اپنا ماضی اور حال معلوم ہوتا تھا اور اسلام کے مستقبل کے متعلق خدا کے ان بندوں کی اُمیدیں اور دُعائیں اُسے اپنی اُمیدیں اور دُعائیں محسوس ہوتی تھیں۔

ایک رات مثنیٰ کسی مہم پر گیا ہوا تھا اور رضاکار اُس کے خیمے کے قریب کھُلی فضا میں بیٹھے ایک مبلغ کی تقریر سُن رہے تھے۔ جب مبلغ نے ظہورِ اسلام سے قبل اہلِ عرب کی زبوں حالی کا نقشہ کھینچنے کے بعد اللہ کی اُن نعمتوں کا ذکر کیا جو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں پر نازل ہوئی تھیں تو سامعین پر رقت طاری ہو گئی۔ تقریر کے اختتام پر جب حاضرین منتشر ہونے لگے تو حسان اپنی جگہ سے اُٹھ کر بھاگتا ہوا مبلغ کے قریب پہنچا اور بلند آواز میں چلایا۔ "بھائیو! ٹھہرو! میں کچھ کہنا چاہتا ہوں"۔ وہ رُک کر اُس کی طرف دیکھنے لگے۔ حسان نے قدرے توقف کے بعد دوبارہ زبان کھولی تو جذبات کی شدت سے اس کی آواز لرز رہی تھی۔ اُس نے بڑی مشکل سے کہا۔ "بھائیو! تم سب گواہ رہو کہ میں اسلام قبول کر چکا ہوں"۔ اور ان الفاظ کے ساتھ ہی اُس کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب بہہ نکلا۔ لوگ باری باری آگے بڑھ کر اُسے گلے لگا رہے تھے، اُسے مُبارکباد دے رہے تھے اور وہ بار بار یہ کہہ رہا تھا۔ "بھائیو! میرے لئے دُعا کرو کہ میں اللہ کے راستے پر ثابت قدم رہ سکوں"۔



صبح کی نماز کے بعد حسان پڑاؤ سے باہر ایک ٹیلے پر کھڑا طلوعِ آفتاب کا منظر دیکھ رہا تھا۔ اچانک اُسے گھوڑوں کی ٹاپ سنائی دی اور پھر تھوڑی دیر بعد دائیں ہاتھ دوسرے ٹیلے کی اوٹ سے مثنیٰ ابن حارثہ اور اُس کے تین ساتھی نمودار ہوئے۔ وہ جلدی سے اُترا اور اُن کے راستے میں کھڑا ہو گیا۔ مثنیٰ نے اُس کے قریب پہنچ کر گھوڑا روکا اور حسان نے شکایت کے لہجے میں کہا۔ "پڑاؤ میں آپ کے ساتھی بہت پریشان

ہیں اُن کا خیال تھا کہ آپ شام سے پہلے واپس آجائیں گے۔ آدھی رات تک انتظار کرنے کے بعد چند سوار آپ کی تلاش میں روانہ ہو گئے تھے۔ کل تک مجھے آپ سے کچھ کہنے کا حق نہ تھا لیکن اب میں مسلمان ہو چکا ہوں اور اگر ایک نومسلم کے جذبات آپ کے لئے کوئی معنی رکھتے ہیں تو مجھے یہ کہنے کی اجازت دیجئے کہ موجودہ حالات میں آپ کی سلامتی بحرین کے مُسلمانوں کی سب سے بڑی ضرورت ہے۔ اس لیے جب آپ پڑاؤ سے باہر نکلیں تو آپ کی حفاظت کا مناسب انتظام ہونا چاہیئے۔ بالخصوص جب آپ اسلام کے باغیوں کے پاس جائیں تو آپ کے ساتھ ایسے جانبازوں کی ایک معقول تعداد ہونی چاہیئے جو خطر کے وقت آپ کے لئے ڈھال اور تلوار کا کام دے سکیں۔"

مثنیٰ مسکراتا ہوا گھوڑے سے اُترا اور حسان کے ساتھ بغلگیر ہو کر بولا۔ "میں تمہیں مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ میں نے تمہیں پہلی بار دیکھتے ہی یہ محسوس کیا تھا کہ بحرین کے مسلمانوں کے لشکر میں ایک اچھے سپاہی کا اضافہ ہونے والا ہے لیکن میں جسقدر تمہاری زبان سے کلمۂ توحید سننے کا خواہشمند تھا اُسی قدر اس بات کا خواہاں تھا کہ تم میرے ساتھ کسی ذاتی عقیدت کے باعث نہیں بلکہ براہِ راست اُس دین کی عظمت اور صداقت کا اعتراف کرو جس نے میرے جیسے لاکھوں انسانوں کو جہالت اور گمراہی کے تاریک گڑھوں سے نکال کر سلامتی کے روشن اور ہموار راستے پر ڈال دیا ہے۔ اب تم میرے بھائی ہو اور تمہیں اپنے جذبات کے اظہار کے لئے میری اجازت کی ضرورت نہیں لیکن تمہارا یہ خیال غلط ہے کہ میری زندگی کسی دوسرے مُسلمان سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔ ہم سب ایک ہی راستے کے مُسافر ہیں اور اس راستے پر چلنے کی اولین شرط یہ ہے کہ ہمارے دل موت کے خوف سے آزاد ہوں۔ اسلام ہمیں وہ مقصدِ حیات عطا کرتا ہے جس کے لئے جینا ایک سعادت اور مرنا ایک عظیم سعادت ہے۔ جب تم اللہ کے اُن نیک بندوں کے حالات سُنو گے جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں شاہراہِ اسلام پر اپنے سفر کا آغاز کیا تھا تو تم اس حقیقت کو سمجھ سکو گے کہ ایک مومن کی زندگی کی یہی معراج ہے کہ وہ موت کے دروازے پر کھڑا ہو کر بھی حیاتِ ابدی کی مُسکراہٹیں دیکھ سکتا ہو۔ اُس کے زخموں سے خون کے دھارے پھُوٹ رہے ہوں لیکن اُسے یہ اطمینان ہو کہ وہ اپنی جنت کے سدابہار پھولوں کی آبیاری کر رہا ہے۔ تم نے ابھی تک خدا کے وہ برگزیدہ بندے نہیں دیکھے

جن کی نگاہیں جمالِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے روشن ہوئی ہیں۔ جب اُن کا قافلہ یہاں پہنچے گا تو تم یہ محسوس کرو گے کہ انسانی عظمتوں کے متعلق تمہارے بلند ترین تصورات اس قافلے کی راہ کے غبار میں گم ہو کر رہ گئے ہیں۔"

مثنیٰ یہاں تک کہہ کر کچھ دیر خاموش کھڑا رہا۔ پھر اُس نے گھوڑے کی باگ اپنے ایک ساتھی کے ہاتھ میں تھماتے ہوئے کہا۔ "تم جاؤ میں یہاں سے پیدل آؤں گا۔"

جب مثنیٰ کے ساتھی وہاں سے چل دئے تو وہ دوبارہ حسان کی طرف متوجہ ہو کر بولا۔ "ابھی تک میں نے کوئی ایسا کارنامہ سرانجام نہیں دیا جس پر فخر کر سکوں۔ میں اگر اسلام کے باغیوں کی بستیوں میں جانے کے لئے پہریداروں کی ضرورت محسوس نہیں کرتا تو ایک سبب میرا یہ اطمینان بھی ہے کہ یہ لوگ میرے قبیلے کے انتقام کے خوف سے مجھ پر ہاتھ نہیں اُٹھائیں گے۔ بحرین کے کسی قبیلے کا رئیس اپنے دامن پر میرے خون کے چھینٹے پسند نہیں کرے گا۔ تم اپنے ماموں کو دیکھ چکے ہو۔ وہ دوسرے قبائل کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف جنگ کا خطرہ مول لینے کے لئے تیار تھا لیکن اُسے یہ گوارا نہ تھا کہ اُس کا اپنا گھر جنگ کا میدان بن جائے۔ مجھے اُس کی بستی میں داخل ہوتے وقت یہ اطمینان تھا کہ اگر حطم بن ضبیعہ باہر کے لوگوں کو مشتعل کرنے میں کامیاب بھی ہو گیا تو بھی تمہارے ماموں کے خاندان کی تلواریں میری حمایت میں بلند ہوں گی۔ میں حطم بن ضبیعہ کو قتل کر کے بحرین کو ایک بہت بڑے فتنے سے نجات دلا سکتا تھا اور میرے لئے یہ کام مشکل بھی نہ تھا لیکن میں جانتا تھا کہ وہ قیس کا مہمان ہے اور میری طرح وہ حطم کی حفاظت بھی اپنی ذمہ داری خیال کرتا ہے لیکن میری کامیابی میری توقع سے کہیں زیادہ تھی۔ قیس کی بستی میں جو لوگ جمع ہوئے تھے اُن میں سے اکثر مسلمانوں کے خلاف جنگ میں حصہ لینے سے انکار کر چکے ہیں۔ جب حطم وہاں سے بھاگا تھا تو صرف تیس آدمی اُس کے ساتھ تھے۔ تمہارے ماموں کی طرف سے مجھے یہ پیغام مل چکا ہے کہ وہ باغیوں کا ساتھ نہیں دے گا اور مجھے یقین ہے کہ مرتدوں کا ساتھ چھوڑنے کے بعد اُسے اسلام کی طرف لوٹنے میں زیادہ دیر نہیں لگے گی۔ کل میں نے ایک بااثر سردار کو اُس کے پاس بھیجا ہے۔ ممکن ہے کہ ایک دو دن تک میں تمہیں یہ خوشخبری سُنا سکوں کہ تمہارا

ماموں ہمارا ساتھی بن چکا ہے۔ مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ بحرین کے ہزاروں انسان باغیوں سے کنارہ کش ہو رہے ہیں لیکن تمہیں یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ میں صرف کامیابی کی اُمید پر یہ دوڑ دھوپ کر رہا ہوں مجھے یقین ہے کہ اگر مجھے پے در پے مایوسیوں کا سامنا کرنا پڑتا تو بھی میرا حوصلہ پست نہ ہوتا۔ اگر میرے راستے میں دشمنوں کے نیزوں کی دیواریں کھڑی ہوتیں لو میرے دوست مجھے یہ کہتے کہ تم زندہ واپس نہیں آؤ گے تو بھی میں اُن کے پاس ضرور جاتا۔ میں اُن کے اپنے سینے پر روکتا اور نزع کے عالم میں بھی مجھے یہ اطمینان ہوتا کہ میری زندگی کا مقصد پُورا ہو گیا۔ میں نے اپنے جسم اور ذہن کی ساری توانائی اللہ کے دین کا راستہ صاف کرنے میں صرف کر دی ہے۔ میرا خون اُس زمین پر بہا ہے جہاں اسلام کی فتح کے پرچم لہرائے جائیں گے اور قیامت کے دن میرے آگے بدر و اُحد اور میرے دائیں بائیں عجم کے میدانوں میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کا بول بالا کرنے والے شہیدوں کی صفیں ہوں گی۔ شکست یا ناکامی اُن مجاہدوں کا مقدر نہیں جو اس دُنیا کی عارضی زندگی کے ساتھ آخرت کی دائمی حیات کا سودا کرتے ہیں۔ موت صرف اُن کی شکست ہے جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔ اب چلو، مجھے دیر ہو رہی ہے۔"

حسان اُس کے ساتھ چل دیا لیکن چند قدم اُٹھانے کے بعد اُس نے کہا "میں نے سُنا ہے کہ جواثی میں مسلمانوں کا محاصرہ کرنے والوں کی تعداد آئے دن بڑھ رہی ہے۔ آپ حجاز سے جس لشکر کا انتظار کر رہے ہیں، وہ کب پہنچے گا؟"

مثنیٰ نے جواب دیا "وہ زیادہ سے زیادہ چار دن تک پہنچ جائیں گے۔"

"کیا یہ درست ہے کہ باغیوں کی تعداد دس ہزار تک پہنچ چکی ہے؟"

"ہاں یہ درست ہے لیکن اب اُن کی تعداد میں مزید اضافے کے امکانات ختم ہو چکے ہیں، ہوا کا رُخ بدل رہا ہے۔ گزشتہ پانچ دن میں حطم اور اُس کے ساتھیوں نے اپنی جماعت میں جتنے آدمیوں کا اضافہ کیا ہے، میں اُن سے دُگنے آدمیوں کو اپنے ساتھ ملا چکا ہوں۔"

"فرض کیجئے اگر حجاز سے آنے والی فوج چند دن تاخیر سے پہنچی اور اس عرصہ میں بھوک اور پیاس سے جاں بلب ہونے والے مسلمانوں نے ہتھیار ڈال دیئے تو؟"

مثنیٰ نے جواب دیا "میں ایسی باتیں فرض نہیں کیا کرتا۔ حجاز کے مجاہد میری توقع سے پہلے پہنچ جائیں گے اور بنو عبدالقیس کے بہادروں سے مجھے یہ توقع نہیں کہ کوئی بڑی سے بڑی آزمائش بھی انہیں مرتدوں کے سامنے ہتھیار ڈالنے پر مجبور کر دے گی۔"

وہ کچھ دیر خاموشی سے چلتے رہے۔ پھر مثنیٰ نے اچانک مُڑ کر حسان کی طرف دیکھا اور کہا "مرتدین کے ساتھ ہماری جنگ بہت جلد ختم ہو جائے گی۔ لیکن اس کے فوراً بعد پُورے عرب کے اسلام کو پورے عجم کے کُفر کو نبرد آزما ہونا پڑے گا۔"

حسان نے کہا "جب ہماری پہلی مُلاقات ہوئی تھی تو میں یہ سُن کر بہت متاثر ہوا تھا کہ آپ ایران کے ساتھ بھی تصادم کا خطرہ مول لینے کے لئے تیار ہیں۔ میری خوشی کی وجہ یہ تھی کہ حالات نے مجھے ایران کا دشمن بنا دیا تھا اور میں صرف ایک زخم خوردہ انسان کے ذہن سے سوچتا تھا لیکن جب میں ایک سپاہی کی حیثیت سے سوچتا ہوں تو مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ عرب کو ایران کے مقابلے میں کھڑا کر دینا تاریخ کا عظیم ترین معجزہ ہو گا۔"

مثنیٰ نے جواب دیا "تمہیں معجزات کا قائل ہونے میں زیادہ عرصہ نہیں لگے گا اور میں نے یہ نہیں کہا کہ عجم کی وسعت صرف ایرانی سلطنت تک محدود ہے۔"

حسان نے پریشان ہو کر سوال کیا "آپ کا مطلب ہے کہ آپ بیک وقت روم اور ایران دونوں کے ساتھ جنگ کرنا چاہتے ہیں؟"

"نہیں میرا مطلب یہ ہے کہ رُوم اور ایران ہمارے ساتھ جنگ شروع کر چکے ہیں اور ہم اُن کی تلواروں کے جواب میں تلواریں اُٹھانے پر مجبور ہو جائیں گے۔ تم اس حقیقت سے بے خبر نہیں ہو سکتے کہ اسلام کے خلاف بغاوت کا جھنڈا بلند کرنے والے بیشتر وہ قبائل ہیں جو ایران یا رُوم کے زیرِ اثر ہیں اور عرب کی سرحدیں اُس وقت تک محفوظ نہیں ہو سکتیں جب تک کہ شام میں قیصر اور عراق میں کسریٰ کا اقتدار ختم نہیں ہو جاتا۔ بحرین میں مقامی قبائل اور غیر ملکی تاجر اس اُمید پر مُسلمانوں کے ساتھ لڑ رہے ہیں کہ ایران ان کی پُشت پناہی کرے گا۔ قیصر اور کسریٰ یہ جانتے ہیں کہ عرب میں اسلام کی پُرامن ترقی اُن کے اقتدار

کے لئے خطرناک ہے۔ اس لئے اُن کی کوشش یہ ہے کہ اپنی سرحدوں کے قبائل کی مدد سے اہلِ عرب کو خانہ جنگی میں مبتلا رکھا جائے۔ لیکن میرا ایمان ہے کہ ایران اور روم کی طاقت اُس دین کا راستہ نہیں روک سکتی جو خدا کی زمین پر خدا کا قانون نافذ کرنا چاہتا ہے۔ حجاز سے جو رحمت کی گھٹا نمودار ہوئی ہے اُس کے بادلوں کی پرواز عرب کی فضاؤں تک محدُود نہیں رہ سکتی۔ تم کہتے ہو کہ اگر اہلِ عرب ایران اور روم کے مقابلے میں کھڑے ہو سکیں تو یہ انسانی تاریخ کا عظیم معجزہ ہوگا اور میں یہ کہتا ہوں عرب میں اسلام کا ظہوُر ہی انسانی تاریخ کا عظیم ترین معجزہ ہے۔ آج سے چند برس قبل جو لوگ صرف ظاہری اسباب سے نتائج اخذ کرنے کے عادی تھے۔ اُن کے نزدیک ایرانیوں نے رُومیوں کو ہمیشہ کے لئے مغلوُب کر دیا تھا اور یہ بات اُن کی سمجھ سے بالاتر تھی کہ چند سال بعد نہ صرف رُومی ایرانیوں پر غالب آجائیں گے بلکہ مکّہ کے مُٹھی بھر مقہوُر و مجبوُر مسلمان بھی اپنے دشمنوں پر فتح حاصل کریں گے لیکن اللہ کا وعدہ پُورا ہُوا اور وہ جو معجزات پر ایمان نہیں رکھتے تھے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ رُومیوں نے تباہی کے آخری گڑھے سے نکل کر ایران کا غرُور خاک میں ملا دیا ہے اور پھر مُٹھی بھر مسلمانوں نے کفار کے لشکر کو شکست دے کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ اُن پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ میرے دوست اگر میرے سامنے بحرین کے باغیوں کی سرکوبی کا مسئلہ نہ ہوتا تو میں آج چند جانبازوں کے ساتھ ایران کی طرف مسلمانوں کی فتوحات کا راستہ صاف کرنے میں مصروف ہوتا۔ اپنے وسائل کی کمی کے باوجود میرا ہر قدم اس یقین کے ساتھ اُٹھتا کہ میری منزل مدائن ہے اور اگر میں راستے میں زخم کھا کر گر پڑوں تو میرے پیچھے وہ لشکر نمودار ہوگا جس کا ہر سپاہی میری اُمیدوں اور میرے حوصلوں کا امین ہوگا۔"

مثنیٰ کی گفتگو کے دوران حسان کے دل کی کیفیت یہ تھی کہ اگر وہ یہ کہہ دیتا کہ بحرین کی سب سے اُونچی پہاڑی اُٹھا کر سمندر میں پھینک دُوں گا یا دجلہ اور فرات کا رُخ بدل دُوں گا تو بھی اُسے یہ کہنے کی جسارت نہ ہوتی کہ آپ کوئی ناممکن بات کہہ رہے ہیں اُس نے پرویز کا جاہ و جلال دیکھا تھا، اُس نے ایرانی فوج کے ان نامور جرنیلوں کو دیکھا تھا جو حریر و اطلس کی قبائیں پہنتے تھے۔ جنگی تلواروں کے دستے ہیروں سے مرصّع ہوتے تھے اور اپنے سپاہیوں کی تعداد اور اسلحہ کی برتری کو اپنی فتوحات کا ضامن

خیال کرتے تھے لیکن ظاہری شان و شوکت کے ان لوازمات کے بغیر بھی مثنیٰ ابن حارثہ کی شخصیت اُن سے کہیں زیادہ پُرشکوہ دکھائی دیتی تھی اور اُس کے چہرے پر عزم و یقین کی وہ روشنی تھی جس سے حسان کی نگاہیں ناآشنا تھیں اور اس روشنی میں اُسے اپنے مستقبل کی نئی منازل دکھائی دے رہی تھیں مثنیٰ ابن حارثہ کے ساتھ اس گفتگو سے پہلے اُسے یہ شکایت تھی کہ ابھی تک اُسے پُوری تفصیل کے ساتھ اپنی داستان سُنانے کا موقع نہیں ملا۔ وہ ایک بہادر اور رحم دل انسان سے ہمدردی کا متمنی تھا لیکن اب اُسے اپنے ذاتی آلام و مصائب بے حقیقت معلوم ہوتے تھے۔ مثنیٰ کی رفاقت اُسے اپنی ذاتی خواہشات کے جزیرے سے نکال کر اُس وسیع دُنیا میں لے آئی تھی جہاں آفاق گیری کے ولولے پرورش پا رہے تھے۔ اُس نے اچانک سوال کیا: "آپ کو یقین ہے کہ بحرین میں مرتدین کی سرکوبی کے بعد آپ کو دربارِ خلافت سے ایران کی طرف پیش قدمی کی اجازت مِل جائے گی؟"

مثنیٰ نے جواب دیا۔ "مجھے معلوم نہیں، میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ جب بحرین کے حالات اعتدال پر آجائیں گے تو مجھے چند سو یا چند ہزار ایسے رضاکار مِل جائیں گے جو میرے ہم خیال ہوں گے۔ کم از کم میرے قبیلے کا ہر جوان میرا ساتھ دے گا اور ہم بلاتکلف عراق کے اُس علاقے کی طرف پیشقدمی کر دیں گے جس کی زمین سونا اُگلتی ہے لیکن کسانوں کو اپنی محنت کے عوض سُکھ کی روٹی نصیب نہیں ہوتی۔ ہم اُن غریب کاشتکاروں کے پاس آزادی، عدل اور مُساوات کا پیغام لے کر جائیں گے جنہیں ایران کے حکمران باربرداری کے جانور خیال کرتے ہیں پھر جب ہم مدائن کا رُخ کریں گے تو یہ لوگ ہمارے ہمسفر ہوں گے میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ جب ہم اپنے سفر کا آغاز کریں گے تو دربارِ خلافت کا ردِ عمل کیا ہوگا لیکن مجھے یہ یقین ہے کہ صدیق اکبرؓ کو ہماری تائید اور حمایت کا فیصلہ کرنے میں دیر نہیں لگے گی۔"

حسان نے کہا۔ "لیکن اگر ایران کا کوئی سالار کسریٰ کے حکم کے بغیر کسی محاذ پر لڑائی شروع کر دے تو اُسے بدترین سزا کا مستحق سمجھا جائے گا۔"

مثنیٰ نے جواب دیا۔ "ایران کے سپہ سالار اور سپاہی صرف کسریٰ کی فتح کے لئے لڑتے ہیں لیکن ہم اپنے اللہ کے دین کی سربلندی کے لئے جہاد کرتے ہیں پھر میں مُسلمانوں کا سپہ سالار نہیں ہوں ابھی تک

مجھے ایک معمولی عہدہ دار کے اختیارات بھی حاصل نہیں ہوئے۔ حضرت ابوبکرؓ میرے اقدام کے صحیح یا غلط ہونے کا فیصلہ صرف یہ دیکھ کر کریں گے کہ میں نے اپنے طور پر جو ذمہ داری قبول کی ہے اُسے کس حد تک پورا کیا ہے اور مجھے یقین ہے کہ صدیقِ اکبرؓ کی نگاہیں مجھ سے کہیں آگے دیکھ سکتی ہیں اور جب وہ یہ سُنیں گے کہ بحرین کی ایک جماعت اللہ کے دین کی سربلندی کے لئے ایران کا رُخ کر رہی ہے تو اُن کی دُعائیں ہمارے ساتھ ہوں گی۔ مجھے صرف یہ ثابت کرنا ہے کہ ایران سے قوت آزمائی کا موزوں ترین وقت یہی ہے اور مجھے یقین ہے کہ میں یہ ثابت کر سکتا ہوں۔ یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ اس وقت لشکرِ اسلام کی قیادت ایک ایسے شخص کے ہاتھ میں ہے جس کا عجم کے پاس کوئی جواب نہیں۔ ابھی تک میری اُس سے مُلاقات بھی نہیں ہوئی لیکن میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ ایران کے متعلق اُس کے خیالات میرے خیالات سے مختلف نہیں ہو سکتے۔ وہ یقیناً میری تائید کرے گا۔"

"وہ کون ہے؟" حسان نے سوال کیا۔

"اُس کا نام خالدؓ ہے۔ خالد بن ولید جو اپنی تلوار کی نوک سے عرب و عجم کے قدیم نقشے پر نئی لکیریں کھینچ رہا ہے جس کے مجاہدانہ کارناموں کی داستانیں شکست کے لفظ سے خالی ہیں اگر وہ بحرین کا باشندہ ہوتا تو اب تک ہم ایران کے راستے کی کئی منزلیں طے کر چکے ہوتے۔ میں اکثر یہ سوچتا ہوں، اگر میری کوئی کارگزاری شُکر اُس عظیم انسان کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ بھی آجائے تو یہ میرے لئے بہت بڑا انعام ہوگا۔"

پڑاؤ قریب آچکا تھا اور مثنیٰ اب حسان کی بجائے اُن رضاکاروں کی طرف متوجہ ہو چکا تھا جو بھاگ بھاگ کر اُس کا خیر مقدم کر رہے تھے۔



تیسرے پہر مثنیٰ ابن حارثہ اور اُس کے ساتھی اپنے پڑاؤ میں قیس بن ارقم اور اُس کے خاندان کے ڈیڑھ سو سواروں کا استقبال کر رہے تھے۔ ان لوگوں کے پیچھے رسد کے سامان سے لدے ہوئے اسّی اُونٹوں کا قافلہ آرہا تھا۔

قیس نے گھوڑے سے اُتر کر مثنیٰ کے ساتھ مصافحہ کرتے ہوئے کہا: "جب آپ میری بستی سے نکل

گئے تھے تو مجھے بڑی شدت کے ساتھ اِس بات کا احساس ہوا تھا کہ میں آپ کو کھانے کی دعوت نہیں دے سکا۔ مجھے افسوس تھا کہ حلم جیسے لوگوں کے ساتھ مل کر میں ایک عرب کی مہمان نوازی کے آداب بھی بھول گیا تھا، اب میں آپ کا حصّہ یہاں لے آیا ہوں۔"

مثنیٰ نے جواب دیا: "میں آپ کا شکر گزار ہوں لیکن رسد کی یہاں کمی نہیں۔ آپ کی طرح دوسرے قبائل کے رؤسا نے بھی انتہائی فیاضی کا ثبوت دیا ہے۔ مجھے ابھی اطلاع ملی ہے کہ علاء بن حضرمی کا لشکر کل شام جواثی سے ایک منزل کے فاصلے پر پڑاؤ ڈال دے گا۔ ہم اُن کے استقبال کے لئے رات کے پچھلے پہر یہاں سے روانہ ہو جائیں گے۔ اس لئے میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ کا سامان یہاں اُتارنے کی بجائے وہاں بھیج دیا جائے۔ مدینے کے لشکر کو خوراک کی زیادہ ضرورت ہوگی۔ علاء بن حضرمی کے قیام کا انتظام کرنے کے لئے چند آدمی عصر کی نماز کے بعد یہاں سے روانہ ہو جائیں گے۔ اگر آپ کے اُونٹ بھی اُن کے ساتھ روانہ کر دیئے جائیں تو بہتر ہوگا۔ آپ کے آدمی یہاں آرام کر سکتے ہیں، اُنہیں اُونٹوں کے ساتھ جانے کی ضرورت نہیں۔ اُونٹوں کی حفاظت کے لئے چند تازہ دم رضاکار بھیج دیئے جائیں گے۔"

قیس نے جواب دیا: "اگر مدینے کا لشکر آرہا ہے تو مجھے اس کے استقبال کے لئے ایک منزل کی بجائے تین منزل سفر کرنے میں بھی خوشی محسوس ہوگی۔ لیکن میرا بھانجا کہاں ہے؟"

"میں یہیں ہوں ماموں جان!" حسان نے چند قدم دُور رضاکاروں کے ایک گروہ سے نکل کر جواب دیا۔

قیس نے مصافحہ کرنے کے بعد پیار سے اُس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا: "تم مجھ سے خفا ہو کر بھاگ آئے تھے لیکن میں تمہارا شکر گزار ہوں، تم نے ایک بوڑھے آدمی کو ہلاکت سے بچا لیا ہے۔"

حسان نے جواب دیا: "میں بھی آپ کا شکر گزار ہوں۔ میں بھٹکتا ہوا آپ کے پاس پہنچا تھا اگر اُس دن آپ کے ہاں مثنیٰ بن حارثہ کے ساتھ میری مُلاقات نہ ہوتی تو آج شاید میں یہاں نہ ہوتا۔"

قیس نے مثنیٰ کی طرف متوجہ ہو کر کہا: "میرا بھانجا رُوم و ایران کی جنگوں میں حصّہ لے چکا ہے۔ آپ کی آمد سے پہلے میں اپنے ساتھیوں کو یہ مژدہ سُنا رہا تھا کہ یہ نوجوان مسلمانوں کے خلاف جنگ میں میرے خاندان کی راہنمائی کرے گا۔ اب اسلام کا پرچم اُٹھانے کے بعد میں آپ سے یہ درخواست کرنا چاہتا ہوں کہ

اگر اُسے کوئی اور ذمہ داری نہیں سونپ سکتے تو میرے آدمیوں کو اس کی ضرورت ہے۔"

مثنیٰ نے جواب دیا۔ "میں نے ابھی اس کا امتحان نہیں لیا۔ تاہم میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ یہ آپ کو مایوس نہیں کرے گا۔"



اگلے دن غروبِ آفتاب سے ایک ساعت قبل مثنیٰ اور اُس کے ساتھی جواثی سے ایک منزل دُور علاء بن حضرمی کے لشکر کا خیر مقدم کر رہے تھے۔ اس لشکر میں بنو تمیم اور بنو حنیفہ کے وہ رضاکار بھی موجود تھے جن کے خاندان بغاوت کے ایام میں دینِ اسلام پر قائم رہے تھے۔ یہ لوگ راستے کی منازل میں مدینہ سے آنے والے لشکر کے ساتھ شامل ہو گئے تھے۔ اس کے علاوہ یمن کے چند سردار بھی اپنے اپنے قبیلے کے رضاکاروں کے ساتھ علاء بن حضرمی کے ہم رکاب تھے۔ رات کے پچھلے پہر علاء بن حضرمی فوج کے سالاروں کے ساتھ آئندہ حملے کی تجاویز پر بحث کر رہے تھے۔ مثنیٰ بن حارثہ اُن کے خیمے میں داخل ہوا اور اُس نے فیصلہ کُن لہجے میں کہا۔ "ہم صبح حملہ نہیں کریں گے۔"

حاضرین متعجب ہو کر اُس کی طرف دیکھنے لگے۔ بالآخر علاء بن حضرمی نے کہا۔ "کیا یہ ہو سکتا ہے کہ بحرین کے شہر کو دشمن کی تعداد نے پریشان کر دیا ہو؟"

مثنیٰ نے اطمینان سے بیٹھتے ہوئے جواب دیا۔ "اگر مجھے اس بات کا یقین نہ ہوتا کہ ہم اس جنگ میں فتح حاصل کر چکے ہیں تو شام کی تاریکی مجھے تلوار نیام میں ڈالنے پر آمادہ نہ کرتی۔ میں باغیوں کو اُن کی شکست کا اعتراف کرنے کی مہلت دینا چاہتا ہوں میں یہ بھی چاہتا ہوں کہ یہ اُن میں سے زیادہ سے زیادہ ہمارے ہاتھوں قتل ہونے سے بچ جائیں اور گمراہی کا راستہ چھوڑ کر ہمارے ساتھ آ ملیں۔ مجھے یقین ہے کہ اگر ہم چند دن دشمن کی رسد و کمک کے راستے کاٹنے اور اکا دکا حملوں پر اکتفا کرتے رہیں تو اُن میں سے اکثر حطم بن ضبیعہ کا ساتھ چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔ اس کے بعد ہم ایک ہی حملے میں حطم کے رہے سہے ساتھیوں کو کچل کر رکھ دیں گے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ہمیں فیصلہ کُن حملے کی ضرورت ہی پیش نہ آئے اور یہی لوگ جو آج ہمارے دشمن ہیں کل دجلہ اور فرات کی وادیوں میں اسلام کے لشکر کا دستۂ ہراول بننے میں فخر محسوس

کریں۔ میرے نزدیک عرب کا مستقبل اسلام کے مستقبل اور بحرین کے مستقبل عرب کے مستقبل سے جُدا نہیں ہو سکتا اور جب ہم عرب کی سرحدوں سے باہر نئی زندگی کا رخ کریں گے تو صرف اہلِ بحرین ہی نہیں بلکہ عراق عرب کے قبائل بھی ہمارے ساتھ آ ملیں گے۔ پھر جب قافلۂ حجاز ایران کی وسعتوں میں داخل ہوگا تو ہم یہ دیکھیں گے کہ جویائے حق وہاں بھی ہماری راہ دیکھ رہے ہیں۔ ہماری حالت اُس دریا کی سی ہوگی جو راستے کی تمام ندیوں اور نالوں کو اپنے آغوش میں لے لیتا ہے۔ ہمیں بحرین میں اسلام کا پرچم نصب کرنے کے لئے مزید خون بہانے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ اب حطم بن ضبیعہ کو نئے حلیف نہیں ملیں گے اور اُس کے پُرانے حلیف بھی یکے بعد دیگرے اُس کا ساتھ چھوڑ دیں گے۔ اُس نے اپنی قوت سے زیادہ ایرانیوں کی اعانت کے بھروسے پر بغاوت کا جھنڈا بلند کیا تھا اور ایران کے موجودہ حالات ایسے نہیں کہ وہ بحرین میں ہمارے ساتھ اُلجھنے کی جرأت کرے۔"

بنو عبدالقیس کے ایک رئیس نے کہا۔ "ہم پر مرتدین نے جو مظالم کئے ہیں وہ ناقابلِ بیان ہیں۔ تاہم میں مثنیٰ بن حارث کی تجویز سے اتفاق کرتا ہوں۔ ہمیں فیصلہ کُن حملے صرف اسی صورت میں کرنا چاہئیں جبکہ باغیوں کے تائب ہونے کی کوئی اُمید باقی نہ رہے۔ مجھے یقین ہے کہ اگر ہم نے کامیابی کے ساتھ محاصرہ جاری رکھا تو اُن میں سے بہت کم ایسے ہوں گے جو شکست میں حطم کا ساتھ دینا پسند کریں گے۔"

علاء بن حضرمی نے مثنیٰ سے مخاطب ہو کر کہا۔ "بحرین کے حالات آپ سے بہتر کوئی اور نہیں جانتا۔ اس لئے اگر آپ کا یہی فیصلہ ہے تو میں چند دن انتظار کرنے کے لئے تیار ہوں۔"

دو دن بعد حطم بن ضبیعہ انہیں حالات کا سامنا کر رہا تھا جو اُس نے محاصرے کے ایام میں بنو عبدالقیس کے لئے پیدا کئے تھے۔ پڑاؤ میں اُس کا ساتھ دینے والوں کی تعداد آئے دن کم ہو رہی تھی۔ ایک رات حطم کے چند ساتھی فرار ہو کر مسلمانوں کے پڑاؤ میں پہنچے اور اُنہوں نے اطلاع دی کہ اب حطم کے ساتھ صرف پانچ ہزار آدمی رہ گئے ہیں اور اُن میں بھی زیادہ تر وہ ایرانی اور دوسرے غیر ملکی تاجر ہیں جنہیں ابھی تک یہ اُمید ہے کہ عراق میں کسریٰ کے باجگزار اُن کی اعانت کے لئے عربی النسل لوگوں کا لشکر جمع کر رہے ہیں۔ آج یہ غیر ملکی جشن منا رہے ہیں اور پڑاؤ میں شراب کے دَور چل رہے ہیں۔"

اِس اطلاع کے تھوڑی دیر بعد جب باغیوں کے پڑاؤ سے شراب سے بدمست آدمیوں کی چیخ پکار سنائی دے رہی تھی تو مسلمانوں نے تین جانب سے حملہ کر دیا۔ باغیوں کی حالت تنکوں کے اُس انبار کی سی تھی جسے اچانک آندھی کے تند جھونکوں نے منتشر کر دیا ہو۔ تین ہزار آدمی رات کی تاریکی سے فائدہ اُٹھا کر گرتے پڑتے ساحل کی طرف نکل گئے۔ آٹھ سو ہلاک اور زخمی ہوئے اور باقی آدمیوں نے رات بھر اِدھر اُدھر چھپنے کی ناکام کوشش کی بعد صبح کی روشنی میں ہتھیار ڈال دئیے۔ حطم بن ضبیعہ کے علاوہ مرتدین کے چند اور بااثر راہنما قتل ہو چکے تھے۔ اس جنگ کے بعد سمندر کے ساحل پر غیر ملکی تاجروں کا ایک قلعہ باغیوں کی آخری جائے پناہ تھا۔ لیکن اگلی شام جب مسلمانوں کا لشکر باغیوں کے تعاقب میں اس قلعے کے قریب پہنچا تو یہ لوگ وہاں سے کشتیوں پر سوار ہو کر جزیرہ دارین کا رُخ کر رہے تھے۔ مسلمان رات بھر آس پاس کی بندرگاہوں سے کشتیاں تلاش کرتے رہے لیکن اُنہیں معلوم ہوا کہ غیر ملکی تاجروں کے زیرِ اثر مقامی ملاحوں نے بھی اپنی کشتیاں باغیوں کے حوالے کر دی ہیں۔

اگلی صبح کے آفتاب کی ابتدائی کرنوں کے ساتھ غازیانِ اسلام اپنے گھوڑوں اور اُونٹوں پر سوار ہو کر سمندر کے کنارے صفیں باندھ رہے تھے۔ امیرِ لشکر یا چند سالاروں کے سوا کسی کو یہ معلوم نہ تھا کہ اُن کی منزل کہاں ہے۔ وہ صرف اتنا جانتے تھے کہ اُنہیں صبح ہوتے ہی کُوچ کرنا ہے۔ وہ صبح کی تر و تازہ ہوا میں سمندر کی لہروں سے لطف اندوز ہو رہے تھے اور ان لہروں سے آگے اُن کی نگاہیں ایک جزیرے کی جھلک دیکھ سکتی تھیں۔ علاء بن حضرمی اور مثنیٰ بن حارث سب سے آگے کھڑے تھے اور سمندر کی لہریں اُن کے خوبصورت گھوڑوں کے پاؤں چھو رہی تھیں۔ اچانک وہ گھوڑوں کی باگیں موڑ کر لشکر کی طرف متوجہ ہوئے۔ علاء بن حضرمی نے بلند آواز میں کہا۔ "غازیانِ اسلام! بحرین میں دشمنانِ دین کے پرچم سرنگوں ہو چکے ہیں۔ اللہ نے تمہارے صدق و خلوص کو فتح کے انعامات سے نوازا ہے۔ اب دشمن دارین میں پناہ لے چکا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ اس جزیرے کو اپنا مستقر بنا کر ہمارے ساتھ جنگ جاری رکھ سکے گا اور جب تک ہمارے درمیان یہ سمندر حائل ہے ہم اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ ہمیں اس بات کا کوئی اندیشہ نہیں کہ چند ہزار باغی ہمارے لئے کسی بڑے خطرے کا باعث ہو سکتے ہیں لیکن یہ لوگ ایران کے آلۂ کار بن کر یقیناً نئے فتنوں کے دروازے

کھول سکتے ہیں۔ ہم ایران کو اس بات کا موقع نہیں دینا چاہتے کہ وہ اس جزیرے کو اپنا بحری مستقر بنا لے۔ یہ سمندر ہمارے درمیان حائل نہیں رہے گا۔" علاء بن حضرمی یہاں تک کہہ کر خاموش ہو گیا۔

ایک عرب نے کہا۔ "دارین فتح کرنے کے لئے ہمیں صرف چند کشتیوں کی ضرورت ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اگر ہم کوشش کریں تو مقامی ملاح ہمارے ساتھ تعاون پر آمادہ ہو جائیں گے۔"

علاء بن حضرمی نے جواب دیا۔ "دارین فتح کرنے کے لئے ہمیں کشتیوں کی ضرورت نہیں۔ یہ سمندر زیادہ گہرا نہیں۔ اگر تم ہمت سے کام لو تو میں تمہیں یہ مژدہ سنا سکتا ہوں کہ دارین کے ساحل پر اللہ کی نصرت تمہارا انتظار کر رہی ہے۔ ـــ ہم ظہر کی نماز وہیں ادا کریں گے۔"

مثنیٰ نے بلند آواز میں کہا۔ "مجاہدو! تم اپنے امیر کا حکم سُن چکے ہو۔"

جواب میں "اللہ اکبر، اللہ اکبر" کی صدائیں بلند ہوئیں اور اس کے ساتھ ہی مثنیٰ اور علاء بن حضرمی نے باگیں موڑ کر گھوڑے سمندر میں ڈال دئیے۔ پھر ایک آن کی آن میں پوری فوج سمندر میں کود چکی تھی اور اُبھرتا ہوا سورج مچلتی ہوئی لہروں میں انسانی عظمتوں کے پہاڑ دیکھ رہا تھا۔ تاریخ ہمیں صرف یہ بتاتی ہے کہ جب دارین میں پناہ لینے والے مرتدین نے یہ دیکھا کہ مسلمان اپنے گھوڑوں اور اُونٹوں پر سمندر عبور کر رہے ہیں تو وحشت زدہ ہو کر بھاگ نکلے ـــ لیکن کاش کسی مؤرخ کی نگاہیں اُن دلوں کی گہرائی تک پہنچ سکتیں جو فرزندانِ اسلام کے عزائم اور حوصلوں کے امین تھے۔

باب ۷

دلوین کی فتح کے چند دن بعد علاءؓ بن حضرمی واپس آ گئے اور بحرین کے نظم و نسق میں مصروف ہو گئے۔ خلیج فارس کے ساحلی علاقوں کی طرح باقی عرب بھی اندرونی فتنوں سے محفوظ ہو چکا تھا اور فرزندانِ توحید کا قافلہ نئے عزائم کے ساتھ شاہراہِ حیات پر دوڑ رہا تھا۔

شمال مغرب کی جانب عرب کی سرحد شام اور شمال مشرق کی سمت عراق سے ملتی تھی اور ان سرحدوں سے آگے قیصر و کسریٰ کی وہ عظیم سلطنتیں شروع ہوتی تھیں جن کا پُرشکوہ ماضی صدیوں کے دامن میں پھیلا ہوا تھا۔

زمانے کی نگاہیں عرب کو پہلی مرتبہ دُنیا کے نقشے پر ایک سلطنت اور اہلِ عرب کو تاریخ کے صفحات میں ایک ملت کی حیثیت سے دیکھ رہی تھیں لیکن یہ سلطنت اور یہ ملت اپنی تاریخ کے ابتدائی دور ہی میں رُوئے زمین کی دو عظیم ترین طاقتوں کا سامنا کر رہی تھی۔

شام جس قدر حجاز سے زیادہ قریب تھا اُسی قدر اہلِ حجاز شام کے رومی حکمرانوں کے عزائم سے باخبر تھے۔ روم اور ایران کی گزشتہ جنگ میں قیصر اپنی طاقت کا لوہا منوا چکا تھا اور اُس کے اقتدار اور اثر و رسوخ کا دائرہ اس قدر وسیع ہو چکا تھا کہ وہ کسی وقت بھی مسلمانوں کے لئے ایک خطرۂ عظیم بن سکتا تھا۔ عرب کی سرحد پر رومی لشکر کی نقل و حرکت یہ ثابت کرنے کے لئے کافی تھی کہ قیصر کو صرف مسلمانوں کی قوتِ مدافعت کا خوف بھی پُرامن رہنے پر مجبور کر سکتا ہے۔ چنانچہ نمازیانِ اسلام نے فرزندانِ تثلیث کو مدینے پر یلغار کرنے کا موقع دینے کی بجائے شام کی سرحدوں پر پیشقدمی کر کے یہ ثابت کر دیا کہ اُن کی تلواریں اُن کی حفاظت کر سکتی ہیں۔ شام کی سرحدوں پر مسلمانوں اور رومیوں کے ابتدائی معرکوں کے ساتھ قافلہ حجاز ان کٹھن راستوں پر گامزن ہو چکا تھا جو آگے چل کر یرموک اور اجنادین کے میدانوں سے گزرتے تھے۔

ایرانیوں کے متعلق اگر مسلمان مطمئن نہیں تھے تو زیادہ پریشان بھی نہیں تھے۔ رومیوں کے ہاتھوں عبرتناک شکست کھانے کے بعد ایران ایک اندرونی خلفشار میں مبتلا ہو چکا تھا اور مسلمانوں کو وہاں سے کسی فوری خطرے کا اندیشہ نہ تھا اور اگر وہ کوئی خطرہ محسوس کرتے بھی تو بیک وقت مشرق و مغرب کی دو عظیم سلطنتوں سے متصادم ہونا اُنہیں بعید از قیاس معلوم ہوتا تھا لیکن حالات نے صدیق اکبرؓ کی خلافت کے پہلے سال ہی یہ ثابت کر دیا کہ رُوم کے عیسائی اور ایران کے مجوسی عرب میں اسلام کے عروج کو اپنے مستقبل کے لئے یکساں خطرناک سمجھتے ہیں۔ عراق کی سرحدوں سے قریب جن قبائل نے فتنۂ ارتداد میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا، اُن میں سے اکثر ایرانی حکومت کے زیرِ اثر تھے۔ پھر الجزیرہ[1] سے بنو یربوع کی ایک کاہنہ سجاح بنت حارث نبوت کا دعویٰ لیکر اُٹھی اور اُس نے مدینہ پر چڑھائی کرنے کے ارادے سے عرب کے مرتد اور باغی قبائل کو ساتھ ملانے کی کوشش کی لیکن نباج کے مقام پر اوس بن خزیمہ نے اُسے شکست دی اور اُسے مدینہ پر چڑھائی کرنے کا ارادہ ترک کرنے پر مجبور کر دیا۔ سجاح اس اُمید پر عرب میں داخل ہوئی تھی کہ باغی قبائل اسلامی سلطنت کے خلاف فیصلہ کُن جنگ میں اُس کا ساتھ دیں گے لیکن اُسے یہ دیکھ کر مایوسی ہوئی کہ اسلام کے باغیوں کی اکثریت یمامہ کے جھوٹے نبی مسیلمہ کے گرد جمع ہو چکی ہے چنانچہ اُس نے اپنی برتری کا لوہا منوانے کے لئے اپنی فوج کا رُخ یمامہ کی طرف پھیر دیا۔ سجاح کو اس بات کا یقین تھا کہ مسیلمہ کو شکست دینے کے بعد وہ باغیانِ اسلام کو اپنی طرف مائل کر سکے گی لیکن مسیلمہ کذاب اُس کے ساتھ جنگ کا خطرہ مول لینے کے لئے تیار نہ تھا۔ وہ یہ جانتا تھا کہ شکست کی صورت میں

---

[1] الجزیرہ یا میسوپوٹیمیا۔ یہ علاقہ عراق کے شمال مغرب میں دجلہ اور فرات کے درمیان اُس مقام سے شروع ہوتا ہے جہاں یہ دریا ایک دوسرے سے بہت قریب ہو جاتے ہیں اور پھر اُوپر کی طرف اُن کا درمیانی فاصلہ بتدریج زیادہ ہونے لگتا ہے بالآخر یہ وسیع علاقہ اُس تنگ وادی تک چلا جاتا ہے جہاں دجلہ اور فرات پھر ایک دوسرے سے اس قدر قریب آ جاتے ہیں کہ اُن کے درمیان صرف چند میل کا فاصلہ رہ جاتا ہے۔

مرتدین اُس کا ساتھ چھوڑ کر سجاح کے جھنڈے تلے جمع ہو جائیں گے اور اگر اُسے فتح حاصل ہوئی تو یمامہ اس قدر کمزور ہو چکا ہو گا کہ اُس کے لئے مُسلمانوں کا مقابلہ کرنا آسان نہیں ہو گا۔ چنانچہ اُس نے جنگ کی بجائے مصالحانہ گفتگو کی درخواست کی اور اس کے ساتھ ہی چند تحائف بھیج دئے۔ سجاح نے یہ درخواست قبول کر لی۔ اور جھوٹے نبی نے جھوٹی نبیہ سے اپنی برتری کا لوہا منوا لیا۔ دوسری مُلاقات مسیلمہ کذاب کے کیمپ میں ہوئی اور پھر سجاح اپنے حریف کے ساتھ شادی کرنے کے بعد اس یقین اور اطمینان کے ساتھ واپس چلی گئی کہ جس مقصد کے لئے وہ عرب میں داخل ہوئی تھی، اس کی تکمیل کے لئے شوہر زیادہ موزوں ہے

واقعات کی کڑیاں ملانے کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ سجاح کا مقصد عرب کے اندرونی انتشار سے فائدہ اُٹھانا تھا۔ وہ اور اُس کے پیروکار ایرانیوں کے زیر اثر تھے۔ اگر وہ عرب کے کسی گوشے سے نمودار ہوتی تو نبوت کے کئی اور جھوٹے دعویداروں کی طرح اسلامی سلطنت کے خلاف اُس کی بغاوت کی وجہ سمجھ میں آ سکتی تھی۔ لیکن اُس کا وطن مدینہ سے بہت دُور تھا اور ابھی تک وہاں اس حد تک اسلام کے اثرات نہیں پہنچے تھے کہ وہ جھوٹی نبوت کے اعلان کے ساتھ ہی مدینہ پر چڑھائی کی ضرورت محسوس کرتی۔ اگر اُس کے دل میں شہرت اور اقتدار کی ہوس ہوتی تو اُس کا پہلا تصادم اپنے ایرانی حکمرانوں کے ساتھ ہونا چاہیئے تھا۔ ان حالات میں ہمیں اُن لوگوں کی قیاس آرائی بے محل معلوم نہیں ہوتی جو سجاح کو ایرانی حکومت کی آلۂ کار سمجھتے ہیں۔ مدینہ کی طرف سجاح کی پیشقدمی سے قبل مسلمانوں کے ہاتھوں یمن کی سرزمین پر ایرانیوں کے اقتدار کا خاتمہ ہو چکا تھا اور یمن کا ایرانی گورنر اسلام قبول کر چکا تھا۔ پھر جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ بحرین کے باغیوں کو بھی ایرانیوں کی پُشت پناہی حاصل تھی تو یہ حقیقت اور زیادہ واضح ہو جاتی ہے کہ روم کی طرح ایران کی حکومت بھی اُن حالات سے غافل نہ تھی جو اسلام کی بدولت صحرائے عرب میں رُونما ہو رہے تھے۔ فرق صرف یہ تھا کہ رومی حکومت نے مُسلمانوں کو اپنی قوت کے مظاہروں سے مرعوب کرنے کی کوشش کی تھی اور مسلمان تلوار کے جواب میں تلوار اُٹھانے پر مجبور ہو گئے تھے لیکن ایرانی حکمران ابھی تک سازشوں پر اکتفا کر رہے تھے۔ بحرین کی بغاوت کے خاتمے کے ساتھ بظاہر ان سازشوں کے

دروازے بند ہو گئے تھے لیکن بحرین کا ایک سپاہی اور مدبر اسلام اور مجوسیت کا تصادم ناگزیر سمجھتا تھا۔ یہ مجاہد مثنیٰ بن حارثہ تھا جس کی نگاہیں شمال مشرق کے اُفق پر خطرناک آندھیوں کے آثار دیکھ رہی تھیں اُسے یہ یقین تھا کہ جب ایرانی حکومت اپنی اندرُونی مشکلات پر قابُو پا لے گی اور اُس کی جنگی تیاریاں مکمل ہو جائیں گی تو اُسے عرب پر دھاوا بولنے کے لئے کسی بہانے کی ضرورت نہیں ہو گی۔ ایرانی معاشرہ جس کی بنیاد عدم مُساوات پر رکھی گئی تھی، براہِ راست عرب کے اُس معاشرے سے متصادم تھا جو اخوت اور مساوات کا داعی تھا۔ مثنیٰ بن حارثہ مدائن کو اُن غازیوں کے راستے کی ایک اہم منزل سمجھتے تھے جو اللہ کی زمین پر اللہ کے دین کا بول بالا کرنے کے لئے میدان میں اُترے تھے۔ وہ یہ محسوس کرتے تھے کہ اگر ایران کے ساتھ ٹکر لینے میں تساہل سے کام لیا گیا یا اُسے جنگ کے لئے تیاری کا موقع دیا گیا تو چند سال بعد مسلمانوں کو انتہائی خطرناک حالات کا سامنا کرنا پڑے گا اور انہیں اس بات کا خدشہ بھی تھا کہ روم اور ایران کسی وقت بھی مُسلمانوں کو ایک مشترکہ دشمن سمجھ کر متحد ہو سکتے ہیں۔ مثنیٰ بن حارثہ کسی تاخیر کے بغیر خلیفۃ المسلمین کو ایران کی طرف متوجہ کرنا چاہتے تھے اور اُن کے نزدیک اس کا آسان طریقہ یہی تھا کہ انہوں نے اپنے قبیلے کے جانبازوں کو جمع کیا اور عراق پر حملہ کر دیا۔ ابتدا میں سرحدی اہلکاروں اور زمینداروں کو کسریٰ کی سلطنت پر بحرین کے ایک قبیلے کی چڑھائی ایک مذاق معلوم ہوتی تھی لیکن جلد ہی وہ ایک غیر متوقع صورت حال کا سامنا کر رہے تھے۔ مثنیٰ بن حارثہ اچانک سرحد کی کسی چوکی پر حملہ کرتے اور ایرانی سپاہیوں کو تتر بتر کر دیتے۔ پھر جب تک کسی بڑے مستقر سے ایرانی لشکر حرکت میں آتا وہ کوسوں دُور کسی اور چوکی پر چڑھ دوڑتے۔ وہ عراق کے جغرافیائی خدوخال کو اپنے ہاتھ کی لکیروں کی طرح جانتے تھے اور اُن کے ساتھ ایک ایسا لشکر تھا جو سامانِ رسد سے بے نیاز تھا۔ اُن کے عقب میں وہ صحرا تھا جس کی وسعتیں اُنہیں خطرے کے وقت پناہ دے سکتی تھیں اور سامنے وہ زرخیز علاقے تھے جہاں گھوڑوں کے لئے چارے اور سواروں کے لئے اناج کی کمی نہ تھی۔ عرب کسان اور چرواہے جنہیں ایرانی عمال اور جاگیرداروں نے زندگی کی تمام راحتوں سے محروم کر دیا تھا، ان مٹھی بھر جانبازوں کو اپنا نجات دہندہ خیال کرتے تھے۔

ہرمز اُن سرحدی علاقوں کا حاکم تھا جہاں سے بحرین کے مجاہدوں کی پیشقدمی کا آغاز ہوا تھا۔ اس

کا دائرہ اختیار جنوب میں صحرا کے کنارے سے لے کر فرات کے ڈیلٹائی علاقے اور خلیج فارس کے شمالی کونے میں کاظم اور خضیر سے لے کر مغرب کی جانب حیرہ کی حدود تک پھیلا ہوا تھا۔ اپنے اقتدار کی حفاظت کے لئے یہ مغرور اور ظالم حاکم دس ہزار تربیت یافتہ سپاہی میدان میں لا سکتا تھا اور بوقت ضرورت وہ ایرانی جاگیردار جن پر ہرمز کو بالادستی حاصل تھی، اُسے مزید افواج مہیا کر سکتے تھے۔

مثنیٰ ابن حارث ہرمز کو اپنے راستے کی پہلی دیوار سمجھتے تھے لیکن وہ یہ بھی جانتے تھے کہ وہ ایک انتہائی قلیل لشکر کے ساتھ کسی کھُلے میدان میں ہرمز کی افواج کے ساتھ ٹکر نہیں لے سکتے اور اُن کی پیش قدمی کا مقصد بھی یہ نہیں تھا۔

اُنہوں نے ایک باقاعدہ جنگ لڑنے کی بجائے اِکا دُکا حملوں سے ایران کی قوت کا بھرم کھول دیا تھا۔ اُنہوں نے یہ ثابت کر دیا تھا کہ اگر عراق کے محکوم قبائل کے دلوں سے ایرانی حکمرانوں کی قوت کا خوف اُٹھ جائے تو اُنہیں مُسلمانوں کے ساتھ اپنا مستقبل وابستہ کرنے پر آمادہ کیا جا سکتا ہے۔

مثنیٰ کی پہلی کامیابی یہ تھی کہ اُنہوں نے ہرمز کو اپنے لامحدود وسائل کے باوجود مدافعانہ جنگ لڑنے پر مجبور کر دیا۔ اور اُن کی دوسری کامیابی یہ تھی کہ مقامی عرب اپنے ایرانی آقاؤں کی بجائے مُسلمانوں کے ساتھ تعاون کر رہے تھے۔

مثنیٰ ابن حارث کا لشکر سرحد کے چرواہوں اور کسانوں کی جس بستی سے گزرتا تھا، وہاں مرجھائے ہوئے چہرے اُمید کی روشنی سے جگمگا اُٹھتے تھے۔ تین ماہ کے عرصہ میں مثنیٰ ابن حارثہ نے کسی علاقے پر قابض ہونے یا وہاں دو چار دن سے زیادہ ٹھہرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی۔ تاہم اُس نے یہ ثابت کر دیا تھا کہ وہ فتوحات جو اُس نے مقہور اور مظلوم انسانوں کے دلوں پر حاصل کی ہیں، بستیوں، شہروں اور قلعوں کی فتوحات سے زیادہ اہم ہیں۔ ان مجاہدوں کے ساتھ دینِ اسلام کے مبلغ تھے اور جب سرحد کے ایرانی جاگیردار اپنی بستیوں کو غیر محفوظ سمجھ کر اندرونی علاقوں کی طرف بھاگ نکلتے تو وہاں تبلیغ کے راستے کھُل جاتے۔ اور مجاہدین کا لشکر کسی اور منزل کی طرف روانہ ہو جاتا۔

تین ماہ کے عرصے میں مثنیٰ ابن حارث نے جن راستوں پر اپنے قدموں کے نشان چھوڑے تھے

وہاں سینکڑوں ایسے تھے جو اعلانیہ دینِ اسلام قبول کر چکے تھے اور ہزاروں ایسے تھے جنہیں کھُلے بندوں مُسلمانوں کا ساتھ دینے کے لئے مناسب وقت کا انتظار تھا۔



حسان اُس مردِ مجاہد کا ہم سفر تھا جسے قُدرت نے سائرس اور دارا کے جانشینوں کی سلطنت کی طرف اسلام کے لشکر کا راستہ صاف کرنے کے لئے منتخب کیا تھا۔ سپاہیانہ کھیل اُس کے لئے نئے نہ تھے۔ وہ روم و ایران کے عظیم معرکوں میں حصہ لے چکا تھا اور جنگ کے قواعد سے پوری طرح باخبر تھا۔ لیکن مثنیٰ ابن حارثہ کی رفاقت میں بحرین سے عراق کا رُخ کرتے ہوئے جب وہ ایک آزمودہ کار سپاہی کے ذہن سے سوچتا اور اسباب اور نتائج کی کڑیاں ملانے کی کوشش کرتا تو اُسے یہ بات ناقابلِ یقین محسُوس ہوتی کہ مُٹھی بھر نمازیوں کی یہ جماعت عراق میں ایرانیوں کے اقتدار کے لئے کوئی بڑا خطرہ پیدا کر سکے گی۔ اُس نے عجم کے وہ سپہ سالار دیکھے تھے جو شاہی شان و شوکت کے ساتھ جنگ کے میدانوں کا رُخ کیا کرتے تھے۔ جن کا ذاتی سامان کئی بیل گاڑیوں اور اُونٹوں پر لادا جاتا تھا۔ اُسے یہ بات عجیب معلوم ہوتی تھی کہ ایک قبیلے کا رئیس ایک عظیم سلطنت کے ساتھ ٹکر لینے کے لئے نکلا ہے اور اُس کی فوج کی تعداد پانچسو سوار سے زیادہ نہیں اور وہ بھی ایسے جنہیں کسی فوری خطرے کی صورت میں پیچھے سے رسد یا کمک ملنے کی کوئی اُمید نہیں ہو سکتی۔ حسان نے اتنی بڑی مہم کے لئے اتنی قلیل اور بے سروسامان فوج پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی اور نہ وہ اُس عزم و یقین سے آشنا تھا جس کی روشنی سے ان جری انسانوں کی نگاہیں لبریز تھیں۔ انتہائی پریشانی کی حالت میں بھی جب وہ اس لشکر کے قائد کی طرف دیکھتا تو اُس کے دل میں ایک ناقابلِ تسخیر ولولہ کروٹیں لینے لگتا اور اُس کے ساتھ جینے اور مرنے کی خواہش تمام آرزوؤں اور سارے اندیشوں پر غالب آجاتی۔ ابتدا میں وہ مثنیٰ کی ہمہ گیر شخصیت سے متاثر ہوا تھا اور اُس کے دل میں عقیدت اور احترام کے جذبات ایک ایسے راہنما کا خراج تھے جس نے اُسے انسانیت کی نئی عظمتوں سے آشنا کیا تھا لیکن عراق میں چند معرکوں کے بعد وہ یہ

محسوس کر رہا تھا کہ قدرت نے مثنیٰ کو جس مقصد کی تکمیل کے لئے منتخب کیا ہے وہ اُس کی ذات سے زیادہ بلند اور اہم ہے اور اُس کی ہمت اور خود اعتمادی اور اُس کی غیر معمولی کامیابیاں صرف اُس جادۂ مستقیم پر گامزن ہونے کا نتیجہ ہیں جسے صرف دینِ حق کا پرچم اُٹھانے والے مجاہدوں کی نگاہیں دیکھ سکتی ہیں۔ عراق کی سرحد میں داخل ہوتے وقت جب اُس کے ایک ساتھی نے کہا تھا، حسان تم عراق کے حالات سے زیادہ واقف ہو۔ تمہارے خیال میں ہماری مہم کی کامیابی کے امکانات کیا ہیں تو اُس نے بلا توقف یہ جواب دیا تھا۔ مجھے معلوم نہیں یہ مُٹھی بھر مجاہد کس اُمید پر وہاں جا رہے ہیں۔ میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ مثنیٰ کی رفاقت میں آگ کے سمندر میں کُود سکتا ہوں۔

لیکن اب وہ اپنے دل میں یہ کہا کرتا تھا کہ مثنیٰ کے ہاتھ میں اللہ کے دین کا پرچم ہے اور اللہ کی نصرت اُس کے ساتھ ہے۔ میں نے گزشتہ چند ہفتوں میں قدرت کے جو معجزات دیکھے ہیں اُن کے بعد اگر یہ مجاہد ہوا میں اُڑنے اور پانی کی سطح پر دوڑنے لگیں تو بھی مجھے تعجب نہیں ہوگا۔

باب ۹

مثنیٰ ابن حارثہ دس مجاہدوں کے ساتھ قبیلہ تغلب کے ایک سردار کے ہاں مقیم تھا اور اُس کے دوسرے ساتھی حسبِ معمول آس پاس کی چند بستیوں کے عرب کسانوں اور چرواہوں کے مہمان تھے۔ مثنیٰ کے میزبان نے عربوں کی روایتی مہمان نوازی کا ثبوت دیتے ہوئے اُس کے لئے اپنا سکونتی مکان خالی کر دیا تھا۔ مٹی کا یہ مکان تین کُشادہ کمروں پر مشتمل تھا اور اُس کے گرد دیوار تھی۔ باہر چاروں طرف کھجوروں کے باغ قبیلے کے کسانوں اور چرواہوں کے چھوٹے چھوٹے جھونپڑے اور مکانات تھے۔

ایک دن طلوعِ آفتاب کے وقت مثنیٰ ابن حارثہ مکان کے صحن میں ٹہل رہا تھا۔ اُس کے چہرے پر رنج و ملال کے آثار تھے۔ دیوار کے ساتھ ایک چھپر کے نیچے چند گھوڑے بندھے ہوئے تھے۔ پاس ہی ایک چٹائی پر چند نوجوان بیٹھے تھے۔ مثنیٰ نے کسی گہری سوچ سے سر اُٹھا کر اِدھر اُدھر دیکھا اور اُن سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

”معنیٰ کہاں ہے؟“

ایک نوجوان نے جواب دیا۔ ”وہ اندر چلے گئے ہیں“۔

”اُسے بُلاؤ!“

نوجوان بھاگتا ہوا مکان کی طرف بڑھا اور تھوڑی دیر بعد مثنیٰ ابن حارثہ کے سامنے اُس کا جوان سال بھائی کھڑا تھا۔ شکل و صورت اور قد و قامت کے اعتبار سے معنیٰ میں اپنے بڑے بھائی کی تمام امتیازی خصوصیات موجود تھیں۔

مثنیٰ نے کسی تمہید کے بغیر کہا۔ حسان ابھی تک نہیں آیا اور ہم اُس کا مزید انتظار نہیں کر سکتے۔

میں اُس کی تلاش میں جا رہا ہوں۔ صرف ایک آدمی میرے ساتھ ہوگا۔ اگر شام تک میری طرف سے کوئی حکم نہ ملے تو یہاں سے کوچ کر دو اور صبح ہونے تک سرحد پر نو بکر کی آخری بستی میں پہنچ جاؤ اور وہاں میرا انتظار کرو۔ باقی ساتھیوں کو یہ پیغام بھیج دو کہ وہ غروبِ آفتاب کے بعد روانہ ہو جائیں اور صبح تک وہاں پہنچ جائیں۔ اُن کے لئے الگ الگ راستے اختیار کرنا زیادہ مناسب ہوگا۔"

معنیٰ نے کہا۔ "بھائی جان! کل ہم نے جو سوار حسان کی تلاش میں روانہ کئے تھے وہ سب مایوس ہو کر واپس آ گئے ہیں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ اُس نے خود نمائی کے شوق میں آپ کی ہدایات کی پروا نہیں کی اور ہم اپنے آٹھ بہترین آدمی کھو بیٹھے ہیں۔"

مثنیٰ نے جواب دیا۔ "حسان اس قدر نادان نہیں۔ مجھے یقین ہے کہ وہ بلاوجہ کوئی خطرہ مول نہیں لیگا۔"

"لیکن اُسے تین دن قبل واپس آ جانا چاہیئے تھا۔ رات میں یہ سوچ رہا تھا کہ ہم نے اُسے پیدل بھیج کر غلطی کی ہے۔ اگر دشمن کے سواروں نے کسی جگہ اُنہیں گھیر لیا تو اُن کے لئے بچ نکلنا آسان نہیں ہوگا۔"

مثنیٰ نے کہا۔ "اُنہیں اس لئے پیدل بھیجا گیا ہے کہ دشمن کو اُن کی سرگرمیوں کا پتہ نہ چل سکے۔ اور واپس آنے میں اُن کی تاخیر کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ وہ کسی غیر متوقع خطرے کے پیشِ نظر کسی عرب کے گھر چھپ گئے ہوں گے۔"

معنیٰ نے کہا۔ "لیکن یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ کسی عرب نے انعام کے لالچ میں اُنہیں ایرانیوں کے حوالے کر دیا ہو۔"

مثنیٰ نے جواب دیا۔ "یہ ہو سکتا ہے لیکن اگر میں نے حسان کو پہچاننے میں غلطی نہیں کی تو وہ بدترین حالات میں بھی اپنے ساتھیوں کو بچانے کی کوشش کرے گا۔ سنو شاید کوئی آ رہا ہے۔"

دونوں بھائی گھوڑے کی ٹاپ سُن کر حویلی کے دروازے کی طرف دیکھنے لگے۔ ایک سرپٹ سوار اندر داخل ہوا اور مثنیٰ کو دیکھتے ہی بلند آواز میں چلایا۔ "جناب وہ آ گئے ہیں۔"

مثنیٰ دروازے کی طرف بڑھا لیکن سوار نے گھوڑے سے کودتے ہوئے کہا۔ "جناب وہ گھوڑوں کو پانی پلانے کے لئے نہر پر رک گئے ہیں۔"

مثنیٰ نے قدرے مضطرب ہو کر سوال کیا۔ "لیکن وہ ہیں کون؟"

سوار نے جواب دیا۔ "جناب میں حسان اور اُس کے ساتھیوں کا ذکر کر رہا ہوں۔ وہ سب آ گئے ہیں۔ اُنہیں دُور سے دیکھ کر ہمیں یہی شبہ ہوا تھا کہ شاید ایرانیوں کا کوئی دستہ اس طرف آ رہا ہے اور ہم نہر کے پار گھات لگا کر بیٹھ گئے تھے۔ لیکن اُنہوں نے احتیاطاً ایک سوار آگے بھیج دیا۔ ہم نے گھوڑوں کے متعلق پوچھا تو معلوم ہوا کہ یہ غنیمت کا مال ہے۔ اُن کے پاس اپنی سواری کے علاوہ پانچ گھوڑے فالتو بھی ہیں۔"

مثنیٰ نے اپنے بھائی کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ "جو لوگ حکم ماننا نہیں جانتے وہ زیادہ عرصہ ہمارا ساتھ نہیں دے سکیں گے۔ تم تمام سالاروں کو پیغام بھیج دو۔ آج رات کوچ کرنے کے لئے تیار ہو جائیں اور حسان کو یہاں آتے ہی میرے پاس بھیج دو۔ میں اُس کے ساتھ علیحدگی میں چند باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"



تھوڑی دیر بعد مثنیٰ ایک تنگ دریچے کے سامنے کھڑا کمرے سے باہر جھانک رہا تھا۔ حسان اندر داخل ہوا اور "السلام علیکم" کہہ کر چند قدم دُور کھڑا ہو گیا۔ مثنیٰ نے وعلیکم السلام کہہ کر ایک ثانیہ کے لئے اُس کی طرف دیکھا اور منہ پھیر لیا۔

حسان نے قدرے توقف کے بعد مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ "جناب میرے تمام ساتھی بخیریت واپس آ گئے ہیں۔"

"مجھے معلوم ہے۔" مثنیٰ نے غصے کی حالت میں حسان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "اور مجھے یہ اطلاع بھی مل چکی ہے کہ تم خالی ہاتھ واپس نہیں آتے۔"

حسان کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن مثنیٰ کے تیور دیکھ کر اُس کو زبان کھولنے کی جرأت نہ ہوئی۔ مثنیٰ نے قدرے توقف کے بعد کہا۔ "شاید میں تمہیں اس بات کا یقین نہیں دلا سکا کہ ہم ایک ایسی سلطنت کے خلاف جنگ شروع کر رہے ہیں جس کے وسائل ہم سے کئی گنا زیادہ ہیں۔ ہمارا مقصد اپنی برتری ثابت کرنا نہیں بلکہ اللہ کے دین کا بول بالا کرنا ہے اور اس عظیم مقصد کے حصول کے لئے ہمیں جس قدر جرأت اور ہمت کی ضرورت ہے اُسی قدر نظم اور ضبط کی بھی ضرورت ہے۔ اگر میں تمہاری شجاعت کا امتحان لینے کی ضرورت

محسوس کرتا تو تمہارے ساتھ صرف آٹھ آدمی اور وہ بھی گھوڑوں کے بغیر نہ بھیجتا۔ تمہیں چند قبائل سے رابطہ پیدا کرنے اور ایرانی لشکر کی نقل و حرکت کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لئے بھیجا گیا تھا۔ اگر مجھے اپنی قوت کا مظاہرہ کرنے کی خواہش ہوتی تو میں کوسوں دُور بیٹھ کر تمہاری مہم کے نتائج کا انتظار نہ کرتا۔ میں نے تمہیں حملے کی اجازت نہیں دی تھی بلکہ کسی ایسی بستی تک پہنچنے کی اجازت دی تھی جس کے قابلِ اعتماد باشندے تمہیں ہرمز کے جھنڈے تلے جمع ہونے والے ایرانیوں کی نقل و حرکت کے متعلق ضروری معلومات فراہم کر سکیں۔ تمہیں پرسوں طلوعِ آفتاب سے پہلے واپس پہنچ جانا چاہیئے تھا لیکن مجھے دو دن بعد بھی یہ معلوم نہ تھا کہ تم کہاں ہو۔ تم نے مجھے مایوس کیا ہے۔ مجھے تمہارے بھائی کے متعلق معلوم تھا۔ میں یہ بھی جانتا تھا کہ دریا کے کنارے کسی بستی میں تمہارے محسن تمہاری راہ دیکھ رہے ہیں لیکن۔ اگر مجھے اس بات کا ذرہ بھر بھی شبہ ہوتا کہ تم وہاں جانے کے شوق میں میرے احکام کی بھی پروا نہیں کرو گے تو میں تمہیں یہ مہم نہ سونپتا۔"

حسان سر جھکائے مثنیٰ کی باتیں سنتا رہا۔ جب وہ خاموش ہو گیا تو اُس نے آہستہ سے گردن اُٹھائی اور مغموم لہجے میں کہا۔"اگر مجھے اپنے متعلق فیصلہ کرنے کا اختیار ہوتا تو دُنیا کی کوئی طاقت مجھے وہاں جانے سے روک نہ سکتی۔ میری بستی ہمارے راستے سے صرف دو منزل دُور تھی اور میں کوئی خطرہ مول لئے بغیر ان لوگوں کے پاس پہنچ سکتا تھا جو مجھے قباد کے گھر کے حالات بتا سکتے تھے لیکن میں آپ کی حکم عدولی کی جرأت نہ کر سکا۔

میرے دیر سے آنے کی وجہ صرف یہ ہے کہ میں نے ہرمز کی جنگی تیاریوں کا حال معلوم کرنے کے لئے جن مقامی رضاکاروں کی خدمات حاصل کی تھیں وہ ہرمز کی بستی تک تمام فوجی پڑاؤ دیکھ کر واپس آئے تھے اور مجھے اُن کا انتظار کرنا پڑا۔ مجھے ایک بستی میں چھپ کر بیٹھنے کے سوا کوئی کام نہ تھا لیکن میں وہاں نہیں گیا۔ میں نے کسی مقامی آدمی کو وہاں بھیج کر بھی یہ دریافت کرنے کی کوشش نہیں کی کہ میرا بھائی کس حال میں ہے اور اُسے پناہ دینے والوں پر میرے بعد کیا گزری ہے۔ میں اس بات سے ڈرتا تھا کہ کوئی بُری خبر مجھے آپ کے حکم کے خلاف وہاں جانے پر مجبور نہ کر دے۔"

آخری الفاظ کے ساتھ حسان کی آواز بیٹھ گئی اور اُس نے سر جھکا دیا۔ مثنیٰ نے آگے بڑھ کر اُس کے کندھوں پر ہاتھ رکھ دئے اور کہا۔"جو لوگ اللہ کی رضا کے طلبگار ہوتے ہیں اُن کی راہ میں کئی آزمائشیں آتی

آتی ہیں۔ یہ مجاہد جو بحرین سے میرے ساتھ آئے ہیں اُن میں سے کوئی ایسا نہیں جس کا گھر زندگی کی راحتوں سے خالی تھا۔ ہمارے ہر ساتھی کو کسی نہ کسی عزیز کی یاد ضرور ستاتی ہے۔ اس امتحان اور آزمائش میں تم تنہا نہیں ہو۔ پھر تم نے مجھے یہ بھی بتایا تھا کہ تمہارا بھائی ایک شریف اور قابلِ اعتماد آدمی کی پناہ میں ہے اور جب تک قباد کا گھر سلامت ہے اُسے کوئی خطرہ پیش نہیں آ سکتا۔ اگر تم وہاں جاتے تو بھی تمہارے سامنے صرف اپنے بھائی کو وہاں سے نکالنے کا مسئلہ نہ ہوتا بلکہ تمہیں یہ بھی سوچنا پڑتا کہ اگر تم راستے میں گرفتار ہو گئے اور ہرمز کو کسی طرح یہ معلوم ہو گیا کہ قباد کا گھر تمہاری جائے پناہ ہے اور تمہارا بھائی بھی وہاں چھپا ہوا تھا تو وہ قباد اور اُس کے خاندان کے ساتھ کیا سلوک کرے گا۔ حسان ہمت سے کام لو۔ اگر تمہارا بھائی قباد کے گھر میں غیر محفوظ ہوتا تو بھی تم تنہا وہاں جا کر اُس کی کوئی مدد نہ کر سکتے۔ اگر اُسے کوئی فوری خطرہ پیش نہ آیا تو وہ دن دُور نہیں جب تم ایک فاتح لشکر کے ساتھ وہاں جاؤ گے اور صرف اپنے بھائی کو ہی نہیں بلکہ عرب کا شتکاروں کے ہر بچے کو یہ پیغام دے سکو گے کہ ہم نے عراق سے ہمیشہ کے لئے ایرانی استبداد کا خاتمہ کر دیا ہے اور اب تم آزادی سے سانس لے سکتے ہو۔ ایک بڑے کام کے لئے بڑے حوصلے کی ضرورت ہے اور مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ تم نے مجھے مایوس نہیں کیا۔ اب میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ تم نے ہرمز کے متعلق کیا معلومات حاصل کی ہیں؟"

حسان نے جواب دیا۔"ہرمز پورے جوش و خروش کے ساتھ جنگی تیاریوں میں مصروف ہے اور وہ ایرانی جاگیردار جو ہم سے خوفزدہ ہو کر بھاگے ہیں اُن میں سے بیشتر مدائن کا رُخ کرنے کی بجائے اُس کے پاس پناہ لے رہے ہیں۔ وہ ایرانی زمینداروں کو یہ حکم دے چکا ہے کہ وہ عرب جن پر مسلمانوں کے طرفدار ہونے کا شبہ ہو کسی توقف کے بغیر موت کے گھاٹ اُتار دئے جائیں۔ بعض عرب ہرمز کے عتاب سے بچنے کے لئے اُس کی فوج میں بھرتی ہو رہے ہیں لیکن اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جو ہماری پیش قدمی کے منتظر ہیں۔ تاہم جب تک انہیں اس بات کا اطمینان نہیں ہو جاتا کہ ہم واقعی سلطنتِ ایران کے ساتھ ٹکر لینے کا فیصلہ کر چکے ہیں اور ہماری فتح بھی یقینی ہے وہ کھلی بغاوت پر آمادہ نہیں ہوں گے۔ وہ یہ جانتے ہیں کہ جب عرب سے کوئی بڑی فوج عراق میں داخل ہو گی تو ایران اپنے زرخیز ترین علاقوں کی حفاظت کے لئے پوری

قوت سے میدان میں آجائے گا۔ پھر اگر ہمیں پیچھے ہٹنا پڑا تو ہرمز جیسے لوگ ہمارا ساتھ دینے والوں کو پیس کر رکھ دیں گے۔ مقامی عرب ہماری گزشتہ کامیابیوں پر بہت خوش ہیں لیکن سر دست انہیں یہ سمجھانا مشکل ہے کہ ہم ایران کی طاقت کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ میں اُن عرب سرداروں سے مل چکا ہوں، جن کے عزیز ہرمز کے مظالم برداشت کر رہے ہیں اور اُن کی یہی رائے تھی کہ اگر ہم نے ایران کے خلاف ایک باقاعدہ جنگ کی تیاریوں کے بغیر ہرمز کے علاقے میں پیشقدمی کی تو مقامی عرب پوری جرأت کے ساتھ ہمارا ساتھ نہیں دے سکیں گے۔ ایرانیوں کو ہماری تعداد کا صحیح علم نہیں ورنہ وہ اس علاقے میں اتنا عرصہ ہماری سرگرمیاں برداشت نہ کرتے۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ایک بہت بڑی فوج ہمارے پیچھے آرہی ہے۔ میں اُن عربوں سے مل چکا ہوں جو مدائن کے حالات سے باخبر ہیں۔ بنو تغلب کی ایک بستی کے رئیس نے مجھے بتایا تھا کہ ہمارے حملوں کے باعث جو ایرانی بھاگ کر مدائن پہنچے ہیں، اُنہوں نے وہاں اپنی کمزوری یا بزدلی کا اعتراف کرنے کی بجائے ہماری تعداد کے متعلق انتہائی مبالغہ آمیز داستانیں بیان کی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ایران کی حکومت اتنا عرصہ ہمارے خلاف کوئی اقدام نہیں کر سکی لیکن ہرمز جیسے لوگ ایرانی حکومت کو زیادہ عرصہ خاموش نہیں بیٹھنے دیں گے۔ اُس نے یہ اعلان کر دیا ہے کہ مدائن سے ایک بہت بڑی فوج میری مدد کے لئے آرہی ہے اور میں بہت جلد عراق میں داخل ہونے والے مسلمانوں کو ایسی سزا دوں گا کہ وہ دوبارہ اس طرف آنکھ اُٹھا کر دیکھنے کی جرأت نہ کر سکیں۔ مجھے یقین ہے کہ عراق کی سرزمین میں مجوسیت اور اسلام کی فیصلہ کُن جنگ ناگزیر ہے لیکن کاش یہ اطمینان بھی ہوتا کہ آپ دربارِ خلافت کو اس جنگ کے لئے آمادہ کر سکیں گے اور ضرورت کے وقت مدینے سے کوئی بڑا لشکر ہماری مدد کے لئے پہنچ جائے گا۔ آپ کو مدینے سے کوئی اطلاع نہیں ملی؟ اب تک ہمارے ایلچی کو واپس آجانا چاہیئے تھا۔"

مثنیٰ نے جواب دیا۔ "کل مدینے سے ایک آدمی ہمارے ایلچی کا خط لے کر یہاں پہنچا تھا اور اُس نے یہ لکھا ہے کہ اُسے ابھی تک دربارِ خلافت سے ہماری درخواست کا کوئی حوصلہ افزا جواب نہیں ملا۔"

حسان کے چہرے پر اُداسی چھا گئی اور وہ چند ثانیے خاموشی سے اپنے راہنما کی طرف دیکھتا رہا۔

مثنیٰ نے اُسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔ "گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ عاصم بن عمر نے مجھے بذاتِ خود خلیفۃ المسلمین کی خدمت میں حاضر ہونے کا مشورہ دیا ہے اور میں اس یقین کے ساتھ اُن کے پاس جا رہا ہوں کہ وہ میری درخواست رد نہیں کریں گے۔"

"آپ کب جا رہے ہیں؟"

مثنیٰ نے جواب دیا۔ "مجھے صرف تمہارا انتظار تھا۔ میری غیر حاضری میں لشکر کا پڑاؤ سرحد کے قریب ہوگا لیکن ہم دشمن کو یہ تاثر نہیں دیں گے کہ ہم پیشقدمی کا ارادہ ترک کر کے پیچھے ہٹ گئے ہیں ہماری تبلیغی اور فوجی سرگرمیاں بدستور جاری رہیں گی اور ہم ایرانیوں کو دوبارہ اس علاقے میں پاؤں جمانے کا موقع نہیں دیں گے۔ ہمارے سوار چھوٹی چھوٹی ٹولیوں میں پیشقدمی کرنے کے بعد واپس آجایا کریں گے۔ اس صورت میں اگر ایرانیوں کی طرف سے کوئی بڑا خطرہ پیش آیا تو ہمیں صحرا کے دامن میں پناہ مل سکے گی۔ ہمارا مقصد اُن عربوں کے حوصلے قائم رکھنا ہے جن کے دل ایرانیوں کے جبر و استبداد سے نجات حاصل کرنے کی اُمید پیدا ہو چکی ہے اور یہ مقصد اُسی صورت میں پورا ہو سکتا ہے جب کہ ہم اپنے عمل سے یہ ثابت کریں کہ ہم اُن کے دوست اور ہمدرد ہیں۔ میری عدم موجودگی میں مثنیٰ تمہارا راہنما ہوگا اور مجھے تم سے یہ توقع ہے کہ تم اُس کے لئے ایک اچھے مشیر ثابت ہو گے۔ اگر مجھے واپس آکر یہ معلوم ہوا کہ تم نے صرف گھوڑے حاصل کرنے کے لئے کوئی خطرہ مول لیا ہے تو مجھے بہت افسوس ہوگا۔"

حسان نے جواب دیا۔ "یہ میری غلطی تھی کہ میں نے آتے ہی آپ کو گھوڑوں کے متعلق نہیں بتایا۔ ورنہ آپ کو یہ شکایت نہ ہوتی کہ میں نے آپ کی حکم عدولی کی ہے۔ میرے ساتھی اس بات کے گواہ ہیں کہ ہم نے گھوڑے حاصل کرنے کے لئے نہیں بلکہ چند انسانوں کی داد رسی کے لئے ایرانیوں سے اُلجھنے کا خطرہ مول لیا تھا۔ واپسی پر ہم نے راستے کی ایک بستی میں قیام کیا تھا۔ ہمارا میزبان بنو بکر کے ایک خاندان کا رئیس تھا۔ ہم دوپہر کے وقت اُس کے باغ میں آرام کر رہے تھے کہ دو سوار جن میں سے ایک زخمی تھا، وہاں پہنچے اور اُنہوں نے ہمارے میزبان سے فریاد کی کہ علاقے کے ایرانی جاگیردار کے ملازم اُس کی بستی میں لوٹ مار کر رہے ہیں اور اس ظلم کی وجہ یہ ہے کہ جاگیردار نے لگان زیادہ

کر دیا ہے اور گاؤں کے کسان اپنا پیٹ کاٹ کر بھی اُس کے مطالبات پُورے نہیں کر سکتے۔ زخمی نوجوان ہمارے میزبان کا بھانجا تھا۔ اُس نے یہ بتایا کہ ایرانیوں نے میرے باپ کے علاوہ چند آدمیوں کو گرفتار اور تین آدمیوں کو قتل کر دیا ہے اور میں ایک ایرانی کو قتل اور دوسرے کو زخمی کرنے کے بعد بھاگ آیا ہوں۔ تھوڑی دیر بعد ایک اور سوار وہاں پہنچ گیا اور اُس نے یہ اطلاع دی کہ ایرانیوں نے گاؤں کو آگ لگا دی ہے اور مردوں کے علاوہ چند عورتوں کو بھی گرفتار کر لیا ہے۔

یہ بستی جس پر ایرانیوں نے حملہ کیا تھا، ہماری قیام گاہ سے چھ کوس دُور تھی لیکن لوگوں کے خوف و ہراس یہ عالم تھا کہ وہ اپنے عزیزوں کی خبر لینے کی بجائے وہاں سے بھاگنا چاہتے تھے۔ میں نے اُنہیں ملامت کی اور یہ سمجھایا کہ مظلوم کی نجات ظالم سے ڈر کر بھاگنے میں نہیں بلکہ اُس کا مقابلہ کرنے میں ہے۔ قریباً پچاس آدمی ہمارا ساتھ دینے پر آمادہ ہو گئے۔ غروبِ آفتاب کے وقت جب جاگیردار اور اُس کے ساتھی جب شراب سے مدہوش تھے ہم نے اُن پر حملہ کر دیا۔ اُن کی تعداد بیس سے زیادہ نہ تھی جاگیردار گیارہ آدمیوں کی لاشیں چھوڑ کر بھاگ نکلا لیکن ہمارے حملے سے قبل ہمارے میزبان کے بہنوئی اور بستی کے آٹھ اور آدمیوں کو پھانسی دی جا چکی تھی۔ ہمیں ایک نوجوان لڑکی کی لاش بھی ملی اور استفسار پر معلوم ہُوا کہ اُس نے ایرانی زمیندار کا مُنہ نوچ لیا تھا۔ اِس واقعہ کے بعد بستی والے ایرانیوں کے انتقام کے خوف سے بھاگنا چاہتے تھے اور میرے ساتھیوں کی رائے بھی یہی تھی کہ اب اُن کا وہاں رہنا ناممکن ہے۔ چنانچہ رات کے وقت جب ہم وہاں سے روانہ ہوئے تو کوئی آٹھ سو انسانوں کا قافلہ ہمارے ساتھ تھا۔ ان میں سے تین سو کے قریب حیرہ کی طرف اپنے رشتہ داروں کے پاس چلے گئے اور باقی جن کے لئے اور کوئی جائے پناہ نہ تھی، ہمارے ساتھ آ گئے۔ ابتدائی منازل میں ہمیں اِس بات کا خدشہ تھا کہ اگر ایرانیوں نے ان لوگوں کا پیچھا کیا تو ہمارے لئے ان کی حفاظت کرنا آسان نہیں ہوگا۔ چنانچہ تین روز ہم چھوٹی چھوٹی ٹولیوں میں مختلف راستوں پر سفر کرتے رہے۔ دن کے وقت ہمیں مقامی چرواہوں اور کسانوں کے گھروں میں پناہ مل جاتی تھی اور غروبِ آفتاب کے بعد ہم اگلی منزل کا رُخ کرتے تھے۔ ان مہاجرین میں سے جن کے پاس گھوڑے تھے، اُنہیں یہ ہدایت دی گئی تھی کہ وہ پیدل سفر کرنے والوں سے چند میل پیچھے

رہیں اور اگر عقب سے کوئی خطرہ پیش آئے تو وہ بھاگ کر پیدل سفر کرنے والوں کو خبردار کر دیں اور میرے ساتھیوں کا یہ فرض تھا کہ چند کوس آگے رہ کر یہ معلوم کریں کہ جو گروہ اُن کے پیچھے آ رہے ہیں، اُن کے لئے دن کے وقت کس بستی یا جنگل میں رُکنا یا کون سے راستوں پر رات کا سفر زیادہ محفوظ ہوگا۔ خوش قسمتی سے ان لوگوں کو کسی جنگل میں پناہ لینے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ مقامی لوگ ہر جگہ اُن کے لئے اپنے گھروں کے دروازے کھول دیتے تھے۔ بنو اسد کی بستیوں میں داخل ہونے کے بعد میں نے اطمینان کا سانس لیا۔ اب یہ لوگ کل شام تک یہاں پہنچ جائیں گے۔ میں ابھی تک یہ فیصلہ نہیں کر سکا کہ میرا یہ اقدام کس حد تک غلط یا درست ہے لیکن جب میں نے ایک زخمی نوجوان کی فریاد سُنی تھی تو میں نے صرف یہ سوچا تھا کہ اگر میری جگہ مثنیٰ بن حارثہ ہوتے تو وہ کیا کرتے اور پھر میں نے اپنے دل میں یہ اطمینان محسُوس کیا تھا کہ میں وہ مقدس فرض ادا کر رہا ہوں جو ہر مُسلمان پر عائد ہوتا ہے۔ اس کے بعد جب مجبور اور بے بس انسانوں کا ایک قافلہ میرے ساتھ چلنے پر آمادہ ہو گیا تو بھی میرے ضمیر کی آواز یہی تھی کہ تم ان لوگوں کو اس حالت میں نہیں چھوڑ سکتے۔ اب مجھے معلوم نہیں کہ آپ ان لوگوں کے لئے کیا کر سکتے ہیں۔ بالخصُوص ایسی حالت میں جبکہ اُن کے ساتھ عورتیں اور بچے بھی ہیں۔ تاہم میں یہی محسوس کرتا ہوں کہ میں تاریک رات کے مسافروں روشنی کے اُس مینار کے سامنے لے آیا ہوں جو اُنہیں سلامتی کا راستہ دکھا سکتا ہے۔

مثنیٰ نے کچھ دیر سوچنے کے بعد کہا۔ "مہاجرین میں سے جو لوگ لڑائی کے قابل ہیں اُن کے متعلق مجھے کوئی پریشانی نہیں وہ مجاہدین کے ساتھ رہ سکتے ہیں لیکن عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کے لئے ہمارا ساتھ دینا مشکل ہوگا۔ اُن کی حفاظت کا ایک طریقہ یہ ہے کہ اُنہیں بحرین بھیج دیا جائے اور دوسری صُورت یہ ہے کہ اُن کی حفاظت کی ذمہ داری اُس علاقے کو سونپ دی جائے۔ اگر مقامی لوگ اُنہیں اپنی بستیوں میں پناہ دینے پر آمادہ ہو گئے تو ہمارا کام آسان ہو جائے گا۔ میں اُن سے کہوں گا کہ جب تک ایرانیوں کی پیشقدمی سے اِس علاقے کو کوئی خطرہ پیش نہیں آتا وہ مہاجر عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو اپنے گھروں میں جگہ دیں۔ لیکن مجھے ڈر ہے کہ ایران کی حکومت اِس علاقے کے باشندوں کے خلاف بہت جلد کوئی فیصلہ کن اقدام کرے گی۔ ایرانیوں کو صرف ہماری پیشقدمی کا خوف ہی جارحیت سے باز رکھ سکتا ہے۔ اِن حالات میں،

میرا ابوبکر صدیقؓ کی خدمت میں حاضر ہونا اور بھی ضروری ہوجاتا ہے۔"

حسان نے کہا: "خدا کرے کہ آپ صدیق اکبرؓ کو اپنا ہمخیال بنا سکیں ورنہ عراق کا کوئی گوشہ عرب قبائل کے لئے محفوظ نہیں ہوگا اور عراق کے حریت پسندوں کو کچلنے کے بعد جب ایرانی لشکر بحرین اور یمن کا رُخ کرے گا تو ہمیں انتہائی خطرناک صورتِ حال سے دوچار ہونا پڑے گا۔ اگر ہمیں کسی محاذ سے پیچھے ہٹنا پڑا تو یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ قبائل جنہوں نے فتنۂ ارتداد کی سرکوبی کے بعد اپنا مستقبل اسلام سے وابستہ کرلیا ہے، ہماری حمایت سے دستکش ہوجائیں۔"

مثنیٰ نے کہا: "اسلام اور مجوسیت کی فیصلہ کُن جنگ عرب میں نہیں بلکہ ایران میں لڑی جائیگی۔ ابوبکر صدیقؓ نے اُس وقت اسلام کے لشکر کو شام کی طرف پیش قدمی کا حکم دیا تھا جبکہ اہلِ مدینہ کو چاروں طرف سے باغیوں کی یلغار کا خطرہ تھا اور اب میں یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ وہ اہلِ فارس کو عرب پر چڑھ دوڑنے کا موقع دیں گے۔ بالخصوص ایسے حالات میں جبکہ جزیرہ نمائے عرب میں ارتداد کا فتنہ ختم ہوچکا ہے اور مسلمان پوری خود اعتمادی کے ساتھ دشمنانِ دین کا مقابلہ کرسکتے ہیں۔ میں انہیں یہ بتانے کے لئے جا رہا ہوں کہ اگر ہم نے ایران کی طرف پیشقدمی نہ کی تو ایرانی عرب پر چڑھائی کرنے میں تاخیر سے کام نہیں لیں گے۔ روم کی طرح ایران کے ساتھ بھی ہماری جنگ ناگزیر ہے۔ اللہ کا دین صحرائے عرب کی سرحدوں تک محدود ہوکر نہیں رہ سکتا۔ مدینہ میں اس مسئلہ پر بحث نہیں ہوگی کہ اسلام اور مجوسیت کے درمیان امن یا جنگ کے امکانات کیا ہیں بلکہ وہاں صرف یہ مسئلہ زیرِ بحث آئے گا کہ ایران پر حملہ کرنے کے لئے یہ وقت موزوں ہے یا نہیں۔ مجھے صرف یہ ثابت کرنا ہے کہ ایران کے حالات ہماری طرف سے فوری اقدام کے متقاضی ہیں۔"

حسان نے کہا: "خدا کرے آپ کی یہ توقعات پوری ہوں اور جب آپ مدینہ سے واپس آئیں تو میں یہ خوشخبری سُنوں کہ ایران کو جس قافلے کا انتظار ہے وہ آپ کے پیچھے آ رہا ہے لیکن مجھے بار بار یہ خیال آتا ہے کہ کیا ہماری حکومت بیک وقت دو محاذوں پر لڑنے پر آمادہ ہوجائے گی؟"

"اگر ہم اس زمین پر اللہ کے دین کی نصرت کے طلبگار ہیں تو ہمیں بیک وقت کئی محاذوں پر سینہ سپر

ہونا پڑے گا۔ ہمارا نصب العین پوری کفر کو شکست دینا ہے اور ہمارے نزدیک اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ کفار ایک متحدہ محاذ بنا کر ہمارے سامنے آتے ہیں یا مختلف محاذوں سے، میں ایک لمحہ کے لئے بھی اس خوش فہمی میں مبتلا نہیں ہوسکتا کہ جب ہم رومیوں کے مقابلے میں کھڑے ہوں گے تو ایران موقع سے فائدہ اُٹھا کر ہمارے عقب پر حملہ نہیں کرے گا۔ ہم اُس وقت کا انتظار نہیں کریں گے جبکہ چکی کے یہ دو پاٹ آپس میں مل جائیں اور ہمیں پیس کر رکھ دیں۔ میں پہلی بار مدینہ جا رہا ہوں۔ وہاں میری مُلاقات رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُن جلیل القدر صحابیوں سے ہوگی جن کی نگاہیں ہر اُفق سے آگے دیکھ سکتی ہیں میرے لئے انہیں یہ سمجھانا مشکل نہیں ہوگا کہ ایران کے حالات ہماری پیشقدمی کے لئے کتنے سازگار ہیں اور بے بس انسان جو صدیوں سے ظلم اور وحشت کی تاریکیوں میں بھٹک رہے ہیں کن اُمیدوں، حوصلوں اور ولولوں کے ساتھ حجاز کے اُفق پر ایک نئی صبح کی روشنی دیکھ رہے ہیں کبھی کبھی مجھے یہ خیال آتا ہے کہ شاید وہ ایک اجنبی کی بات کو زیادہ اہمیت نہ دیں لیکن خالد بن ولید جیسے اولوالعزم مجاہد کے متعلق سوچتے ہوئے مجھے یہ اطمینان محسوس ہوتا ہے کہ وہ میری بات سمجھ سکیں گے اور جب میں اُن کے سامنے دجلہ اور فرات کے زرخیز میدانوں کا نقشہ پیش کروں گا تو اُن کی نگاہیں کوہِ البرز سے آگے دیکھ رہی ہوں گی میں یہ جانتا ہوں کہ اگر میں وہاں نہ جاؤں تو بھی یہ ظلمت کدہ زیادہ دیر اسلام کی روشنی سے محروم نہیں رہے گا۔ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ زندگی کی شاہراہ پر آخری قدم اُٹھاتے ہوئے مجھے یہ اطمینان ہو کہ بدر و حنین کا قافلہ مدائن کے راستے پر گامزن ہوچکا ہے اور اس راستے کی چند منازل کے چراغ میں نے اپنے خون سے روشن کئے ہیں۔"

مثنیٰ یہاں تک کہہ کر رُک گیا اور دریچے سے باہر جھانکنے لگا۔ چند ثانیئے بعد اُس نے دوبارہ مڑ کر حسان کی طرف دیکھا اور کہا: "حسان! مجھے معلوم نہیں کہ خدا کی زمین کی سرحدیں کہاں ختم ہوتی ہیں اور حبیب اللہ کے سپاہیوں کا لشکر اس طرف آئے گا تو میں کہاں تک اُس کا ساتھ دوں گا۔ ممکن ہے کہ میں اُن کے ساتھ اُفق کی پہلی لکیر سے بھی آگے نہ جا سکوں لیکن جب مدائن کے ایوانوں پر اسلام کے پرچم لہرائے جائیں گے تو میری رُوح وہاں موجود ہوگی اور جب غازیانِ اسلام مدائن سے آگے نئے شہروں اور بستیوں کا رُخ کریں گے تو میں وہاں بھی اُن کا استقبال کروں گا۔ پھر جب تک زمین کی حدود ختم نہیں ہوں گی لا

جب تک قافلہ حجاز کا سفر جاری رہے گا، میری روح اُن ابدی مسرتوں سے ہمکنار رہے گی جو اللہ کی راہ پر قدم اُٹھانے والوں کا مقدر ہیں۔ قیامت تک اسلام کے غازیوں کی فتوحات میری فتوحات ہوں گی اور قیامت تک جبر و استبداد کے قلعے مسمار کرنے اور انسانیت کے پرچم بلند کرنے والوں کی مسرتیں میری ہونگی۔"

جب مثنیٰ نے اپنی بات ختم کی تو اُس کے ہونٹوں پر ایک دلفریب مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔ حسان عقیدت اور محبت کے جذبات کے اظہار کے لئے کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن کوئی موزوں الفاظ اُس کی زبان پر نہ آسکے۔ اُس نے قدرے توقف کے بعد پوچھا "آپ کب جا رہے ہیں؟"

مثنیٰ نے جواب دیا "غروب آفتاب کے وقت روانہ ہو جاؤں گا۔ تم معنیٰ کو بُلا لاؤ۔"

حسان جلدی سے باہر نکل گیا اور مثنیٰ پھر عقبی دریچے کے پاس جا کر باہر جھانکنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد معنیٰ اور حسان کمرے میں داخل ہوئے۔ مثنیٰ نے مُڑ کر اپنے بھائی کی طرف دیکھا اور کہا "معنیٰ میں آج غروبِ آفتاب کے بعد روانہ ہو جاؤں گا اور اپنے ساتھ صرف دو سوار لے جاؤں گا لیکن روانہ ہونے سے قبل میں یہ اطمینان چاہتا ہوں کہ کل صبح تک ہمارے تمام ساتھی سرحد کے قریب اپنے نئے پڑاؤ میں پہنچ جائیں گے۔ لیکن ایرانیوں کو یہ احساس نہیں ہونا چاہیئے کہ ہم نے یہ علاقہ خالی کر دیا ہے۔ مقامی لوگوں کے حوصلے بلند رکھنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ چند سوار اس علاقے میں گشت کرتے رہیں اور اُن سے رابطہ قائم رکھیں۔ جب سواروں کا ایک دستہ واپس آئے تو اُس کی جگہ دُوسرا دستہ روانہ کر دیا جائے۔ اشد ضرورت کے بغیر لڑائی سے اجتناب کیا جائے اور لڑائی کی صُورت میں اگر ہمارے آدمی ایک جگہ سے ہٹنے پر مجبُور ہو جائیں تو چند میل دُور کسی دوسرے مقام پر حملہ کر دیا۔ بظاہر اس بات کا کوئی خدشہ نہیں کہ ایرانی چند ہفتوں تک ہمارے خلاف کسی بڑے پیمانے پر کارروائی شروع کر دیں گے لیکن اگر میری غیر حاضری میں ایسی صُورت پیدا ہوگئی تو تمہیں چند کوس اور پیچھے اُن چرواہوں کی بستیوں میں پناہ مل سکے گی جو ابھی تک ایرانیوں کے تسلط سے آزاد ہیں۔ حسان کے پیچھے اُن مہاجرین کا قافلہ آ رہا ہے جنہیں حالات نے اپنے گھر بار چھوڑنے پر مجبُور کر دیا ہے۔ اُن کی حفاظت تمہاری اولین ذمہ داری ہے۔ تم فوراً آس پاس کی بستیوں کے سرکردہ لوگوں کو جمع کرو۔ مجھے اُمید ہے کہ وہ اپنے مصیبت زدہ بھائیوں کو چند دنوں یا چند ہفتوں کے لئے اپنے

گھروں میں پناہ دے سکیں گے۔ جو لوگ لڑائی کے قابل ہیں وہ تمہارے ساتھ پڑاؤ میں رہ سکیں گے لیکن عورتوں اور بچوں کے لئے ہمیں اُن لوگوں کو تکلیف دینا پڑے گی۔ ہمارے گشتی دستوں کا یہ فرض ہوگا کہ وہ لشکر کو دریائے فرات کے کناروں تک ایرانیوں کی نقل و حرکت سے باخبر رکھیں تاکہ اگر کوئی خطرہ پیش آئے تو مہاجرین کو بر وقت سرحد سے آگے کسی محفوظ جگہ پہنچا دیا جائے۔ یہ بات لشکر کے چند انتہائی ذمہ دار آدمیوں کے سوا کسی پر ظاہر نہیں ہونی چاہیئے کہ میں مدینہ جا چکا ہوں۔ اگر مقامی باشندے میرے متعلق کسی پریشانی کا اظہار کریں تو انہیں یہ کہہ دینا کافی ہوگا کہ میں کسی خفیہ مہم پر جا چکا ہوں۔ مناسب وقت آنے پر جب انہیں سارے حالات معلوم ہو جائیں گے تو کسی کو یہ شکایت نہیں ہوگی کہ ہم نے بلا وجہ اُن سے کوئی راز چھُپانے کی کوشش کی ہے۔ حسان تمہارے ساتھ رہے گا اور مجھے یقین ہے کہ میری غیر حاضری میں یہ ایک اچھا مشیر ثابت ہوگا۔



بیس دن بعد ایک دوپہر سانڈنی سوار لشکر کے پڑاؤ میں داخل ہُوا اور آن کی آن میں مجاہدین اپنے خیموں سے نکل کر اُس کے گرد جمع ہو گئے۔ یہ سوار اُن دو آدمیوں میں سے ایک تھا جنہیں مثنیٰ اپنے ساتھ لے گیا تھا۔

مجاہدین پوچھ رہے تھے "مثنیٰ کہاں ہیں؟ تم کہاں سے آ رہے ہو۔ وہ کب آئیں گے؟ تم اتنے دن کہاں تھے؟"

سوار نے نیچے اُتر کر اطمینان سے جواب دیا "مثنیٰ بخیریت ہیں وہ بہت جلد واپس آ جائیں گے اور تمہیں ایک خوشخبری سنائیں گے۔ معنیٰ کہاں ہیں؟"

حسان ہجوم کو اِدھر اُدھر ہٹاتا ہُوا تیزی سے آگے بڑھا اور سوار کا ہاتھ پکڑ کر بولا "میرے ساتھ آؤ!"

سوار کچھ کہے بغیر اُس کے ساتھ چل دیا۔

معنیٰ چند قدم دُور اپنے خیمے سے باہر کھڑا تھا۔ قاصد نے آگے بڑھ کر اُسے السلام علیکم کہا اور اپنے تھیلے سے ایک کاغذ نکال کر پیش کر دیا۔

معنیٰ نے سوال کیا "بھائی جان کب آئیں گے؟"

"اُنہیں شاید دو ہفتے اور مدینہ میں ٹھہرنا پڑے۔"

"اچھا اندر چلو!"

وہ خیمے میں داخل ہوئے اور معنیٰ نے خط کھول کر اطمینان سے چٹائی پر بیٹھ گیا۔ مثنیٰ نے لکھا تھا:

"عزیز بھائی! میں خلیفہ ابوبکرؓ سے مل چکا ہوں اور انہیں عراق کے حالات سے آگاہ کرنے میں مجھے کوئی دقت پیش نہیں آئی۔ عجم کا پورا نقشہ اُن کی نگاہوں کے سامنے تھا۔ تاہم عراق پر پیشقدمی کا فیصلہ کرنے سے پہلے وہ خالد بن ولیدؓ سے مشورہ کرنا ضروری سمجھتے ہیں چنانچہ انہیں یہ حکم بھیج دیا گیا ہے کہ وہ یمامہ سے مدینہ پہنچ جائیں۔ اب میں اُن کی راہ دیکھ رہا ہوں۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے میری درخواست سُننے کے بعد مدینہ کے جن اہل الرائے لوگوں کا مشورہ طلب کیا تھا، اُنہوں نے پوری گرمجوشی کے ساتھ میری تجاویز کی حمایت کی ہے۔

ان بزرگوں کی محفل میں مجھے ایک لمحہ کے لئے بھی اپنی اجنبیت کا احساس نہیں ہوا۔ ان میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو پورے ایران کے نشیب و فراز سے واقف ہیں اور جب میں اُن سے یہ پوچھتا ہوں کہ عراق کی طرف پیشقدمی کے بارے میں خالد بن ولید کی رائے کیا ہو گی تو وہ یہ کہتے ہیں کہ خالد کی رائے ہم سے مختلف نہیں ہو سکتی۔ خلیفۃ المسلمین خالدؓ سے یہ نہیں پوچھیں گے کہ کسریٰ کی حکومت کے متعلق ہمارا طرزِ عمل کیا ہونا چاہیئے۔ وہ یہ جانتے ہیں کہ اسلام اور مجوسیت کا معرکہ ناگزیر ہے۔ خالد بن ولیدؓ صرف اس لئے بلائے گئے ہیں کہ وہ ایک عظیم فوجی راہنما ہیں اور جنگ کے متعلق اُن کے اندازے کبھی غلط ثابت نہیں ہوئے۔ وہ یہ بتا سکیں گے کہ عراق کی مہم کے لئے ہمیں کتنی فوج کی ضرورت ہے اور اس فوج کو منظم کرنے میں کتنا عرصہ لگے گا۔ ایران کے حالات فوری پیشقدمی کے لئے سازگار ہیں یا ہمیں کچھ عرصہ انتظار کرنا پڑے گا۔ مجھے یقین ہے کہ خالد بن ولید کسی توقف کے بغیر عراق پر فوج کشی کا مشورہ دیں گے اور میرے اس یقین کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اس سے قبل کسی مرحلہ پر ظاہری اسباب کا سہارا نہیں لیا بلکہ ہر معرکے میں یہ ثابت کیا ہے کہ جب غازیانِ اسلام شہادت کے طلبگار ہو کر میدان میں آتے ہیں تو اللہ کی نصرت ہر قدم پر اُن کا ساتھ دیتی ہے۔

اب تم اپنے ساتھیوں کو یہ مژدہ سُنا سکتے ہو کہ تمہیں اللہ کی بارگاہ سے اُس لشکر کا دستۂ ہراول بننے کا شرف عطا ہونے والا ہے جس نے بدر کے میدان میں اپنی فتوحات کا آغاز کیا تھا تم عراق کے مجبور و مقہور انسانوں کو بھی یہ پیغام دے سکتے ہو کہ وہ جنہوں نے اللہ کی زمین پر عدل و انصاف کے پرچم بلند کرنے کی ذمہ داری قبول کی ہے، تمہارے حال سے غافل نہیں ہے۔

باب ۹

ایک صبح حسان ریت کے ایک ٹیلے پر کھڑا تھا۔ جنوب مغرب کی سمت اس ٹیلے سے نیچے ایک کشادہ وادی میں کہیں کہیں کھجوروں کے جھنڈ اور چرواہوں کی بستیاں دکھائی دیتی تھیں اور اُس سے آگے اُن برہنہ پہاڑیوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا تھا جو حدِ نگاہ تک پھیلی ہوئی تھیں شمال مشرق کی جانب ایک تدریجی نشیب اس ہموار اور سرسبز میدان سے جا ملتا تھا جسے دریائے فرات کی نہریں سیراب کرتی تھیں اور اسی نشیب پر کوئی دو میل دُور راہِ حق کے اُن مسافروں کا پڑاؤ نظر آتا تھا جو انتہائی بے چینی کے ساتھ اپنے قافلہ سالار کا انتظار کر رہے تھے۔

گزشتہ دس دن سے حسان کا معمول یہ تھا کہ وہ صبح کی نماز سے فارغ ہو کر سیر کے بہانے پڑاؤ سے نکلتا اور بھاگتا ہوا اس ٹیلے پر جا پہنچتا، پھر دیر تک وادی سے آگے اُن بلند ٹیلوں کی طرف ٹکٹکی باندھ کر دیکھتا رہتا جو اُفق پر ایک دیوار کی شکل اختیار کر لیتے تھے۔ جب مغرب کی جانب پھیلے ہوئے سائے سمٹنے لگتے اور صبح کی خوشگوار ہوا میں تلخی محسوس ہونے لگتی تو وہ دل پر بوجھ محسوس کرتا ہوا واپس چل پڑتا، کبھی کبھی وہ گھوڑے پر سوار ہو کر نکلتا اور وادی سے آگے کسی زیادہ بلند ٹیلے پر پہنچ کر مثنیٰ ابن حارثہ کی راہ دیکھتا۔

کچھ دیر بلند ٹیلوں پر نگاہ دوڑانے کے بعد وہ بددل سا ہو کر زمین پر بیٹھ گیا اور نرم ریت پر اپنی انگلی سے لکیریں کھینچنے لگا۔ پھر اُس نے ہاتھ پھیر کر یہ لکیریں مٹا دیں اور اُٹھ کر دوبارہ ٹیلوں کی طرف دیکھنے لگا چند ثانیے بعد وہ واپس مڑنے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ جنوب مشرق کی سمت اُسے ایک بلند ٹیلے کے دامن میں اونٹوں اور گھوڑوں کی ایک موہوم سی جھلک دکھائی اور اس کے ساتھ ہی پیچھے سے کسی کی آواز سنائی "حسان!

تم یہاں کیا کر رہے ہو؟" اُس نے مڑ کر دیکھا تو چند قدم دُور معنیٰ ابن حارثہ اور اُس کے دو اور ساتھی گھوڑوں پر سوار تھے۔ "میں اُن کی راہ دیکھ رہا تھا۔" اُس نے اپنے دل کی دھڑکن پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے جواب دیا۔ "وہ آ رہے ہیں اور پوری فوج کے ساتھ آ رہے ہیں۔" "کیا تم خواب تو نہیں دیکھ رہے؟" معنیٰ نے کہا۔ حسان نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "میرا خواب غلط نہیں ہو سکتا۔ اُس ٹیلے کی طرف دیکھئے!"

معنیٰ اور اُس کے ساتھی چند ثانیے دم بخود ہو کر حسان کے ہاتھ کے اشارے کی طرف دیکھتے رہے۔ بالآخر معنیٰ نے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ تم اب بھی ایک خواب دیکھ رہے ہو۔"

حسان نے جواب دیا۔ "نہیں، نہیں یہ خواب نہیں، مجھے یقین ہے کہ میں نے کئی گھوڑے اور اُونٹ دیکھے ہیں۔ وہ بہت دُور تھے اِس بلند ٹیلے کے دامن میں، اب وہ اگلے ٹیلوں کی اوٹ میں جا چکے ہیں۔ آپ تھوڑی دیر انتظار کریں تو آپ کو خواب اور حقیقت کا فرق معلوم ہو جائے گا۔"

معنیٰ نے کہا۔ "لیکن اُس طرف مدینے کا نہیں بلکہ بحرین کا راستہ ہے۔ اگر تم نے واقعی کوئی لشکر دیکھا ہے تو ممکن ہے کہ ایرانی طویل چکر کاٹنے کے بعد ہمارے عقب میں پہنچ گئے ہوں۔"

"نہیں اگر وہ ایرانی ہوتے تو مقامی عرب ہمیں یقیناً خبردار کرتے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ بحرین سے کوئی قافلہ ہماری مدد کے لئے آ رہا ہو۔"

معنیٰ کے ایک ساتھی نے کہا۔ "یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تم نے جو اُونٹ اور گھوڑے دیکھے ہیں وہ کسی چرواہے کی ملکیت ہوں۔"

حسان نے جواب دیا۔ "چرواہے اپنے جانوروں کو اُن بے آب و گیاہ ٹیلوں پر لیکر نہیں جاتے۔"

معنیٰ نے کہا۔ "لیکن یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ کوئی بدوی قبیلہ صحرا سے نکل کر اِس طرف آ رہا ہو۔"

حسان نے جواب دیا۔ "میں صرف یہ کہہ سکتا ہوں کہ میں نے آخری ٹیلے کے دامن میں اونٹوں اور گھوڑوں کی ہلکی سی جھلک صرف اُس وقت دیکھی تھی جبکہ وہ اگلے ٹیلوں کے پیچھے رُوپوش ہو رہے تھے اور مجھے یہ دیکھنے کا موقع نہ مل سکا کہ اُن پر سوار بھی تھے یا نہیں۔ بہرحال یہ میرا وہم نہیں تھا۔"

مثنیٰ کے دوسرے ساتھی نے کہا۔ "حسان! میرا خیال ہے کہ تم نے ہرنوں کے ریوڑ کو دیکھا ہوگا۔"

حسان نے قدرے بگڑ کر جواب دیا۔ "میں ہرن کو اُونٹ یا گھوڑا سمجھنے کی غلطی نہیں کر سکتا۔ پھر ہرن رات کے وقت پانی اور چارے کی تلاش میں نکلتے ہیں اور طلوعِ سحر سے قبل واپس صحرا میں چلے جاتے ہیں۔"

معنیٰ نے اپنے ایک ساتھی سے کہا۔ "تم واپس جاؤ اور مجاہدوں سے کہو کہ وہ تیار ہو جائیں، ممکن ہے کہ ہمیں کسی غیر متوقع صورتِ حال کا سامنا کرنا پڑے۔"

سوار نے گھوڑے کی باگ موڑ کر ایڑ لگا دی اور معنیٰ اور اُس کا دوسرا ساتھی گھوڑوں سے اُتر پڑے۔ کچھ دیر بعد وادی سے آگے ایک ٹیلے کی چوٹی پر یکے بعد دیگرے چند سوار نمودار ہوئے اور حسان نے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے بلند آواز میں کہا۔ "وہ آ گئے! وہ آ گئے!"

سوار تھوڑی دیر ٹیلے کی چوٹی پر رُکے اور پھر آہستہ آہستہ نیچے اُترنے لگے اور اُن کی جگہ گھوڑوں اور اُونٹوں کے سواروں کی نئی ٹولیاں ٹیلے کی چوٹی پر نمودار ہونے لگیں۔

وہ کچھ دیر کھڑے رہے پھر معنیٰ کے ساتھی نے کہا۔ "جناب ہمیں واپس جانا چاہیئے ممکن ہے کہ وہ ایرانی ہوں۔ حسان تم میرے پیچھے بیٹھ جاؤ، جلدی کرو۔"

حسان نے مڑ کر دیکھے بغیر جواب دیا۔ "بھائی وہ ایرانی نہیں ہو سکتے، اگر وہ ایرانی ہوتے تو تم اس دھوپ میں اُن کے خود، اُن کی زرہیں اور ڈھالیں چمکتی ہوئی دیکھتے۔ پھر جو لشکر اچانک حملہ کرنا چاہتا ہو وہ دن کی روشنی میں اتنی بلندی سے دشمن کے سامنے نہیں آتا۔ وہ سیدھے اس طرف آ رہے ہیں اور یہ سمجھ سکتے ہیں کہ جب وہ یہاں پہنچیں گے تو صرف پڑاؤ میں ہمارے ساتھی ہی نہیں بلکہ دُور دُور کی بستیوں کے لوگ بھی اُنہیں دیکھ سکیں گے۔"

معنیٰ کے ساتھی نے کہا۔ "اگر اُن کی تعداد ہم سے کئی گُنا زیادہ ہو تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟"

حسان نے جواب دیا۔ "اُن کی تعداد دو ہزار سے زیادہ نہیں، دیکھئے اُونٹوں کی آخری قطار ٹیلے سے نیچے اُتر رہی ہے اور اس کے پیچھے کوئی اور گھوڑا یا اُونٹ دکھائی نہیں دیتا۔ جو فوج لڑائی کے لئے آ رہی ہو وہ اس طرح پیشقدمی نہیں کرتی۔ میں ایران کی فوج میں رہ چکا ہوں اور مجھے معلوم ہے کہ اُن

کی صفوں کی ترتیب کیا ہوتی ہے۔"

معنیٰ کچھ دیر اور تذبذب کی حالت میں کھڑا رہا۔ جب سواروں کا اگلا گروہ وادی کے درمیان پہنچ گیا تو حسان نے بلند آواز میں کہا۔ "اُن کا لباس دیکھئے وہ یقیناً عرب ہیں اور اُن کے ساتھ وہ ساز و سامان نہیں جو ایرانی افواج کے ساتھ دیکھا جاتا ہے۔"

معنیٰ نے اچانک گھوڑے کی پیٹھ پر کُود کر اپنے ساتھی کی طرف دیکھا اور کہا۔ "تم اپنا گھوڑا حسان کو دے دو، ہم کچھ دُور آگے جائیں گے۔"

حسان نے بھاگ کر اُس کے ہاتھ سے باگ پکڑ لی اور گھوڑے پر سوار ہو کر پیچھے ہو لیا۔ ٹیلے سے نیچے اُتر کر وادی میں کچھ فاصلہ طے کرنے کے بعد وہ آنے والے قافلے سے کوئی نصف میل دُور رُک گئے اور معنیٰ نے حسان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "سب سے اگلا سوار میرے بھائی کے سوا کوئی اور نہیں ہو سکتا لیکن اس لشکر کی تعداد مجھے ڈیڑھ ہزار سے زیادہ معلوم نہیں ہوتی۔"

حسان نے جواب دیا۔ "مجھے یقین ہے کہ آپ کے بھائی جس عظیم لشکر کی راہنمائی کر رہے ہیں، اُس کا بیشتر حصہ ابھی تک ہماری نگاہوں سے اوجھل ہے۔"

معنیٰ نے جواب دیا۔ "نہیں اگر وہ مدینہ سے کوئی بڑی فوج لیکر آتے تو ہمیں چند دن قبل اطلاع مل جاتی۔"

حسان کچھ دیر خاموش رہا۔ بالآخر اُس نے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ آپ کے بھائی نے ہمیں پہچان لیا ہے۔ دیکھئے وہ سیدھے اس طرف آرہے ہیں۔"

معنیٰ نے کچھ کہے بغیر اپنے گھوڑے کو ایڑ لگادی۔ تھوڑی دیر بعد یہ دونوں مثنیٰ بن حارثہ کے سامنے کھڑے تھے اور اس کے چہرے کی فاتحانہ مسکراہٹ میں اپنے اَن گنت سوالات کا جواب پا رہے تھے۔

مثنیٰ نے مُڑ کر پیچھے آنے والے قافلے کی طرف دیکھا اور پھر اُن کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ "ان لوگوں نے ساری رات سفر کیا ہے، تم واپس جاؤ اور اُن کے لئے کھانے کا بندوبست کرو۔ میرا راستہ دیکھنے کے لئے تمہیں پڑاؤ سے اتنی دُور آنے کی ضرورت نہ تھی۔"

معنیٰ نے پوچھا۔ "ہمیں کتنے آدمیوں کا انتظام کرنا پڑے گا؟"

مثنیٰ نے جواب دیا۔ "میرے ساتھ اٹھارہ سو آدمی آئے ہیں۔"

"باقی لشکر کتنی دُور ہے؟"

مثنیٰ نے جواب دیا۔ "مدینے کی فوج ابھی تک روانہ نہیں ہوئی۔ یہ لوگ بحرین سے آئے ہیں لیکن تمہیں پریشان نہیں ہونا چاہیئے۔ میرا اوّلین مقصد عراق میں پیشقدمی کے لئے امیر المسلمین کی اجازت حاصل کرنا تھا اور اس مقصد میں کامیاب ہونے کے بعد میں نے بحرین کا راستہ اختیار کیا تھا۔ یہ مجاہدین سے آئے ہیں اور ان میں سے بیشتر ہمارے اپنے قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں۔ میں باقی قبائل کے سرداروں کو پیغامات بھیج چکا ہوں اور مجھے اُمید ہے کہ چند دنوں تک بحرین سے مجاہدین کے مزید قافلے ہمارے ساتھ آملیں گے۔ پھر انشاء اللہ ہم خالد بن ولیدؓ کی قیادت میں مدائن کا رُخ کریں گے۔ اب تم اپنے ساتھیوں کو یہ خوشخبری سُنا سکتے ہو کہ خالد بن ولیدؓ بہت جلد آرہے ہیں۔"



چند دنوں میں عراق کی سرحد پر جمع ہونے والے لشکر کی تعداد آٹھ ہزار تک پہنچ چکی تھی اور اس کے ساتھ ہی مثنیٰ بن حارثہ کو یہ اطلاع مل چکی تھی کہ خالد بن ولید دس ہزار مجاہدین کے ساتھ یمامہ سے روانہ ہو چکے ہیں۔ پھر ایک دن طلوعِ آفتاب کے وقت مثنیٰ بن حارثہ اور اُس کے ساتھی خالد بن ولیدؓ کے لشکر کا خیر مقدم کر رہے تھے۔ بحرین کا ہر سپاہی اور ہر سالار خالد بن ولید کو قریب سے دیکھنے اور اُس کے ساتھ ہمکلام ہونے کے لئے بیتاب تھا لیکن مثنیٰ کے ضبط و نظم کا یہ عالم تھا کہ اگر آس پاس کے ٹیلے حرکت میں آجاتے تو بھی اُنہیں اپنی صفوں سے باہر نکلنے کی جُراَت نہ ہوتی لیکن جب انسانی جاہ و جلال کا یہ پیکر صفوں کا معائنہ کرنے کے بعد مثنیٰ اور چند سرداروں کے ساتھ ایک خیمے کے اندر داخل ہوا اور مثنیٰ نے اُنہیں منتشر ہونے کا حکم دیا تو وہ بھاگتے اور مسرّت کے نعرے بُلند کرتے ہوئے اپنے نئے ساتھیوں سے بغلگیر ہونے لگے۔

حسان لشکرِ اسلام کے عظیم راہنما کو قریب سے دیکھنے اور اُس کے ساتھ ہمکلام ہونے کے لئے بیچین تھا۔ وہ دیر تک اُس خیمے کے آس پاس گھومتا رہا جہاں خالد بن ولید اور مثنیٰ بن حارثہ کسریٰ کی سلطنت

کے نقشے پر نئی لکیریں کھینچ رہے تھے۔ وہ کسریٰ کے سپاہی اور قیصر کے قیدی کی حیثیت میں عجم کی وہ عظیم افواج دیکھ چکا تھا جن کے ساز و سامان کی حفاظت کرنے والوں کی تعداد بھی اس لشکر سے زیادہ ہوا کرتی تھی اُسے یہ اُمید نہ تھی کہ خالد بن ولیدؓ کوئی بہت بڑی فوج لے کر آ رہے ہیں۔ تاہم یہ دس ہزار انسان اُس کی توقع سے بہت کم تھے۔ اچانک کسی نے اُس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا: "اب آپ کو زیادہ دیر انتظار نہیں کرنا پڑے گا۔"

حسان نے مڑ کر دیکھا۔ یہ مثنیٰ کا تیسرا بھائی مسعود تھا جو ایک ہفتہ قبل بحرین سے پچاس سواروں کے آخری دستے کے ساتھ یہاں پہنچا تھا۔ مضبوط اعضا کے اس بلند قامت اور خوش وضع نوجوان کی عمر بیس سال سے زیادہ نہ تھی۔

حسان نے کہا: "آپ کو یقین ہے کہ خالد بن ولید عراق کی تسخیر کے لئے اس فوج کو کافی سمجھتے ہیں اور وہ کسی تاخیر کے بغیر حملہ کر دیں گے۔"

مسعود نے جواب دیا: "مجھے یقین ہے کہ خالد بن ولید دشمن کو تیاری کا موقع نہیں دیں گے۔ اگر وہ یہاں رُکنے کی بجائے گھوڑے سے اُترے بغیر ہمیں یہ حکم دیتے کہ آج غروب آفتاب سے پہلے میں عراق کے فلاں علاقے پر قبضہ کرنا چاہتا ہوں تو بھی مجھے تعجب نہ ہوتا۔"

"لیکن میرا خیال ہے کہ اب وہ پیشقدمی سے پہلے مدینے سے مزید لشکر کی آمد کا انتظار کریں گے۔ وہ یمامہ سے یلغار کرتے ہوئے یہاں پہنچے ہیں، اتنے طویل سفر کے بعد ویسے بھی انہیں آرام کی ضرورت ہے۔"

"نہیں اگر انہیں مدینہ سے مزید فوج کا انتظار ہوتا تو وہ چند دن اور یمامہ ہی میں قیام کرتے۔ یمامہ سے اُن کی اچانک روانگی اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ کسی تاخیر کے بغیر عراق پر حملہ کرنے کا فیصلہ کر چکے ہیں۔"

"لیکن گزشتہ ہفتے یمامہ سے اُن کا ایلچی یہ پیغام لے کر آیا تھا کہ انہوں نے دربارِ خلافت کو کمک بھیجنے کے لئے لکھا ہے اور جب تک مدینہ سے کوئی جواب نہیں آتا وہ یمامہ ہی میں قیام کریں گے۔"

مسعود نے جواب دیا: "خلیفہ نے مدینے سے جو کمک بھیجی تھی، وہ خالد کی روانگی سے پہلے وہاں پہنچ گئی تھی۔"

"آپ کا مطلب ہے کہ ان دس ہزار آدمیوں میں کمک کے دستے بھی شامل ہیں؟"

مسعود بن حارثہ مسکرایا: "خلیفہ نے خالد کی درخواست پر صرف ایک آدمی بھیجنے کی ضرورت محسوس کی تھی۔"

"صرف ایک آدمی؟"

"ہاں۔"

"اور وہ کون ہے؟"

"اُس کا نام قعقاع بن عمرو تمیمی ہے اور اُسے روانہ کرتے وقت دربارِ خلافت نے خالد بن ولیدؓ کے ایلچی کو یہ کہا تھا کہ جس لشکر میں قعقاع بن عمرو موجود ہو اُسے شکست نہیں ہو سکتی۔"

"عاصم کا بھائی! وہ کہاں ہے؟"

"میرے خیال میں آپ بھی اُسے دیکھ چکے ہیں۔ وہ سفید گھوڑے پر سوار تھے اور انہوں نے خالد بن ولید کے ساتھ پڑاؤ کا معائنہ کیا تھا۔ اُس وقت مجھے معلوم نہ تھا کہ وہ کون ہیں تاہم انہیں دیکھتے ہی میں نے یہ محسوس کیا تھا کہ وہ کوئی معمولی آدمی نہیں ہو سکتے۔ جب وہ امیر لشکر کے ساتھ خیمے کے اندر چلے گئے تو مجھے یمامہ کے ایک مجاہد نے یہ بتایا کہ وہ قعقاع بن عمرو ہیں جنہیں خلیفہ نے خالد بن ولیدؓ کی اعانت کے لئے بھیجا ہے۔"

حسان نے کہا: "میں انہیں غور سے نہیں دیکھ سکا۔ جب وہ میرے قریب سے گزرے تھے تو میری ساری توجہ خالد بن ولید کی طرف تھی۔ اگر خلیفہ ابوبکرؓ انہیں ایک فوج کا نعم البدل خیال کرتے ہیں تو وہ یقیناً غیر معمولی انسان ہوں گے۔"

مسعود نے کہا: "میں نے اُن کے متعلق حیرت انگیز باتیں سُنی ہیں۔ مدینے کے لشکر کا ایک سالار یہ کہہ رہا تھا کہ اگر قعقاع بن عمرو خالی ہاتھ شیروں کے کچھار میں گھس جائے تو مجھے تعجب نہیں ہوگا۔"

حسان نے کہا: "میں ایران کو شیروں کا کچھار نہیں سمجھتا۔ تاہم یہ ضرور سمجھتا ہوں کہ دُنیا کی ایک عظیم سلطنت پر فتح حاصل کرنے کے لئے ہمیں کافی لشکر کی ضرورت ہے۔"

مسعودؓ نے جواب دیا "اِس بات کا فیصلہ صرف خلیفہ ابو بکرؓ ہی کر سکتے ہیں۔ ایران میں اسلام کا پرچم بلند کرنے کے لئے ہمیں کتنے لشکر کی ضرورت ہے۔ سرِدست میں آپ کو یہ اطمینان دلا سکتا ہوں کہ جب کسی میدان میں ہمیں زیادہ لشکر کی ضرورت محسوس ہوگی تو ابو بکر صدیقؓ ہمیں مایوس نہیں کریں گے۔"



مثنیٰ ابن حارثہ خیمے سے باہر نکلا اور اُس نے آس پاس جمع ہونے والے سپاہیوں سے متوجہ ہو کر کہا "حسان کہاں ہے؟ اُسے تلاش کرو۔"

سپاہی حسان کو آوازیں دیتے ہوئے اِدھر اُدھر پھیل گئے۔ پھر تھوڑی دیر بعد حسان بھاگتا ہوا خیمے کے قریب پہنچا اور مثنیٰ نے اُسے دیکھتے ہی کہا "حسان تمہیں امیرِ لشکر نے یاد فرمایا ہے۔"

حسان بلا توقف خیمے کے اندر داخل ہوا۔ خالد بن ولید، مثنیٰ ابن حارثہ، قعقاع بن عمرو اور بحرین کے چند شیوخ چٹائی پر بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ خالد بن ولید کے سامنے ایک نقشہ پھیلا ہوا تھا۔

مثنیٰ نے کہا "یہ حسان ہے۔"

خالد بن ولید نے نظر اُٹھا کر حسان کی طرف دیکھا اور پھر نقشہ لپیٹ کر ایک طرف رکھتے ہوئے کہا "تم کسریٰ کی فوج میں تھے؟"

"جی ہاں۔"

"تم رومیوں کی قید میں بھی رہ چکے ہو؟"

"جی ہاں۔"

"بیٹھ جاؤ۔"

حسان ادب سے خالد بن ولید کے سامنے بیٹھ گیا۔

خالد نے قدرے توقف کے بعد کہا "تم ہرمز کے پاس میرا پیغام لے جانے میں کوئی خطرہ تو محسوس نہیں کرو گے؟ ہم نے سنا ہے کہ وہ بہت ظالم ہے اور تمہاری گرفتاری کے لئے انعام کا اعلان کر چکا ہے۔"

حسان نے جواب دیا "اگر میں اُسے یہ پیغام دے سکوں کہ تمہارا یومِ حساب قریب آرہا ہے تو اُسے

اپنی زندگی کی سب سے بڑی سعادت سمجھوں گا۔"

"لیکن ہم بلاوجہ تمہاری جان خطرے میں نہیں ڈالنا چاہتے، کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ تمہاری جگہ اس علاقے کے کسی قابلِ اعتماد آدمی کو بھیج دیا جائے۔ مقامی قبائل سے کئی رضاکار یہ ذمہ داری قبول کرنے کے لئے تیار ہوں گے۔"

حسان نے جواب دیا "ہرمز کے پاس آپ کا پیغام لے جانے والے ہر ایلچی کی زندگی یکساں محفوظ اور یکساں غیر محفوظ ہوگی اور میں آپ کو یہ اطمینان دلا سکتا ہوں کہ ہرمز کی بستی میں مجھے پہچاننے والا کوئی نہیں ہوگا اور وہ مجھے صرف آپکے ایلچی کی حیثیت سے دیکھے گا اور پھر اگر اُس نے آپکے ایلچی پر ہاتھ اُٹھانے کی جسارت کی تو بھی کسی اور آدمی کی نسبت میرے بچ نکلنے کے امکانات زیادہ ہونگے۔ میں راستے کے اُن قبائل سے واقف ہوں جن پر کسی خطرے کے وقت بھروسہ کیا جا سکتا ہے۔ میں یہ دعویٰ بھی کر سکتا ہوں کہ میں آپ کو ہرمز کے لشکر کے متعلق جو اطلاعات فراہم کر سکتا ہوں وہ کسی اور آدمی کو حاصل نہیں ہو سکتیں۔"

خالد بن ولید نے کہا "بہت اچھا تم غروبِ آفتاب کے بعد یہاں سے روانہ ہو جاؤ اور جلد از جلد واپس آنے کی کوشش کرو۔"

حسان نے جواب دیا "اگر میں اسی وقت روانہ ہو جاؤں تو غروبِ آفتاب سے قبل کافی فاصلہ طے کر سکوں گا۔ ابتدائی منزل کے راستے کی بستیوں میں دن کے وقت بھی مجھے کوئی خطرہ نہیں۔"

"بہت اچھا تم اپنا گھوڑا تیار کرو، تھوڑی دیر تمہیں میرا خط مل جائے گا۔"

حسان خیمے سے باہر نکل گیا۔ اور خالد بن ولید اپنے کاتب کو خط لکھوانے میں مصروف ہو گئے۔ ہرمز کے نام اس مختصر سے خط کا مضمون یہ تھا "اگر تمہیں امن کی خواہش ہے تو اسلام لے آؤ بصورتِ دیگر ذمی بن کر جزیہ دینا قبول کر لو۔ اگر تمہیں یہ بھی منظور نہیں تو پچھتاؤ گے کیونکہ تمہیں اُن لوگوں سے سابقہ پڑے گا جو زندگی سے تمہاری محبت کے مقابلے میں موت سے زیادہ محبت رکھتے ہیں۔"

تھوڑی دیر بعد امیرِ لشکر کے خیمے سے باہر مثنیٰ ابن حارثہ اور اُن کے بھائی حسان کو رخصت کر رہے تھے۔

مثنیٰ نے اُس سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا "حسان اب میں تمہیں اپنے عزیزوں کا حال معلوم کرنے سے منع نہیں کروں گا۔ تم اُنہیں یہ مژدہ سُنا سکتے ہو کہ تمہارے آلام و مصائب کا زمانہ گزر چکا ہے۔ اگر حالات سازگار ہوں تو تم اُس نیک دل ایرانی کے پاس بھی جا سکتے ہو جس نے مصیبت میں تمہیں سہارا دیا تھا لیکن تمہیں جلد واپس آنا چاہیئے اور بلا وجہ کوئی خطرہ مول نہیں لینا چاہیئے"۔

جب حسان گھوڑے پر سوار ہونے لگا تو خیمے سے ایک بُلند قامت انسان نمودار ہوا اور اُس نے کہا "ٹھہرو"۔

حسان رُک گیا۔ یہ پُرشکوہ آدمی جس کے پُورے وجُود سے زندگی اور توانائی کے چشمے پھُوٹ رہے تھے آگے بڑھا اور اُس نے مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا "میرا نام قعقاع ہے اور مجھے کسی ایسے آدمی کی تلاش تھی جو عجم کے فنونِ حرب سے واقفیت رکھتا ہو ۔ میں تم سے کئی سوال پوچھنا چاہتا تھا لیکن مجھے کچھ کہنے کا موقع نہ ملا۔ اب میں تمہارا وقت ضائع نہیں کروں گا"۔

حسان نے کہا "آپ سے باتیں کرنے کا مجھے کم اشتیاق نہیں۔ میں بہت جلد واپس آؤں گا اور پھر مدائن کے راستے ہمیں باتیں کرنے کے لئے بہت وقت ملے گا"۔

حسان قعقاع کے ساتھ مصافحہ کرنے کے بعد گھوڑے پر سوار ہو گیا اور تھوڑی دیر بعد اُسے رخصت کرنے والے شمال مشرق کی طرف غبار کی ایک ہلکی سی لکیر دیکھ رہے تھے۔

باب ۱۰

ایک صبح ہرمز کے محل کے ایک کشادہ کمرے میں چند سرکردہ ایرانی زمیندار اور فوجی افسر جمع تھے۔ یہ کمرہ حریر کے پردوں اور بیش قیمت قالینوں سے آراستہ تھا۔ حاضرین ایک طرف کوئی دو ہاتھ بلند چبوترے پر سونے اور چاندی سے آراستہ مسند کی طرف دیکھ رہے تھے۔

ایک دیو ہیکل آدمی جس کے لباس میں شاہانِ عجم کی ساری خصوصیات موجود تھیں مسند کے عقب سے نمودار ہوا اور حاضرین نے اُٹھ کر تعظیم کے لئے سر جھکا دیئے۔ وہ مسند پر بیٹھ گیا اور دو حبشی غلام جن کے ہاتھوں میں برچھے تھے اُس کے دائیں بائیں کھڑے ہو گئے۔ ہرمز نے قدرے توقف کے بعد ایک فوجی افسر سے مخاطب ہو کر کہا "ایک عرب کی آمد کا مسئلہ اس قدر اہم نہ تھا کہ تم صبح ہوتے ہی میرا دروازہ کھٹکھٹانا شروع کر دیتے۔ تمہیں معلوم ہے کہ ان دنوں ہم زیادہ اہم معاملات پر توجہ دے رہے ہیں۔"

افسر نے جواب دیا "عالیجاہ! اگر مجھے اپنی ذمہ داری کا احساس نہ ہوتا تو میں آپ کے آرام میں مخل ہونے کی بجائے اُس کا سر قلم کر دیتا"۔

ہرمز نے غضب ناک ہو کر پُوچھا "وہ ابھی تک زندہ ہے؟"

"عالیجاہ! میں نے محسُوس کیا تھا کہ اُسے قتل کرنے کے لئے مجھے آپ کی اجازت کی ضرورت ہے۔ وہ آپ سے ملاقات پر مُصر تھا اور مجھے اُس کی گفتگو سے محسُوس ہوا تھا کہ وہ کوئی معمولی آدمی نہیں ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں مسلمانوں کے سپہ سالار کی طرف سے ایک اہم پیغام لایا ہوں اُس نے ہمیں خالد بن ولید کا خط دکھا کر دھمکیاں دی تھیں اور ہم آپ کے حکم کے بغیر ایک ایلچی پر ہاتھ نہیں اُٹھا سکتے تھے"۔

ہرمز نے گرج کر پوچھا: "وہ خط کہاں ہے؟"

افسر آگے بڑھا اور اُس نے ہرمز کو خالد بن ولید کا خط پیش کر دیا۔

ہرمز نے جلدی سے خط کھول کر پڑھا اور اُس کے وجود کی ساری ہیبت اُس کے چہرے پر سمٹ آئی۔ وہ چلایا: "اُس عرب کو پیش کرو!"

افسر نے مڑ کر اُن پہرے داروں کو اشارہ کیا جو دروازے کے سامنے کھڑے تھے اور جلدی سے باہر نکل گئے۔

چند ثانیے کمرے میں خاموشی طاری رہی، پھر ہرمز حاضرین سے مخاطب ہوا: "تمہاری غفلت اور بزدلی کے باعث اب مسلمانوں کو یہ جرأت بھی ہو گئی ہے کہ اُن کی ایلچی ہمیں دھمکیاں دینے کے لئے یہاں تک پہنچ جاتے ہیں۔"

فوج کے ایک اور افسر نے جواب دیا: "جناب والا! مسلمانوں کی یہ جسارت سرحد کے اُن عمائدین کی کوتاہیوں کا نتیجہ ہے جو بحرین کے مٹھی بھر آدمیوں کو اپنے علاقوں سے دُور نہیں رکھ سکے۔ اگر وہ بزدلی اور بے حسی کا مظاہرہ نہ کرتے تو آج ان ننگے اور بھوکے صحرانشینوں کو ہماری طرف دیکھنے کی جرأت نہ ہوتی، لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر انہوں نے ذرا آگے بڑھنے کی کوشش کی تو اُن کا ہر قدم تباہی کی طرف اُٹھے گا۔ ہم اپنی سرحدی بستیوں کی حفاظت ہی نہیں کریں گے بلکہ مکہ اور مدینہ کی دیواروں تک اُن کا پیچھا کریں گے۔"

"تم نے خالد بن ولید کا نام سنا ہے؟" ہرمز نے حقارت سے افسر کی طرف دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

"ہاں جناب! اُس کے متعلق بہت کچھ سن چکا ہوں، لیکن میرا خیال ہے کہ اگر وہ ایک سپاہی کی نگاہ رکھتا ہے تو ننگے اور بھوکے عربوں کو اپنے صحراؤں کی حدود سے آگے بڑھنے کا مشورہ نہیں دے گا۔"

ہرمز نے تلخ ہو کر کہا: "بیوقوف! اس خط میں اُس نے یہ پیغام بھیجا ہے کہ وہ ننگے اور بھوکے عرب بہت جلد یہاں پہنچنے والے ہیں۔"

محفل پر تھوڑی دیر کے لئے سناٹا چھا گیا۔ پھر ایک ایرانی سردار نے کہا: "جناب! خالد کی کارگزاری

مثنیٰ سے مختلف نہیں ہو گی۔ یہ لوگ سرحد کے چند دُور افتادہ بستیوں میں لوٹ مار کرنے کے بعد بھاگ جائیں گے لیکن ہمارے علاقے میں قدم رکھنے کی جرأت نہیں کریں گے۔"

"یہ خط اُن کی جرأت کا پہلا ثبوت ہے اور اگر یہ واقعی خالد نے لکھا ہے تو تمہیں زیادہ دیر اُس کا انتظار نہیں کرنا پڑے گا۔" ہرمز یہ کہہ کر فوج کے افسروں کی طرف متوجہ ہوا: "اب ہمیں وقت ضائع نہیں کرنا چاہیئے۔ میں تین دن کے اندر خالد کی فوج کی تعداد کے متعلق صحیح معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔"

ایک بوڑھے سردار نے کہا: "جناب! میری التجا ہے کہ آپ خالد کے ایلچی کے متعلق کوئی فیصلہ کرنے میں جلد بازی سے کام نہ لیں۔ اگر اُسے قتل کر دیا گیا تو مسلمانوں کے ساتھ آپ کی جنگ ناگزیر ہو جائے گی۔"

ہرمز نے تلملا کر جواب دیا: "میں بیوقوف نہیں ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ ان صحرانشینوں کو ہماری قوت کا احترام ہی جنگ سے باز رکھ سکتا ہے اور جب خالد کا ایلچی واپس جائے گا تو وہ یہ نہیں کہہ سکے گا کہ ہم اُس کی دھمکیوں کو کوئی اہمیت دیتے ہیں۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ جب وہ یہاں آئے تو تمہارے چہروں پر خوف و ہراس کی بجائے مسکراہٹیں دیکھے۔ ہم کسریٰ سے کمک حاصل کئے بغیر چالیس ہزار جوان میدان میں لا سکتے ہیں لیکن خالد کے ایلچی کو ہمیں یہ تاثر دینے کی کوشش کرنی چاہیئے کہ اگر مسلمانوں نے اس طرف پیشقدمی کی تو اُن کے راستے میں قدم قدم پر انسانوں کی دیواریں کھڑی ہوں گی۔"

حسان ننگی تلواروں کے پہرے میں کمرے کے اندر داخل ہوا اور ہرمز کی مسند کے سامنے سینہ تان کر کھڑا ہو گیا۔

ہرمز نے اُس پر سر سے پاؤں تک نظر دوڑائی اور پھر اطمینان سے کہا: "اگر تم ایک چور کی طرح یہاں نہ آتے تو تمہیں محل کے دروازے پر دستک دینے کا موقع نہ ملتا۔ تمہاری سزا موت ہے۔"

حسان نے جواب دیا: "اگر مجھے موت کا خوف ہوتا تو تمہارے پاس خالد بن ولید کا خط پہنچانے کی ذمہ داری قبول نہ کرتا۔"

ہرمز بولا: "تمہارا خیال ہے کہ میں مسلمانوں کی قوت سے خائف ہو کر اُن کا دین قبول کروں گا۔"

حسان نے جواب دیا: "ہمارا مقصد تمہیں قوت سے مرعوب کرنا نہیں بلکہ سلامتی کا راستہ دکھانا ہے۔ میں میں تمہارے ساتھ بحث نہیں کروں گا۔ میں اس یقین کے باوجود یہاں آگیا ہوں کہ تمہارا اور حساب

قریب آچکا ہے اور قدرت تمہیں سلامتی کا راستہ دیکھنے کا موقع نہیں دے گی۔"

ہرمز نے بڑی مشکل سے اپنا غصہ ضبط کرتے ہوئے کہا "تمہارے سپہ سالار نے یہ لکھا ہے کہ ہم جس قدر زندگی سے محبت کرتے ہیں، اُسی قدر مُسلمانوں کو موت سے عشق ہے۔ تم اُسے ہماری طرف سے یہ پیغام دے سکتے ہو کہ اگر اُس کے سپاہی مرنا چاہتے ہیں تو ہم اُنہیں مایوس نہیں کریں گے۔"

"آپ کا مطلب ہے کہ آپ کو ہماری کوئی پیش کش منظور نہیں؟"

ہرمز نے جواب دیا "تم خالد کو یہ پیغام دے سکتے ہو کہ میں انتہائی بے چینی سے اُس کا انتظار کر رہا ہوں۔"

حسان مُسکرایا "آپ کو زیادہ دیر انتظار نہیں کرنا پڑے گا۔ ہمارے گھوڑوں کی رفتار بہت تیز ہے۔"

ہرمز چلایا "اسے لے جاؤ اور اگر یہ غروبِ آفتاب کے بعد ہمارے علاقے میں نظر آئے تو اس کی گردن اُڑا دو۔"



رات کے وقت قباد اپنے بستر پر پڑا ہوا تھا۔ گزشتہ دو ہفتوں کی شدید علالت نے اُسے بے حد لاغر کر دیا تھا۔ ایک عمر رسیدہ طبیب جو غروبِ آفتاب سے تھوڑی دیر قبل وہاں پہنچا تھا، قباد کے بستر کے قریب ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ ماہ بانو دبے پاؤں کمرے میں داخل ہوئی اور اُس نے اپنے باپ کے قریب بیٹھتے ہوئے طبیب سے سوال کیا "اب ان کی طبیعت کیسی ہے؟"

طبیب نے جواب دیا "بیٹی پُرانے مرض اتنے جلدی ٹھیک نہیں ہوتے، تاہم مجھے یقین ہے کہ میری دوا اثر کرے گی"

قباد نے آنکھیں کھول کر ماہ بانو کی طرف دیکھا اور پھر طبیب کے چہرے پر نظریں گاڑتے ہوئے کہا "میرا خیال ہے کہ میں کافی دیر سویا ہوں اور میرا درد بھی بہت کم ہو چکا ہے۔"

طبیب نے جواب دیا "آپ نے صرف ایک پہر آرام کیا ہے۔ تھوڑی دیر تک میں آپ کو ایک اور دوا دوں گا اور اس کے بعد آپ صبح تک آرام کی نیند سو سکیں گے۔"

قباد نے کہا "میرا خیال تھا کہ آپ کو میرے بیٹے نے مدائن بھیجا ہوگا۔ لیکن ماہ بانو کہتی تھی کہ آپ حیرہ سے آتے ہیں۔ مجھے اس وقت بہت تکلیف تھی۔ اِس لئے مَیں آپ سے باتیں نہ کر سکا۔"

طبیب نے جواب دیا "مَیں حیرہ کے والی کے حکم پر یہاں آیا ہوں۔ اُنہوں نے مجھے بتایا تھا کہ آپ کا بیٹا شہنشاہ کی محافظ فوج میں مُلازم ہے اور اس فوج کے سالارِ اعلیٰ کی خواہش تھی کہ میں کسی تاخیر کے بغیر آپ کے علاج کے لئے روانہ ہو جاؤں۔"

"سالارِ اعلیٰ آپ کو جانتا تھا؟"

"جی ہاں وہ حیرہ کے حاکم کے دوست ہیں اور ایک مرتبہ جب وہ بیمار ہوئے تھے تو مجھے اُن کے علاج کے لئے مدائن بھیجا گیا تھا۔ اس کے بعد سے جب کبھی اُن کا کوئی دوست یا عزیز بیمار ہوتا ہے تو وہ مجھے بُلا لیتے ہیں۔"

قباد نے کہا "میں حیران ہوں کہ مدائن میں اتنے بااثر آدمی تک رسائی حاصل کرنے کے بعد بھی آپ حیرہ میں رہنا پسند کرتے ہیں۔"

طبیب مُسکرایا "مَیں حیرہ کے حاکم کا غلام ہوں لیکن اگر میں اُن کا غلام نہ ہوتا تو بھی اپنی خوشی سے مدائن میں رہنا پسند نہ کرتا۔ میں عیسائی ہوں اور آپ جانتے ہیں کہ ایک عیسائی کے لئے مدائن کے حالات سازگار نہیں۔"

قباد نے غور سے اُن کی طرف دیکھا اور کہا "تم ایرانی نہیں ہو اور شاید تم عرب بھی نہیں ہو۔"

طبیب مسکرایا "جناب آپ درست کہتے ہیں میرے والدین یونانی تھے اور وہ انطاکیہ میں آباد ہو گئے تھے جب شہنشاہ نوشیرواں نے انطاکیہ فتح کیا تو ہمیں غلام بنا کر مدائن لایا گیا میری ماں راستے ہی میں چل بسی۔ میری عمر اُس وقت تین سال تھی۔ جب میں نے ہوش سنبھالا تو معلوم ہوا کہ میں اور میرا باپ ایران کی فوج کے ایک افسر کے غلام ہیں انطاکیہ میں میرا باپ ایک کامیاب طبیب تھا اور مدائن پہنچنے کے بعد بھی اُس کے جوہر لوگوں سے پوشیدہ نہ رہے۔ ہمارے آقا کے ہاں کوئی اولاد نہ تھی میرے باپ نے اُس کا علاج کیا اور اُن کے ہاں لڑکا پیدا ہوا۔ اس کے بعد ہماری حالت غلاموں سے بہتر تھی۔ جب میری عمر بیس سال ہوئی تو میرا باپ چل بسا لیکن موت سے قبل وہ مجھے طب کے متعلق بہت کچھ سکھا چکا تھا۔

چند سال بعد میرے آقا کا لڑکا حیرہ کا حاکم مقرر ہوا اور میں اُس کے ساتھ وہاں چلا گیا۔ پرویز کی شکست کے بعد تمام غلاموں کو آزادی مل گئی۔ لیکن میں نے حیرہ چھوڑنا پسند نہ کیا۔ حیرہ کا والی مجھ پر بہت مہربان ہے۔ وہ میرے مذہبی معاملات میں مداخلت نہیں کرتا اور میں نے سنا ہے کہ آپ بھی عیسائیوں سے نفرت نہیں کرتے۔"

قباد نے جواب دیا۔ "مجھے صرف اُن عیسائیوں سے نفرت ہے جو کسریٰ کی رعایا ہونے کے باوجود قیصر کو زیادہ قابلِ احترام سمجھتے ہیں لیکن جو عیسائی ایرانی سلطنت کے وفادار ہیں اُنہیں میں نے کبھی شکایت کا موقع نہیں دیا۔"

طبیب نے کہا۔ "اگر کسریٰ اور قیصر کے مشیر آپ کی طرح رواداری سے کام لیتے تو دنیا روم و ایران کی گزشتہ جنگوں کی ہولناکیاں نہ دیکھتی۔ لیکن اب مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم اپنے اندوہناک ماضی سے سبق سیکھ چکے ہیں۔ اب وہ مدائن اور قسطنطنیہ میں ایسے لوگوں کی کمی نہیں جنہیں مستقبل کے امن اور دوستی میں اپنی بقا اور سلامتی نظر آتی ہے۔ مجھے تو ایسا لگتا ہے کہ مشترکہ خطرے کا احساس بہت جلد روم اور ایران کو متحد ہونے پر مجبور کر دے گا۔"

قباد نے کہا۔ "اگر مشترکہ خطرے سے تمہارا مطلب مسلمانوں کا خطرہ ہے تو میں کم از کم کسریٰ کے متعلق اتنا ضرور کہہ سکتا ہوں کہ وہ اس کا مقابلہ کرنے کے لئے رومیوں کے تعاون کی ضرورت محسوس نہیں کرے گا۔ میں یہ جانتا ہوں کہ مدائن کی محلاتی سازشوں کے باعث ایران کافی کمزور ہو چکا ہے۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ عراق میں ایرانی رؤسا کے مظالم کے باعث مقامی عرب دل برداشتہ ہو چکے ہیں اور خطرے کے وقت بعض قبائل ہمارا ساتھ نہیں دیں گے لیکن میں یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ عرب کے مسلمان کسی میدان میں ایران کی فوجی قوت کا مقابلہ کر سکیں گے۔ وہ صرف اس اطمینان کے ساتھ ہمارے سرحدی علاقوں پر چھیڑ چھاڑ کرتے ہیں کہ صحراؤں کی وسعتیں اُن کی پشت پر ہیں اور جب اُنہیں کسی باقاعدہ لشکر کا سامنا کرنا پڑے گا تو وہ اطمینان سے پیچھے ہٹ جائیں گے۔ آپ کو مثنیٰ بن حارثہ کے حملوں سے یہ تاثر نہیں لینا چاہیئے کہ عرب کے خانہ بدوش ایران کے ساتھ ٹکر لینے کے قابل ہو گئے ہیں۔"

طبیب مسکرایا۔ "عرب نے پہلی بار ایک سلطنت کی شکل اختیار کی ہے اور اہلِ عرب پہلی بار ایک قوم کی حیثیت سے نمودار ہوئے ہیں اور مجھے اُس دین کی قوت سے خوف محسوس ہوتا ہے جس نے چند برس کے اندر اندر وہاں کے تمام قبائل کو اپنے آغوش میں لے لیا ہے۔ حیرہ سے روانہ ہوتے وقت میں نے یہ خبر سُنی تھی کہ عربوں کی ایک فوج دومۃ الجندل کا رُخ کر رہی ہے اور آج راستے کی ایک بستی سے گزرتے ہوئے مجھے یہ معلوم ہوا تھا کہ اُن کا دوسرا لشکر یہاں سے صرف چند منازل دُور پڑاؤ ڈال چکا ہے۔"

قباد نے اطمینان سے جواب دیا۔ "یہ لشکر گزشتہ چند مہینوں میں ہماری سرحد پر کئی حملے کر چکا ہے اور مجھے اُس کے متعلق کوئی پریشانی نہیں۔ ہم اُنہیں دریائے فرات کا پانی پینے سے نہیں روک سکتے۔ لیکن یہ ممکن نہیں کہ وہ باقاعدہ جنگ کی صورت میں کسی محاذ پر ثابت قدم رہ سکیں۔"

طبیب نے کہا۔ "میں نے راستے میں جس لشکر کی آمد کے متعلق سُنا ہے، اُس کا امیر خالد بن ولید ہے۔ اور خالد کے متعلق یہ مشہور ہے کہ اُس نے ابھی تک کسی میدان میں شکست نہیں کھائی۔ یمامہ کی جنگ میں اُس کے ہاتھوں مسیلمہ کے چالیس ہزار سپاہیوں کی عبرتناک تباہی ایک معجزے سے کم نہ تھی۔"

قباد نے کہا۔ "میں مسلمانوں کے متعلق یہ تو مان سکتا ہوں کہ وہ اپنے اتحاد اور ایمان کے باعث صحرائے عرب کے اُن قبائل پر غالب آ سکتے ہیں جن کے اتحاد کی بنیاد اُن کی نسبت کمزور ہے لیکن یہ تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں کہ وہ ہمارے لئے کوئی خطرہ پیدا کر سکتے ہیں۔"

طبیب نے کہا۔ "جناب میں آپ کو پریشان نہیں کرنا چاہتا۔ تاہم یہ محسوس کرتا ہوں کہ ایران اور روم کی تاریخ کے آئندہ چند مہینے بہت اہم ہوں گے۔ اگر عراق کے کسی حصے میں عربوں کے پاؤں جم گئے اور ہم اُنہیں فیصلہ کن شکست نہ دے سکے تو اُن کے حوصلے بڑھ جائیں گے۔"

قباد نے قدرے تلخ ہو کر کہا۔ "لیکن آپ یہ کیوں سوچتے ہیں کہ ایران کا لشکر مسلمانوں کو شکست نہیں دے سکے گا؟"

طبیب نے جواب دیا۔ "معاف کیجئے۔ یہ بات میرے وہم و گمان میں بھی نہیں آ سکتی کہ مسلمان کسریٰ کی عظیم افواج کے سامنے ٹھہر سکیں گے۔ میں صرف یہ کہنا چاہتا تھا کہ اگر ایران اور روم ایک مشترکہ دشمن کے عزائم کے پیشِ نظر متحد ہو جائیں تو کسریٰ کو عراق اور قیصر کو شام کی حدود میں اُن کا راستہ روکنے کی ضرورت

پیش نہیں آئے گی بلکہ ہم مکہ اور مدینہ کی دیواروں تک اُن کا تعاقب کریں گے اور پھر آپ یہ دیکھیں گے کہ صحرا کے شکست خوردہ قبائل نے بھی بغاوت کا جھنڈا بلند کر دیا ہے لیکن اگر مسلمانوں کو عراق میں پیشقدمی کا موقع دیا گیا تو اس بات کا خطرہ ہے کہ مقامی عرب اُن کے ساتھ مل جائیں گے۔"

قباد نے کہا۔ "آج اگر کوئی قیصر اور کسریٰ کو مسلمانوں کے خلاف اتحاد کی دعوت دے تو اُسے بیوقوف سمجھا جائے گا۔ لیکن آپ کو پریشان نہیں ہونا چاہیئے۔ جب کسریٰ کی افواج میدان میں آئیں گی تو مقامی عرب قبائل مسلمانوں کا ساتھ دینے کی جرأت نہیں کریں گے۔ مثنیٰ ابن حارثہ کی گزشتہ کامیابیوں کی وجہ صرف یہ تھی کہ مدائن کے حالات نے ہمیں اس طرف توجہ دینے کا موقع نہیں دیا۔ اور ہمارا حاکم ایک ایسا آدمی ہے جس کے مظالم سے مقامی عرب تنگ آ چکے ہیں لیکن اب اگر مسلمانوں نے خالد بن ولید کو اس محاذ پر بھیج دیا ہے تو مجھے یقین ہے کہ ایران کی حکومت زیادہ دیر اپنی ذمہ داریوں سے غافل نہیں رہے گی۔ میں تم سے صرف ایک سوال پوچھنا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے متعلق عراق کے عیسائیوں کے جذبات کیا ہیں؟"

طبیب نے جواب دیا۔ "مسلمانوں کے متعلق عراق کے عیسائیوں کے جذبات مجوسیوں سے مختلف نہیں ہو سکتے اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ جب اُن کی وفاداری کے امتحان کا وقت آئے گا تو آپ اُنہیں کسریٰ کے سپاہیوں کی پہلی صف میں دیکھیں گے۔ اگر اُنہیں ایرانیوں کے ساتھ کوئی ہمدردی نہ ہو تو بھی وہ مسلمانوں کے دوست نہیں ہو سکتے۔ آپ کو معلوم ہے کہ جب جزیرہ کی کاہنہ سجاح نے مسلمانوں کے خلاف پیشقدمی کی تھی تو اُس کے لشکر میں عیسائی بھی تھے۔ اگر وہ مسیلمہ کے فریب میں نہ آ جاتی تو آج عرب کے حالات مختلف ہوتے اور شاید آپ کو بھی یہ پوچھنے کی ضرورت پیش نہ آتی کہ ایران کے خلاف عربوں کی پیشقدمی کی صورت میں مقامی عیسائیوں کے جذبات کیا ہوں گے۔"

"میں مقامی عیسائیوں کی وفاداری پر شبہ نہیں کرتا اور غیر عیسائی عربوں کے متعلق بھی مجھے یہ خدشہ نہیں کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ مل جائیں گے۔ مجھے صرف اس بات کا افسوس ہے کہ ایرانی زمینداروں کی سختیوں نے اُنہیں بددل کر دیا ہے۔" قباد یہ کہہ کر ماہ بانو سے مخاطب ہوا۔ "بیٹی ہمارے مہمان تھکے ہوئے ہیں تم کاؤس کو بلاؤ اور اُن کے آرام کا انتظام کرو۔"

ماہ بانو نے کاؤس کو آواز دی تو ایک خادمہ بھاگتی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی اور اُس نے کہا۔ "کاؤس یہاں نہیں ہے۔ ڈیوڑھی سے ایک پہریدار آیا تھا اور وہ اُس کے ساتھ چلا گیا تھا۔"

قباد نے کہا۔ "بہت اچھا، تم مہمان کو ان کے کمرے میں لے جاؤ اور جب کاؤس آئے تو اُسے میرے پاس بھیج دو۔"

طبیب نے اپنے تھیلے سے ایک چھوٹی سی صراحی نکالی اور خادمہ کو پانی لانے کے لئے کہا خادمہ جلدی سے واپس مُڑی اور چاندی کے پیالے میں پانی لے آئی۔ طبیب نے صراحی کا ڈھکنا کھولا اور اُس میں سے مٹیالے رنگ کی دوائی کے چند قطرے پیالے میں ڈال دئے اور قباد کو پیش کرتے ہوئے کہا۔ "پی لیجئے۔ اس کے بعد آپ کافی دیر آرام کی نیند سو سکیں گے۔"

قباد نے اُٹھ کر دوائی پی لی۔ طبیب ماہ بانو سے مخاطب ہوا۔ "رات کے وقت اگر یہ تکلیف محسوس کریں تو مجھے جگا دیجئے۔"



تھوڑی دیر بعد طبیب ماہ بانو کے ساتھ دوسرے کمرے میں داخل ہوا اور نڈھال سا ہو کر بستر پر بیٹھ گیا۔

ماہ بانو نے سہمی ہوئی آواز میں پُوچھا۔ "آپ کو یہ اطمینان ہے کہ ابّا جان کی بیماری زیادہ خطرناک نہیں؟"

طبیب نے جواب دیا۔ "بیٹی میں اُن کی بیماری کے متعلق ابھی پُورے وثوق کے ساتھ کچھ نہیں کہہ سکتا۔ تاہم تمہیں پریشان نہیں ہونا چاہیئے۔ میں ان کے علاج میں کوتاہی نہیں کروں گا۔"

ماہ بانو نے کہا۔ "میں آپکی شکرگزار ہوں لیکن آپ جانتے ہیں کہ میرا بھائی مدائن میں ہے۔ میں یہ چاہتی ہوں کہ اگر آپ کوئی خدشہ محسوس کرتے ہوں تو اُسے بُلا لیا جائے۔ گزشتہ تین مہینوں میں وہ چار مرتبہ یہاں آ چکے ہیں، میں ابّا جان سے پُوچھے بغیر اُنہیں بُلا لیا کرتی تھی۔ آپ جانتے ہیں کہ موجودہ حالات میں فوج کے مُلازموں کو آسانی سے چھُٹی نہیں ملتی پچھلی مرتبہ جب وہ گھر آئے تھے تو ابّا جان مجھ پر سخت برہم ہوئے تھے۔ وہ نہیں چاہتے گھر کے حالات کے باعث اُن کی ترقی کے راستے بند ہو جائیں۔ اگر ابّا جان

سفر کے قابل ہوتے تو بھائی جان ہمیں اپنے ساتھ مدائن لے جاتے۔ اب میری سمجھ میں نہیں آتا کہ مجھے کیا کرنا چاہیئے۔"

طبیب نے کہا۔ "آپکے بھائی اپنے والد کی حالت سے بے خبر نہیں ہیں۔ انہوں نے بڑی کوشش کے بعد مجھے یہاں بھجوایا ہے، اگر انہیں آسانی سے رخصت مل سکتی تو وہ بذاتِ خود حیرہ آتے اور مجھے ساتھ لیکر یہاں پہنچتے۔ اب اگر مسلمانوں کی پیشقدمی کے متعلق تازہ خبریں درست ہیں تو آپکے بھائی کے لئے رخصت حاصل کرنا زیادہ مشکل ہو جائے گا۔ اس لئے میرا مشورہ یہی ہے کہ آپ صبر اور ہمت سے کام لیں۔ اگر خدانخواستہ مجھے اُن کے متعلق زیادہ تشویش محسوس ہوئی تو میں حیرہ کے حاکم کے توسط سے انہیں یہاں بُلانے کی ذمہ داری لیتا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ اُن کی سفارش رد نہیں کی جائے گی اور یہ بھی ممکن ہے عراق کی طرف مسلمانوں کی پیشقدمی روکنے کے لئے مدائن کی افواج کو میدان میں آنا پڑے اور آپکے بھائی اُن کے ساتھ ہوں۔"

ماہ بانو نے احسانمندی سے طبیب کی طرف دیکھا اور کمرے سے باہر نکل آئی۔ چند ثانیے بعد وہ قباد کے کمرے میں داخل ہوئی۔ وہ سو رہا تھا اور خادمہ بستر کے قریب کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی۔ ماہ بانو دوسری کرسی اُٹھا کر اُس کے قریب بیٹھ گئی۔ خادمہ نے دبی زبان میں کہا۔ "یہ دوا کھاتے ہی سو گئے تھے۔ اب آپ بھی آرام کریں۔"

ماہ بانو نے جواب دیا۔ "مجھ سے زیادہ تمہیں آرام کی ضرورت ہے۔"

خادمہ نے کہا۔ "میں نے دن کے وقت کافی سو لیا تھا۔ جب کاؤس آجائیگا تو میں بھی آرام کر لونگی۔"

"لیکن وہ کہاں غائب ہو گیا ہے؟"

"مجھے معلوم نہیں، پہریدار نے اُس کے کان میں کچھ کہا تھا اور وہ دبے پاؤں باہر نکل گیا۔ پھر جب میں دودھ لینے گئی تو باورچی سے معلوم ہوا کہ وہ اُوپر آیا تھا اور کسی مہمان کے لئے کھانا لے کر دوبارہ واپس چلا گیا ہے۔" "اگر کوئی مہمان آیا تھا تو اُس نے ہمیں اطلاع کیوں نہ دی؟"

خادمہ نے کہا۔ "آپ آہستہ بات کریں۔ اگر کوئی اہم بات ہوتی تو وہ آپ کو ضرور اطلاع دیتا۔ میرے خیال میں کوئی مسافر ہوگا۔"

کاؤس دبے پاؤں کمرے میں داخل ہوا اور وہ جواب طلب نگاہوں سے اُس کی طرف دیکھنے لگی۔ وہ چند ثانیے تذبذب اور پریشانی کی حالت میں کھڑا رہا اور پھر ماہ بانو کو ہاتھ کا اشارہ کرنے کے بعد باہر نکل گیا۔

ماہ بانو مضطرب سی ہو کر کمرے سے باہر نکلی۔

"کیا بات ہے کاؤس! تم اس قدر بدحواس کیوں ہو؟"

کاؤس نے جواب دینے کی بجائے اپنے ہونٹوں پر اُنگلی رکھ دی اور چند قدم دُور جا کھڑا ہوا۔ ماہ بانو کا دل دھڑکنے لگا۔ وہ چند ثانیے بے حس و حرکت کھڑی رہی۔ پھر بھاگتی ہوئی آگے بڑھی اور بولی —

"کاؤس تم خاموش کیوں ہو؟ مہمان کون ہے؟"

کاؤس نے اُس کے سوال کا جواب دینے کی بجائے پوچھا۔ "طبیب کہاں ہے؟"

"وہ اپنے کمرے میں ہے۔ لیکن تم میرے سوال کا جواب کیوں نہیں دیتے؟"

"آقا سو رہے ہیں؟"

"ہاں —!"

"بیٹی آہستہ بات کرو۔ وہ آگئے ہیں!"

"کون؟" ماہ بانو نے ڈوبتی ہوئی آواز میں پُوچھا۔

"حسان!"

ایک لمحہ کے لیے ماہ بانو سکتے کی حالت میں کھڑی رہی۔ پھر رات کی خاموشی سے نغموں اور قہقہوں کا ایک سیلاب پھوٹ پڑا۔ وہ بولنا چاہتی تھی لیکن اُس کے حلق سے آواز نہ نکلتی تھی۔ ہر لحظہ اُس کے دل کی دھڑکنیں تیز ہو رہی تھیں۔ اُس نے لرزتے ہوئے ہاتھوں سے کاؤس کا بازو پکڑ لیا اور ڈوبتی ہوئی آواز میں کہا —

"وہ کہاں ہے؟"

کاؤس نے جواب دیا۔ "میں اُسے چھت پر چھوڑ آیا ہوں وہ تمہارا انتظار کر رہا ہے۔ طبیب کی موجودگی میں اُس کا اندر آنا مناسب نہ تھا۔ اُسے بہت جلدی ہے۔ تم جاؤ۔ مجھے اُس کے لئے گھوڑے کا انتظام کرنا ہے۔ اُس کے گھوڑے نے راستے میں دم توڑ دیا تھا۔ اگر آقا کے پاس طبیب نہ ہوتا تو میں اُسے سیدھا وہاں لے آتا۔

اب تم جاؤ اور جب طبیب سو جائے تو اُسے آقا کے کمرے میں لے آؤ، میں سرنگ کے سامنے اُس کا انتظار کروں گا۔"

"وہ پیدل آیا ہے اور دشمن اُس کا پیچھا کر رہے ہوں گے۔ وہ ٹھیک ہے نا؟"

"وہ بالکل ٹھیک ہے لیکن اُس کی باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اُسے کوئی خطرہ ضرور ہے۔ اُسے گھوڑا دینے کے متعلق میں آقا سے اجازت لے سکتا تو بہتر ہوتا۔"

ماہ بانو نے کہا: "ابا جان اُس سے ملاقات نہیں کر سکیں گے۔ اُنہیں جگانا مناسب نہیں اور حسان کو گھوڑا دینے کے لئے اُن کی اجازت کی ضرورت بھی نہیں تم نے سہیل کے متعلق اُسے بتا دیا تھا؟"

"ہاں اب تم جاؤ، اُسے بہت جلدی ہے۔"



ماہ بانو زینے کی طرف بڑھی۔ اُس کی ٹانگیں لڑکھڑا رہی تھیں وہ آہستہ آہستہ چند قدم اُٹھانے کے بعد ایک ثانیہ کے لئے رُکی اور پھر بھاگتی ہوئی چھت پر جا پہنچی فضا میں دسویں رات کا چاند نور کے خزانے بکھیر رہا تھا۔ حسان جو زینے کے دروازے سے چند قدم دُور منڈیر کے قریب کھڑا جنگل کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اچانک ماہ بانو کی طرف متوجہ ہوا۔ وہ رُک گئی۔ حسان آگے بڑھا۔ ماہ بانو کا چہرہ مسکراہٹوں سے کھل اُٹھا۔ اس کے ساتھ ہی اُس کی آنکھوں سے آنسو اُمڈ پڑے۔ "حسان!" اُس نے شکایت کے لہجے میں کہا: "آپ نے بہت دیر لگائی۔"

حسان کی نگاہیں جھک گئیں اور اُس نے چند ثانیے توقف کے بعد کہا: "مجھے افسوس ہے، میں جلد واپس نہ آ سکا۔ آپ کے ابا جان کیسے ہیں؟"

"اُن کی صحت اچھی نہیں۔ آج حیرہ سے ایک طبیب اُن کے علاج کے لئے آیا ہے اور اُس کی دوا سے وہ کئی دنوں کے بعد آرام کی نیند سوئے ہیں لیکن آپ نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا۔ آپ اتنی مدت کہاں رہے؟ آپ کو کوئی خطرہ تو نہیں؟"

حسان نے جواب دیا: "آپ میری فکر نہ کریں میں ابھی یہاں سے روانہ ہو جاؤں گا۔"

ماہ بانو کے چہرے پر اُداسی چھا گئی۔ اُس نے کہا: "ابا جان آپ کو بہت یاد کیا کرتے تھے جب وہ یہ

سُنیں گے کہ آپ اُن سے ملے بغیر چلے گئے ہیں تو انہیں بہت افسوس ہوگا لیکن اگر کوئی آپ کا پیچھا کر رہا ہے تو میں آپ کو روکنے کی کوشش نہیں کروں گی۔"

حسان نے جواب دیا: "اگر ہرمز کے آدمی میرا پیچھا نہ کرتے تو بھی میرے لئے چند گھڑیوں سے زیادہ یہاں ٹھہرنا ممکن نہ تھا۔ میں سہیل کو دیکھنے کے لئے آیا تھا لیکن آپ کے ذکر سے معلوم ہوا کہ وہ یہاں نہیں ہے۔"

"ابا جان نے اُسے زربخت کے ساتھ مدائن بھیج دیا تھا۔ اُس کا یہاں رہنا خطرے سے خالی نہ تھا۔ اُس کی صحت بھی ٹھیک نہ تھی اور بھائی جان کہتے تھے مدائن میں اُس کے علاج کے لئے کسی اچھے طبیب کی خدمات حاصل کی جا سکتی ہیں۔ وہ مدائن پہنچتے ہی تندرست ہو گیا تھا۔ بھائی جان نے اُس کی فوجی تعلیم و تربیت کا انتظام کر دیا ہے اور اب وہ بہت خوش ہے۔ میری طرح زربخت بھی اُسے اپنا بھائی سمجھتا ہے۔ پچھلی مرتبہ زربخت گھر آیا تھا تو اُس نے کہا تھا کہ سہیل کی صحت اتنی اچھی ہو گئی ہے کہ اب اُس کے گاؤں کے لوگ بھی اُسے پہچان نہیں سکیں گے۔ ابا جان سفر کے قابل نہ تھے۔ ورنہ ہم سب مدائن چلے جاتے۔"

حسان نے کہا: "اس کا مطلب ہے، کہ ابھی تک ہرمز کے طرزِ عمل میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔"

"نہیں ہم ہرمز کی وجہ سے پریشان نہیں ہیں۔ جب سے سرحد پر مسلمانوں کے حملے شروع ہوئے ہیں اُس کا مزاج کافی تبدیل ہو گیا ہے۔ اب وہ اس علاقہ کے ہر آدمی کے ساتھ تعاون کی ضرورت محسوس کرتا ہے۔ پچھلے دنوں وہ ابا جان کی تیمارداری کے لئے ہمارے گھر بھی آیا تھا۔ ان دنوں اُس کے گھر میں علاقے کے سرکردہ لوگوں کا اجلاس ہو رہا ہے۔ اُس نے مسلمانوں کے خلاف جوابی کارروائی کی تجاویز پر غور کرنے کے لئے ابا جان کو بھی بُلایا تھا لیکن وہ علالت کے باعث نہیں جا سکے۔"

"آپ کا مطلب ہے کہ اگر آپ کے ابا جان کی صحت ٹھیک ہو تو وہ مسلمانوں کے خلاف ہرمز کا ساتھ دینے پر آمادہ ہو جائیں گے؟"

"ابا جان نے ابھی تک ہرمز کو مُعاف نہیں کیا۔ تاہم وہ یہ کبھی گوارا نہیں کریں گے کہ مسلمان عراق پر چڑھ دوڑیں۔ جب ہرمز ابا جان کے پاس آیا تھا تو اُنہوں نے صاف الفاظ میں یہ کہا تھا کہ اگر

عراق کے عرب کاشتکاروں سے ایرانی حکام اور زمینداروں کا سلوک اچھا ہوتا تو مٹھی بھر مسلمانوں کو عراق کی سرحد کی طرف آنکھ اُٹھا کر دیکھنے کی بھی جرأت نہ ہوتی۔ ابّا جان نے اُسے عرب کاشتکاروں کے متعلق اپنا رویّہ تبدیل کرنے کی نصیحت کی تھی اور اُس نے یہ وعدہ کیا تھا کہ وہ آئندہ ان لوگوں کو شکایت کا موقع نہیں دے گا۔"

حسان نے کہا۔ "آپ کا مطلب ہے کہ اگر حالات بھیڑیئے کو بکری کا لباس پہننے پر مجبور کر دیں تو بھیڑوں کو مطمئن ہو جانا چاہیئے؟"

"نہیں، ابّا جان ہرمز سے کسی صورت بھی مطمئن نہیں ہو سکتے لیکن مسلمانوں کو اس علاقے سے دُور رکھنے کے لئے وہ اپنے بدترین حاکم کا ساتھ دینے سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔ ابّا جان کا خیال ہے کہ عرب کاشتکاروں کی نجات صرف اس بات میں ہے کہ وہ ہر حالت میں شہنشاہ کے ساتھ وفاداری کا ثبوت دیں۔ پھر ہرمز جیسے سنگدل حاکم بھی اُن کے ساتھ زیادتی کرنے پر شرم محسوس کریں گے۔"

حسان نے کہا۔ "ہرمز نے اُن لوگوں کے ساتھ بھی زیادتی کرنے میں شرم محسوس نہیں کی جن کے بھائی اور دوست کسریٰ کے تخت و تاج کی حفاظت کے لئے جانیں دے چکے ہیں۔"

ماہ بانو نے کہا۔ "میں نے یہی بات ابّا جان سے کہی تھی اور انہوں نے یہ جواب دیا تھا کہ اگر عرب کاشتکاروں نے اس جنگ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تو ہرمز کے مظالم کے خلاف اُن کی آواز مدائن کے ایوانوں میں سُنی جائے گی اور ایران کے محبانِ وطن اُن کی حمایت کریں گے۔ پھر اگر ہرمز راہِ راست پر نہ آیا تو اُس کی جگہ کوئی بہتر حاکم بھیج دیا جائے گا۔ ہرمز صرف اُن لوگوں پر ظلم کر سکتا ہے جن کی آواز کسریٰ کے کانوں تک نہیں پہنچ سکتی۔ جب تک اُسے یہ اطمینان تھا کہ وہ ہمارے خلاف من مانی کر سکتا ہے تو اُس نے انتہائی سنگدلی کا ثبوت دیا تھا لیکن جب اُسے یہ معلوم ہُوا کہ زرنجت مدائن کے بااثر لوگوں تک رسائی حاصل کر چکا ہے تو اُسے ہماری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھانے میں دیر نہیں لگی۔ ایک دن ابّا جان کہہ رہے تھے کہ عراق کے حالات بڑی تیزی سے تبدیل ہو رہے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ کچھ عرصہ بعد اگر حسان اپنے گھر آ گیا تو ہرمز اُس کے ساتھ مصافحہ کرنے میں بھی ہتک محسوس نہیں کرے گا۔

کم از کم ہمارے گھر میں اُسے کوئی خطرہ نہیں ہوگا۔"

حسان نے کہا۔ "اگر میں یہ کہوں کہ میں ہرمز سے مل چکا ہوں، اُس کے ساتھ گفتگو بھی کر چکا ہوں لیکن میں نے اس ظالم کے ساتھ مصافحہ کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی تو آپ کو یقین آ جائے گا؟"

"آپ ہرمز کے پاس گئے تھے؟"

"ہاں میں ہرمز کو یہ بتانے کے لئے گیا تھا کہ تمہارا یومِ حساب قریب آ چکا ہے۔"

"اور اب ہرمز کے سپاہی آپ کا پیچھا کر رہے ہیں؟"

"ہرمز کے سپاہی رات کے وقت میرا سراغ نہیں لگا سکیں گے۔ وہ مجھے سرحد کے پار پہنچانے کے لئے آئے تھے اور انہیں یہ حکم تھا کہ اگر میں غروبِ آفتاب تک اُس کے علاقے سے باہر نہ نکل جاؤں تو میری گردن اُڑا دی جائے۔ اب اگر وہ مایوس ہو کر واپس نہیں چلے گئے تو مجھے یہاں سے چھ سات کوس دُور ایک جنگل میں تلاش کر رہے ہوں گے۔ اُن کی خواہش یہی تھی کہ میں شام سے پہلے سرحد عبور نہ کر سکوں، لیکن انہیں یہ معلوم نہ تھا کہ میں سرحد پار کرنے سے پہلے اپنے بھائی کا پتہ کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ جب سرحد کی آخری چوکی سے ایک منزل دُور میں نے اپنے گھوڑے کی باگ اس طرف موڑ لی تو انہوں نے مجھے ٹوکنے کی ضرورت محسوس نہ کی۔ وہ چھ تھے، اُن کے گھوڑے بھی میرے گھوڑے کی نسبت زیادہ تازہ دم تھے۔ پھر میرے پاس تلوار بھی نہیں تھی۔ مجھے ہرمز کے محل میں داخل ہوتے وقت غیر مسلح کر دیا گیا تھا۔ غروبِ آفتاب کے وقت ایک ندی کے کنارے گھنے باغات میں سے گزرتے ہوئے ہم ایک بستی میں داخل ہوئے اور میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ مجھے اس وقت تک سرحد عبور کر لینی چاہیئے۔ ہم راستہ بھول تو نہیں گئے؟"

وہ معنی خیز مسکراہٹوں کے ساتھ ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے، پھر ایک سپاہی نے کہا۔ سرحد ابھی کافی دُور ہے لیکن تم فکر نہ کرو۔ اس بستی سے آگے تمہارا سفر ختم ہو جائے گا۔ مجھے یقین تھا کہ یہ لوگ بستی کی بجائے مجھے کسی ویران جگہ قتل کرنا زیادہ پسند کریں گے۔ میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ "اگر تمہاری اجازت ہو تو میں پانی پی لوں؟"

انہوں نے کہا۔ "پانی پینے کے لئے تمہیں ہماری اجازت کی ضرورت نہیں۔ تم ہمارے قیدی

نہیں ہو، ہمیں صرف تمہاری حفاظت کے لئے بھیجا گیا ہے۔"

میں نے کہا۔ "اب آفتاب غروب ہو رہا ہے اور ہم شاید راستہ بھول کر سرحد سے دُور نکل آئے ہیں۔ اب مجھے آپ کی اجازت کے بغیر ایک ثانیہ کے لئے بھی کسی جگہ نہیں رُکنا چاہیئے۔"

ایک سپاہی نے جواب دیا۔ "اب ایک ثانیہ یا ایک ساعت رُکنے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ اب تم اگر اُڑ کر بھی جاؤ تو آدھی رات سے پہلے سرحد عبور نہیں کر سکو گے۔"

چند عرب اور ایرانی ہمارے گرد جمع ہو گئے۔ میں نے ایک آدمی کو پانی لانے کے لئے کہا اور میرے ساتھی بستی کے لوگوں سے باتیں کرنے میں مصروف ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد جب ہم وہاں سے روانہ ہوئے تو شام ہو چکی تھی۔ بستی سے باہر گاؤں کے رئیس کا محل تھا۔ میں نے اچانک اپنے گھوڑے سے چھلانگ لگائی اور دیوار پھاند کر باغ کے اندر کُود پڑا۔ میرے ساتھی چیختے چلاتے دیوار پھاند کر باغ کے اندر داخل ہوئے لیکن میں اتنی دیر میں اُن کی نگاہوں سے اوجھل ہو چکا تھا۔ کچھ دیر پوری رفتار سے دیوار کے ساتھ ساتھ بھاگنے کے بعد میں گھنے درختوں کی آڑ میں چھپ گیا اور میرے ساتھی باغ کی دوسری سمت نکل گئے۔ میں نے دیوار سے جھانک کر دیکھا باہر صرف ایک سپاہی رہ گیا تھا اور اُس نے تین بدحواس گھوڑوں کی باگیں پکڑ رکھی تھیں۔ باقی گھوڑے اِدھر اُدھر بھاگ رہے تھے۔ میں نے دوبارہ دیوار پھاندی۔ سپاہی نے بدحواس ہو کر چیخ ماری اور اس کے ساتھ ہی میں نے اُس کا گلا دبوچ لیا۔ سپاہی گرا اور اُس نے دوبارہ اُٹھنے کی ضرورت محسوس نہ کی۔ میں نے اُس کی تلوار چھین لی اور ایک گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ پھر میں نے باقی گھوڑوں کو تتر بتر کر دیا۔ اتنی دیر میں باغ کی دوسری سمت سے واپس آنے والے سپاہیوں کی آوازیں سُنائی دینے لگیں اور میں نے گھوڑے کو ایڑ لگا دی۔ تھوڑی دیر بعد چھ کی بجائے پندرہ بیس سوار میرا پیچھا کر رہے تھے۔ مجھے ہرمز کے سپاہیوں سے کوئی خدشہ نہ تھا لیکن بستی کے لوگ جو تازہ دم گھوڑوں پر سوار ہو کر میرے تعاقب میں حصہ لے رہے تھے، ہر آن میرے قریب آ رہے تھے اور میرا اپنا گھوڑا بھی دن بھر سفر کر چکا تھا۔ جنگل میں داخل ہونے کے بعد میں نے اطمینان کا سانس لیا لیکن میرے گھوڑے نے گر کر دم توڑ دیا۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ ایک بار پہلے بھی اسی جنگل نے میری جان بچائی تھی لیکن خوش قسمتی سے

اب میں زخمی نہیں ہوں۔"

"لیکن آپ ہرمز کے پاس گئے کس لئے تھے؟"

"میں ہرمز کے پاس اُس لشکر کے سپہ سالار کا ایلچی بن کر گیا تھا جسے قدرت نے ایران میں ظلم کے پرچم سرنگوں کرنے کے لئے منتخب کیا ہے۔"

"حسان!" ماہ بانو نے ڈوبتی ہوئی آواز میں کہا۔ "تم مسلمانوں کی فوج میں شامل ہو چکے ہو؟"

"ہاں۔" حسان نے اطمینان سے جواب دیا۔

ماہ بانو نے آنکھوں میں آنسو بھرتے ہوئے کہا۔ "اور اب تم مجھے یہ بتلانے آئے ہو کہ ہرمز کے مظالم نے جہانداد کے دوست کو اُس کے بھائی کے خلاف تلوار اُٹھانے پر آمادہ کر دیا ہے۔"

وہ بولا۔ "ماہ بانو! تم یہ کیسے سوچ سکتی ہو کہ جہانداد کا دوست زربخت کا دشمن ہو سکتا ہے۔" ماہ بانو کی آنکھوں سے آنسو پھوٹ نکلے اور اُس نے سسکیاں بھرتے ہوئے کہا۔ "جب مسلمان عراق میں پیشقدمی کریں گے تو کسریٰ کا لشکر پوری قوت کے ساتھ اُن کا مقابلہ کرے گا اور جب کسریٰ کا لشکر میدان میں آئے گا تو زربخت سب سے اگلی صف میں ہو گا۔"

حسان بے حس و حرکت کھڑا تھا اور ماہ بانو کی خاموش نگاہیں بار بار اُس سے پوچھ رہی تھیں۔ "کیا تم وہی ہو، کیا یہ ممکن ہے تم کسی میدان میں میرے بھائی کا سامنا کر سکو؟"

چند ثانیے بعد اُس نے کرب انگیز لہجے میں کہا۔ "ماہ بانو جب موت میرا پیچھا کر رہی تھی تو تم نے مجھے پناہ دی تھی۔ جب میں زخمی اور بیمار تھا تو تم نے میری تیمارداری کی تھی اور جب میں مایوسی کی تاریکیوں میں بھٹک رہا تھا تو تمہاری نگاہوں نے میرے دل میں اُمید کے چراغ روشن کئے تھے۔ میں ناشکر گزار نہیں ہوں۔ ماہ بانو! میری بات غور سے سنو۔ جب میں یہاں سے نکلا تھا تو میری زندگی کی سب سے بڑی آرزو یہی تھی کہ میں اس دنیا کی ساری راحتیں اور مسرتیں تمہارے قدموں پر ڈھیر کر دوں۔ مجھے بحرین کے ویرانوں میں بھی تمہارے لئے سدابہار گلستانوں کی تلاش تھی۔ میں اپنے زخمی ہاتھوں سے تمہارے لئے عافیت کا گھر تعمیر کرنا چاہتا تھا۔ مجھے اپنے مقدر کی تاریکیوں میں تمہارے لئے نشیمن کی تلاش تھی۔ یہ ایک دیوانے

کے خواب تھے۔ تاہم میں یہ سوچا کرتا تھا کہ اگر قدرت کا کوئی معجزہ وقت کے سیلاب کا رُخ بدل دے اور میں اچانک کسی ایسی جنت میں پہنچ جاؤں جہاں زندگی موت کے خوف سے آزاد ہو۔ جہاں طاقتور کے ہاتھ کمزور کی شاہ رگ تک نہ پہنچ سکیں تو میں واپس آکر تمہیں یہ پیغام دوں کہ میں نے تمہارے لئے عافیت کا گھر تلاش کر لیا ہے اور میری زندگی کی سب سے بڑی آرزو پوری ہو چکی ہے۔ ماہ بانو! ـــ میں واپس آگیا ہوں اور تمہیں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ وہ حسین خواب جو میں دیوانگی کی حالت میں دیکھا کرتا تھا، پورے ہو چکے ہیں میں اُس دین کے معجزات دیکھ چکا ہوں جس نے قبیلوں اور نسلوں کے درمیان منافرت کی دیواریں مسمار کر دی ہیں اور جس کے قوانین شہنشاہوں کے اقتدار کی بجائے عوام کے حقوق کی حفاظت کرتے ہیں میں وہ جنت دیکھ چکا ہوں جہاں اونیٰ اور اعلیٰ، امیر اور غریب، طاقتور اور کمزور کا امتیاز مٹ چکا ہے۔ میں اُن لوگوں کے ساتھ رہ چکا ہوں جو چند برس قبل اسلام کے خلاف برسرِپیکار تھے لیکن اب اس کے لئے جینا اور مرنا زندگی کی سب سے بڑی سعادت سمجھتے ہیں۔ ماہ بانو! اس وقت شاید میں تمہیں یہ نہ سمجھا سکوں کہ آقاؤں اور غلاموں، ظالموں اور مظلوموں کی اس دُنیا میں امن اور انصاف تلاش کرنے والے جس عظیم انقلاب کی تمنا کر سکتے تھے، وہ آچکا ہے۔ لیکن اگر جہانداد زندہ ہوتا اور میں اُسے نور کے اُس سیلاب کی ایک جھلک دکھا سکتا جو پورے عرب کو اپنے آغوش میں لینے کے بعد عجم کی وسعتوں کی طرف بڑھ رہا ہے تو اُس کے جذبات میرے جذبات سے مختلف نہ ہوتے۔ وہ اپنے باپ، بھائی اور بہن کے سامنے ہی نہیں بلکہ مدائن کے چوراہوں میں کھڑے ہو کر یہ اعلان کرتا کہ مسلمانوں کے ہاتھ میں کسی شہنشاہ یا کسی قوم کا پرچم نہیں بلکہ انہوں نے انسانیت کا پرچم بلند کیا ہے اور وہ جو اس دنیا میں انسانیت کا بول بالا چاہتے ہیں، اُن کی فتح اپنی فتح سمجھیں گے۔"

ماہ بانو کے پاس حسان کی باتوں کا کوئی جواب نہ تھا۔ وہ اُس کی زبان سے جُدائی کے ان دنوں، ہفتوں اور مہینوں کی داستان سُننا چاہتی تھی جن کا ایک ایک لمحہ اُسے برسوں سے زیادہ طویل محسوس ہوا کرتا تھا۔ وہ اپنے آنسوؤں کے جواب میں اُس کے آنسو اور اپنی مسکراہٹوں کے جواب میں اُسکی مسکراہٹیں دیکھنا چاہتی تھی لیکن یہ سیدھا سا آدمی جس نے اُسے محبت، یقین اور اعتماد کی غیر فانی مسرتوں سے آشنا کیا تھا اب اس کے لئے ایک معمہ بن چکا تھا اور وہ پتھرائی ہوئی آنکھوں سے اُس کی طرف دیکھ رہی تھی۔

حسان چند قدم آگے بڑھا اور جنگل کی طرف دیکھنے کے بعد واپس آکر بولا "کاؤس میرے لئے گھوڑا لے آیا ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ میں زیادہ دیر نہیں ٹھہر سکوں گا اور نہ ہی آپکے ابا جان سے میری گفتگو ہو سکی لیکن میں جلد واپس آؤں گا اور مجھے یقین ہے کہ وہ مجھے اپنا دشمن نہیں سمجھیں گے۔ اور شاید اُس وقت تک مسلمانوں کے متعلق تمہارے احساسات بھی مجھ سے مختلف نہ ہوں ـــ اور اگر میں واپس نہ آسکوں اور کسی لڑائی میں قدم رکھنے کے بعد میرا سفر ختم ہو جائے اور میں اُن شہیدوں میں شامل ہو جاؤں جو اس ظلمتکدے میں اپنے خون کے چراغ جلا رہے ہیں تو نزع کے عالم میں بھی اس گھر کا نقشہ میری نگاہوں کے سامنے ہوگا اور مجھے یہ اطمینان ہوگا کہ جب دجلہ اور فرات کی وادیوں میں ظلم و استبداد کے پرچم سرنگوں ہو جائیں گے جب اللہ کی زمین پر اللہ کا قانون نافذ ہوگا جب ایک انسان پر دوسرے انسان کی بالادستی ختم ہو جائے گی جب کالے اور گورے، امیر اور غریب عربی اور عجمی کا امتیاز اُٹھ جائے گا اور جھونپڑوں اور مرمریں ایوانوں کے مکین انصاف کے ایک ہی ترازو میں تولے جائیں گے تو اس گھر کے مکین مجھے اپنا دشمن خیال نہیں کریں گے۔"

ماہ بانو نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا "میں یہ سُن چکی ہوں کہ مسلمانوں کی ایک چھوٹی سی فوج گزشتہ چند ماہ سے عراق کی سرحدوں پر حملے کر رہی ہے اور اب ایک اور لشکر اُن کے ساتھ شامل ہو چکا ہے مجھے معلوم نہیں کہ اس لشکر کی پیشقدمی کے نتائج کیا ہوں گے۔ مجھے یہ بھی معلوم نہیں کہ اگر آج جہانداد زندہ ہوتا، تو مسلمانوں کے متعلق اُس کے جذبات کیا ہوتے۔ میں صرف اتنا جانتی ہوں کہ اگر تم یہ کہتے ہو کہ مسلمانوں نے عرب کی پہاڑیوں کو اُٹھا کر سمندر میں پھینک دیا ہے یا وہاں ریت کے ٹیلے سونے اور چاندی میں تبدیل ہو گئے ہیں تو بھی تمہاری باتوں پر یقین کر لیتی، اب اگر تم مسلمانوں کی کامیابی پر یقین رکھتے ہو تو میں تم سے یہ نہیں پوچھوں گی کہ جب کسریٰ کا عظیم لشکر میدان میں آئے گا تو وہ کس قوت کے بل بوتے پر اس کا مقابلہ کر سکیں گے خصوصاً اس صورت میں جبکہ رومی بھی انہیں اپنا دشمن سمجھتے ہیں اور شام میں قیصر کا لشکر کسی وقت بھی اُن پر یلغار کر سکتا ہے لیکن میں یہ ضرور کہوں گی کہ میں زربخت کی بہن ہوں اور زربخت کسریٰ کا سپاہی ہے۔ میں قباد کی بیٹی ہوں اور میرا باپ ہرمز سے نفرت کے باوجود اپنے شہنشاہ کی شکست گوارا نہیں کرے گا۔ حسان اگر تم مسلمانوں کے لشکر میں شامل ہو چکے ہو تو قباد کی بیٹی اور زربخت کی بہن تمہاری فتح کے لئے دُعا نہیں

کرسکے گی۔ تاہم اس گھر کے مکینوں کو تمہارا انتظار رہے گا اور میری زندگی کا کوئی سانس تمہارے لئے سلامتی کی دعاؤں سے خالی نہیں ہوگا۔ جب تم بحرین گئے تھے تو مجھے معلوم تھا کہ تمہارا واپس آنا خطرے سے خالی نہیں، تاہم میں صبح و شام تمہاری راہ دیکھا کرتی تھی۔ کبھی مجھے خیال آتا تھا کہ شاید راستے میں ہرمز کے آدمیوں سے تمہارا تصادم ہوگیا ہو اور انہوں نے تمہیں قتل کر دیا ہو اور کبھی میں اس قسم کے خواب دیکھا کرتی تھی کہ ہرمز کے سپاہی تمہارا پیچھا کر رہے ہیں اور تم زخموں سے چور ہونے کے بعد ہمارے گھر پہنچ گئے ہو، وہ تمہیں پکڑنا چاہتے ہیں اور میں اُن کا راستہ روک لیتی ہوں، وہ تمہیں قتل کرنا چاہتے ہیں اور میں تمہارے لئے ڈھال بن گئی ہوں۔ اس قسم کے بھیانک خواب میری چیخوں کے ساتھ ختم ہوتے تھے۔ اب تم پھر جا رہے ہو، میں تمہیں روک نہیں سکتی لیکن میں مرتے دم تک تمہاری راہ دیکھتی رہوں گی۔ میں تم سے ایک سوال پوچھتی ہوں، کیا مسلمان ہو جانے کے بعد ایک انسان کے اس دنیا کے ساتھ باقی تمام رشتے کٹ جاتے ہیں؟ جب مجھے تمہاری آمد کی اطلاع ملی تھی تو میری سب سے بڑی پریشانی یہ تھی کہ ہم تمہارے بھائی کو مدائن بھیج چکے ہیں۔ میرا خیال تھا کہ مجھے سہیل کے متعلق تمہارے اَن گنت سوالات کا جواب دینا پڑے گا لیکن اب میں یہ محسوس کر رہی ہوں کہ سہیل کا اس جگہ ہونا یا نہ ہونا تمہارے لئے ایک برابر تھا۔"

حسان نے جواب دیا۔ "اگر مجھے اسلام کا سہارا نہ ہوتا تو سہیل کی جُدائی یقیناً میرے لئے ناقابلِ برداشت ہوتی اور پھر اتنی مدت کے بعد یہاں پہنچ کر جب میں یہ سنتا کہ وہ مدائن جا چکا ہے تو دنیا کی کوئی طاقت مجھے اُس کا پیچھا کرنے سے نہ روک سکتی۔ اگر آپ مجھے یہ بتاتیں کہ ہرمز کے سپاہی اُسے پکڑ کر لے گئے ہیں تو میں شاید اُس کے پاس جانے سے بھی دریغ نہ کرتا لیکن بحرین پہنچنے کے بعد میں اُس قافلے کے ساتھ سفر کر چکا ہوں جس کے مسافر دین کے رشتے کو دنیا کے ہر رشتے پر مقدم سمجھتے ہیں۔ میں اللہ کے اُن بندوں کو دیکھ چکا ہوں جن کا مقصدِ حیات اسلام کی سربلندی ہے اور جو اللہ کے راستے پر زندگی کی تمام راحتیں قربان کر چکے ہیں۔ میں نے وہ باپ وہ شوہر اور وہ فرزند دیکھے ہیں جنہیں اللہ کی راہ میں شہادت کی تڑپ نے اپنے بچوں، اپنی بیویوں اور اپنے والدین کی محبت سے بے نیاز کر دیا ہے۔ ان لوگوں کی صحبت نے میری محبت کا دائرہ وسیع کر دیا ہے — اب صرف سہیل ہی نہیں بلکہ دنیا کا ہر مظلوم اور بے بس انسان

میرا بھائی ہے۔ سہیل سے جُدا ہونے کے باوجود میں اپنے دل میں یہ اطمینان محسوس کرتا ہوں کہ میں اُن لوگوں کے ساتھ شامل ہو گیا ہوں جو اپنے خون سے اپنے بیٹوں اور بھائیوں کے لئے ہی نہیں بلکہ پوری انسانیت کے لئے امن اور آزادی کے نخلستانوں کی آبیاری کر رہے ہیں۔ سہیل اس لحاظ سے یقیناً خوش قسمت ہے کہ اُسے آپ جیسے محسن مل گئے ہیں اور مجھے یقین ہے کہ اگر میں زندہ رہا تو مجھے مدائن پہنچنے میں دیر نہیں لگے گی۔"

ماہ بانو نے سوال کیا۔ "آپ کو یہ بھی یقین ہے کہ مدائن کے راستے میں آپ کو جن لاشوں پر سے گزرنا پڑے گا، اُن میں زر بخت کی لاش شامل نہیں ہوگی۔"

حسان نے جواب دیا۔ "اگر اللہ کی بارگاہ میں میری دعائیں قبول ہو سکیں تو کسی دن زر بخت اور سہیل کا راستہ میرے راستے سے مختلف نہیں ہوگا۔"

ماہ بانو نے قدرے پُر اُمید ہو کر حسان کی طرف دیکھا اور کہا۔ "حسان میں تم سے ایک وعدہ لینا چاہتی ہوں۔ اگر مسلمانوں کی فتح کے متعلق تمہاری توقعات غلط ثابت ہوں، اگر شکست کھانے یا زخمی ہونے کے بعد تمہیں کسی جائے پناہ کی ضرورت پڑے تو تم ہمارے گھر کا راستہ نہیں بھولو گے؟"

"نہیں،" اُس نے جواب دیا۔ "مسلمانوں کی شکست میرے نزدیک اُن مقاصد کی شکست ہوگی جو مجھے اپنی زندگی سے زیادہ عزیز ہیں۔ اس لئے فتح یا شہادت کے سوا میرے لئے تیسرا کوئی راستہ نہ ہوگا۔ میں زخمی ہونے کے بعد میدان سے منہ پھیر کر تمہارے پاس نہیں آؤں گا بلکہ میرا رُخ دشمن کی صفوں کی طرف ہوگا اور جب تک میری ٹانگیں میرے جسم کا بوجھ اُٹھا سکیں گی یا میری رگوں سے خون کا آخری قطرہ بہہ نہیں جائے گا اور میرے دل کی دھڑکنیں خاموش نہیں ہو جائیں گی، میں آگے ہی بڑھتا رہوں گا اور جب میں گر پڑوں گا تو مجھے یہ اطمینان ہوگا کہ میں اپنا فرض ادا کر چکا ہوں اور وہ سرفروش جو میرے ساتھ آگے بڑھ رہے تھے، اپنے آپ کو نصرتِ خداوندی کے حق دار ثابت کر چکے ہیں۔ اگر میں زندہ رہا تو میں اس گھر کے مکینوں کو اپنے زخم دکھانے کے لئے نہیں بلکہ اسلام کی فتح کا مژدہ سنانے کے لئے آؤں گا۔ ماہ بانو! اگر میں اپنی آنکھوں سے مسلمانوں کا جاہ و جلال نہ دیکھتا تو مجھے کبھی یہ یقین نہ آتا کہ وہ ایران کے ساتھ لڑ سکتے ہیں۔ لیکن اب مجھے اُن کے متعلق کوئی بات ناقابلِ یقین محسوس نہیں ہوتی۔ اگر تم یہ سُن چکی

ہو کہ مسلمانوں کا نیا لشکر عراق کی سرحد پر پہنچ چکا ہے تو میں تمہاری معلومات میں کچھ اور اضافہ کر سکتا ہوں تم اگلے مہینے کا چاند نمودار ہونے سے پہلے اس لشکر کی فتوحات کے متعلق ناقابلِ یقین باتیں سنو گی اور تمہیں صرف اس بات کا افسوس ہو گا کہ تم نے اللہ کے اُن نیک بندوں کو اپنا دشمن سمجھ لیا تھا جنہوں نے انسانیت کو نئی عظمتوں سے آشنا کیا ہے۔"

حسان نے یہ کہہ کر گردن جھکالی اور فضا میں خاموشی طاری ہو گئی۔ چند ثانیے بعد اُس نے کہا۔ "اب مجھے اجازت دیجئے۔"

"آپ جا رہے ہیں؟"

"ہاں! مجھے دیر ہو رہی ہے۔"

ماہ بانو نے اپنے چہرے پر ایک مغموم مسکراہٹ لاتے ہوئے کہا۔ "کیا جانے کے لئے آپکو میری ضرورت ہے؟"

"نہیں لیکن مجھے اس اطمینان کی ضرورت ہے کہ آپ میرا انتظار کریں گی۔"

"آپکو معلوم ہے کہ جب آپ فتح کے نقارے بجاتے ہوئے آئیں گے تو میں اس گھر کا دروازہ بند نہیں کر سکونگی۔"

"میں تم سے یہ وعدہ کر سکتا ہوں کہ تمہاری اجازت کے بغیر میں تمہارے گھر کے دروازے میں قدم نہیں رکھوں گا۔"

"اور وہ جو تمہارے ساتھ آئینگے کیا وہ بھی کسی کے گھر میں داخل ہونے کے لئے میری اجازت کی ضرورت محسوس کریں گے؟"

"وہ جس بستی میں پاؤں رکھیں گے وہاں سے ظلم اور وحشت کی بھیانک تاریکیاں اپنا دامن سمیٹ لیں گی اور تم یہ دیکھو گی کہ انہیں اپنا دشمن سمجھنے والے اُن کے راستے میں آنکھیں بچھا رہے ہیں۔"

"حسان تمہاری باتیں میری سمجھ سے بالاتر ہیں مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں ایک خواب دیکھ رہی ہوں۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ عرب کے صحرا نشین کسریٰ کے پرچم سرنگوں کر دیں اور پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ذد بخت ایران کا سپاہی ہو اور میں ایران کے دشمنوں کے راستے میں آنکھیں بچھاؤں؟"

حسان نے جواب دیا۔ "جب عرب کے صحرا نشین مسلمانوں کے خلاف جنگ کر رہے تھے تو اسلام

کی فتوحات کا تصور اُنہیں بھی ایک خواب لگتا تھا۔ وہ اُن تاریکیوں سے آگے دیکھنے کے لئے تیار نہ تھے جو صدیوں سے عرب پر مسلط تھیں لیکن اب یہ خواب ایک حقیقت بن چکا ہے۔ اب وہ اسلام کا پرچم اُٹھانے والوں کے راستے میں آنکھیں ہی نہیں بچھاتے بلکہ اُس روشنی کو عرب کی سرحدوں سے آگے لے جانے کے لئے بے چین ہیں جس نے اُنہیں انسانیت کی بقا اور سلامتی کا راستہ دکھایا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ جب اہلِ عرب کی طرح ایران کے باشندے بھی اُسی روشنی میں آنکھیں کھولیں گے تو ماضی کی تاریکیاں اُنہیں بھی ایک بھیانک خواب محسوس ہوں گی۔ مجھ پر یقین کرو ماہ بانو! میں اپنی آنکھوں سے وہ روشنی دیکھ چکا ہوں۔"

ماہ بانو کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن زینے پر کسی کے پاؤں کی آہٹ سُنائی دی اور وہ مُڑ کر اس طرف دیکھنے لگے۔ کاؤس چھت پر نمودار ہُوا اور اُس نے کہا۔ "آپ کا گھوڑا تیار ہے۔ جلدی کیجئے اب صبح ہونے والی ہے۔"

"چلو!" حسان نے یہ کہہ کر ماہ بانو کی طرف دیکھا اور پھر جلدی سے آگے بڑھ کر کاؤس کے ساتھ نیچے اُترنے لگا۔

ماہ بانو چند ثانیے سکتے کے عالم میں کھڑی رہی اور پھر اُن کے پیچھے چل پڑی۔ اُنہوں نے خاموشی سے پہلا زینہ طے کیا۔ پھر کاؤس ایک کمرے سے چراغ اُٹھا لایا۔ تھوڑی دیر بعد وہ نچلی منزل کی اُس کوٹھڑی میں داخل ہوئے جس سے ایک خفیہ راستہ تہہ خانے اور سُرنگ کی طرف جاتا تھا۔

حسان نے مُڑ کر ماہ بانو کی طرف دیکھا اور کہا۔ "اب آپ آرام کریں۔"

ماہ بانو نے کچھ کہے بغیر اپنی گردن جھکالی۔ کاؤس تنگ راستے سے نیچے اُترنے لگا اور حسان اُس کے پیچھے ہو لیا۔ ماہ بانو کرب کی حالت میں اس کی طرف دیکھتی رہی۔ پھر وہ جلدی سے آگے بڑھی۔ رُکی اور بھرّائی ہوئی آواز میں بولی۔ "حسان!"

وہ رُک گیا۔ لیکن اُسے مُڑ کر دیکھنے کا حوصلہ نہ ہُوا۔

"حسان! ..... میں تمہارا انتظار کروں گی۔"

اُس نے ایک ثانیے کے لئے مُڑ کر دیکھا۔ اور پھر خدا حافظ کہہ کر اُس کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

باب ۱۱

ایک دن سہ پہر کے وقت ماہ بانو اور طبیب قباد کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ کاؤس کمرے میں داخل ہوا اور اُس نے کہا: "زربخت آ گئے ہیں۔"

قباد کے مرجھائے ہوئے چہرے پر اچانک زندگی کے آثار نمودار ہوئے اور وہ کروٹ بدل کر دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔ ماہ بانو کرسی سے اُٹھی اور بھاگتی ہوئی باہر نکل گئی۔ تھوڑی دیر بعد وہ اپنے بھائی کے ساتھ کمرے میں داخل ہوئی۔ زربخت زرہ بکتر میں ملبوس تھا اور اُس کے سر پر خود چمک رہا تھا۔ قباد نے بستر پر لیٹے لیٹے اپنے ہاتھ پھیلا دئے۔ زربخت نے جلدی سے اپنا خود اُتار کر کاؤس کے ہاتھوں میں تھما دیا اور بوڑھے باپ کے قریب بیٹھتے ہوئے اپنا سر اُس کے سینے پر رکھ دیا۔

"ابا جان! آپ کی طبیعت کیسی ہے؟"

قباد نے اُس کی پیشانی اور گالوں پر بوسے دیتے ہوئے کہا: "میں بالکل ٹھیک ہوں بیٹا!"

زربخت بستر سے اُٹھ کر کرسی پر بیٹھتے ہوئے طبیب کی طرف متوجہ ہوا: "میں آپ کا شکر گزار ہوں۔"

طبیب نے جواب دیا: "یہ میرا فرض تھا۔ مجھے صرف اس بات کا افسوس ہے کہ مجھے چند ماہ قبل یہاں پہنچنے کا حکم نہیں ملا، ورنہ انہیں اس قدر تکلیف نہ ہوتی۔"

قباد نے کہا: "مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم کسی مہم پر جا رہے ہو۔"

"ابا جان! مجھے افسوس ہے کہ میں زیادہ دیر یہاں نہیں ٹھہر سکوں گا۔ مسلمان حضیر کی طرف بڑھ رہے ہیں اور ہمارا لشکر آگے جا چکا ہے۔"

قباد اچانک اُٹھ کر بیٹھ گیا اور اُس نے کہا: "اگر تم دشمن کا سامنا کرنے جا رہے تھے تو تمہیں لشکر کا ساتھ چھوڑ کر اس طرف نہیں آنا چاہیئے تھا۔"

"ابا جان! آپ میری فکر نہ کریں میں شام سے پہلے اپنے ساتھیوں سے جا ملوں گا۔"

طبیب نے سوال کیا: "لیکن آپ تو مدائن میں تھے؟"

زربخت نے جواب دیا: "جی ہاں میں وہیں سے آ رہا ہوں۔ مجھے ایک ہزار سواروں کی کمان مل گئی ہے۔"

قباد نے پوچھا: "کیا مدائن سے صرف ایک ہزار سوار بھیجے گئے ہیں؟"

"نہیں، ابا جان! باقی لشکر ہمارے پیچھے آ رہا ہے۔ ہرمز کا حوصلہ قائم رکھنے کے لئے مجھے ہراول کے ساتھ یلغار کرنے کا حکم ملا تھا۔ مجھے یہ اُمید نہ تھی کہ مجھے اتنی جلدی کوئی اہم ذمہ داری سونپی جائے گی، لیکن فریبرز نے اس دفعہ بھی میری اعانت کی اور سپہ سالار اُن کی بات رد نہ کر سکے۔ فریبرز یہ کہتے تھے کہ میدانِ جنگ میں شہرت حاصل کرنے کے بعد تمہارے لئے ترقی کے راستے کھل جائیں گے۔"

قباد نے کہا: "جب میں نے تمہیں تعارفی خط دے کر فریبرز کے پاس بھیجا تھا تو میرے دل میں یہ خدشہ تھا کہ وہ مجھے بھول چکا ہوگا، لیکن وہ ایک اچھا دوست ہے۔ کاش کسی دن تم اُس کے احسانات کا بدلہ چکا سکو۔ دیکھو بیٹا اگر اُس نے تمہاری سفارش کی ہے تو تمہیں یہ ثابت کرنا ہے کہ تم اُس کی بلند ترین توقعات پر پورے اُترتے ہو۔"

زربخت نے جواب دیا: "ابا جان میں انہیں مایوس نہیں کروں گا، لیکن مجھے ایسا نظر آتا ہے کہ عراق کی جنگ مدائن کا لشکر پہنچنے سے پہلے ختم ہو جائے گی۔ دریا عبور کرنے کے بعد ہمیں یہ اطلاع ملی ہے کہ ہرمز نے بروقت پیشقدمی کر کے حضیر کے آس پاس اُن تمام مقامات پر قبضہ کر لیا ہے جہاں سے دشمن کی فوج پانی حاصل کر سکتی تھی۔ مجھے پہلے ہی اس بات کا یقین تھا کہ اگر ہرمز نے ذرا حوصلے سے کام لیا تو اٹھارہ ہزار مسلمان اُس کی فوج کے سامنے نہیں ٹھہر سکیں گے۔ اُس نے صرف اپنی اہمیت جتانے کے لئے شہنشاہ کو پریشان کیا ہے۔ ابا جان! اس مرتبہ میں اس بات کا پختہ ارادہ کر چکا ہوں کہ مدائن واپس جاتے ہوئے آپ کو اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔ اب خدا کرے آپ میری واپسی تک چلنے پھرنے کے قابل ہو جائیں۔"

طبیب نے کہا: "ابھی انہیں کئی دن آرام کرنے کی ضرورت ہے لیکن مجھے اُمید ہے کہ جب آپ فتح کے

بعد واپس آئیں گے تو آپ کو چند ہفتے گھر میں رہنے کی اجازت مل جائے گی۔ اگر ضرورت پڑی تو میں آپ کے سپہ سالار کو لکھوں گا اور مجھے یقین ہے کہ وہ میری درخواست رد نہیں کریں گے۔"

قباد نے دوبارہ تکیے پر سر رکھتے ہوئے پوچھا۔ "اُس لڑکے کا کیا حال ہے؟"

"سہیل بالکل ٹھیک ہے۔ وہ فوجی مکتب میں کافی مشہور ہو چکا ہے اور اُس کے اُستاد اُس کی ذہانت کی بہت تعریف کرتے ہیں۔ مکتب میں اُس کا کوئی ہم عمر تیغ زنی اور تیر اندازی میں اُس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ وہ اس مہم میں میرا ساتھ دینے پر مصر تھا اور اگر اُس کی عمر صرف تین سال زیادہ ہوتی تو میں یقیناً اُسے اپنے ساتھ لے آتا۔"

قباد نے کہا۔ "اُس کا بھائی یہاں آیا تھا۔"

"کب؟"

"کوئی دس دن قبل۔"

"اب وہ کہاں ہے؟"

"مجھے معلوم نہیں، میں دوا کھا کر سو گیا تھا، وہ مجھے مل بھی نہیں سکا۔"

"اگر وہ یہاں ہوتا تو میں اُسے فوج میں شامل کر لیتا اور اب شاید ہرمز بھی اُس کا حسب نسب پوچھنے کی ضرورت محسوس نہ کرتا۔ وہ اپنے بھائی کی تلاش میں مدائن گیا ہو گا۔"

ماہ بانو بولی۔ "نہیں وہ مدائن نہیں گیا۔"

"تو پھر وہ کہاں گیا ہے؟ تم اُس سے ملی تھیں؟"

"ہاں، ابا جان دوا کھا کر سو گئے تھے اور وہ تھوڑی دیر یہاں ٹھہر کر واپس چلا گیا تھا۔"

"یہ اُس کی بدقسمتی ہے، ورنہ ہرمز کو خوش کرنے کا یہ بہترین موقع تھا۔"

ماہ بانو حسان کے متعلق کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن اپنے بھائی کی طرف دیکھنے کے بعد اُسے زبان کھولنے کا حوصلہ نہ ہوا۔ ابھی تک اُس نے اپنے باپ کو بھی یہ نہیں بتایا تھا کہ حسان مسلمان ہو چکا ہے، وہ ہرمز کے دربار میں مسلمانوں کا ایلچی بن کر گیا تھا۔ ایران کے ساتھ اُس کے تمام رشتے ہمیشہ کے لئے ٹوٹ چکے ہیں۔ وہ اضطراب کی حالت میں

کبھی اپنے باپ، کبھی زربخت اور کبھی بوڑھے طبیب کی طرف دیکھ رہی تھی اور اُس کے سپنوں کی دنیا کے سارے اُفق مایوسی اور بے بسی کے اندھیروں میں گم ہو رہے تھے۔

زربخت اُٹھ کر کھڑا ہو گیا اور نوکر کے ہاتھ سے خود پکڑ کر اپنے سر پر رکھتے ہوئے بولا۔ "ابا جان! اب مجھے اجازت دیجئے۔"

قباد نے اپنا لرزتا ہوا ہاتھ اُس کی طرف بڑھا دیا اور نحیف آواز میں کہا۔ "جاؤ بیٹا، یہ تمہارا پہلا امتحان ہے اور میں تم سے یہ توقع رکھتا ہوں کہ تم مجھے ہرمز کے سامنے شرمسار نہیں کرو گے۔"

زربخت نے مصافحہ کرنے کے بعد جھک کر اُس کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور کہا۔ "ابا جان میں آپ کو ہرمز کے سامنے شرمسار کرنے کی بجائے مر جانا آسان سمجھتا ہوں۔"

قباد کی آنکھوں میں آنسو اُمڈ آئے۔ زربخت نے جلدی سے طبیب سے مصافحہ کیا اور مغموم نگاہوں سے ماہ بانو کی طرف دیکھنے لگا اور وہ اُٹھ کر سسکیاں لیتی ہوئی اُس سے لپٹ گئی۔

قباد نے قدرے تلخ ہو کر کہا۔ "بیٹی حوصلے سے کام لو اور اپنے بھائی کا وقت ضائع نہ کرو۔" وہ ایک طرف ہٹ گئی، لیکن جب زربخت دروازے کی طرف بڑھا تو اُس نے اُس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔ "بھائی جان! میں ڈیوڑھی تک آپ کے ساتھ چلوں گی۔"

تھوڑی دیر بعد وہ ڈیوڑھی کے قریب پہنچے، وہاں چند نوکر موجود تھے اور اُن میں سے ایک نے زربخت کے گھوڑے کی باگ پکڑ رکھی تھی۔ زربخت نے نوکر سے گھوڑے کی باگ پکڑ لی اور ماہ بانو سے مخاطب ہو کر کہا۔ "اب تم جاؤ اور ابا جان کو تسلی دینے کی کوشش کرو۔ اُن کی سب سے بڑی خواہش یہ تھی کہ ہرمز ہماری جانب آنکھ اُٹھا کر نہ دیکھ سکے اور مجھے یقین ہے کہ اس جنگ کے بعد میں ہرمز کو یقین دلا سکوں گا کہ اس علاقے میں ہمارے نوکر بھی عزت کے ساتھ زندگی بسر کرنے کا حق رکھتے ہیں اور اگر ہم پر کوئی زیادتی ہو تو ہماری آواز کسریٰ کے کانوں تک پہنچ سکتی ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ حسان یہاں آیا تھا اور تم نے اُسے روکنے کی کوشش نہیں، ورنہ میں اُسے اپنے ساتھ لے جاتا۔ پھر مسلمانوں کے خلاف جنگ میں حصہ لینے کے بعد اُسے ہرمز کی نگاہوں سے چھپنے کی ضرورت پیش نہ آتی۔ میں مدائن میں اُن لوگوں

سے مل چکا ہوں جو رومیوں کے خلاف جاماذوبہ کے دوش بدوش لڑ چکے ہیں اور میں نے اُن میں سے اکثر کو یہ کہتے سُنا ہے کہ ایک عرب نوجوان جو ہر وقت جاماذوبہ کے ساتھ رہتا تھا، تیروں کی بارش میں کھڑا مسکراتا تھا۔ مجھے افسوس ہے کہ حسان نے ہرمز اور ایران کی حکومت کو خوش کرنے کا بہترین موقع کھو دیا ہے۔

کاش تم اُسے روک لیتیں، مجھے یقین ہے کہ اگر وہ اس وقت یہاں ہوتا تو ایک ثانیہ توقف کے بغیر میرے ساتھ چل پڑتا۔"

"نہیں بھائی جان، وہ آپ کا ساتھ دینے کی بجائے آپ کا راستہ روک کر کھڑا ہو جاتا۔"

"کون حسان؟"

"ہاں اور مجھے یقین ہے کہ اُس کی باتیں سُننے کے بعد شاید آپ مسلمانوں کے خلاف جنگ کے نتائج کے متعلق اس قدر پُرامید نہ ہوتے۔"

زربخت نے جواب دیا۔ "اگر وہ مجھے مسلمانوں کی قوت سے مرعوب کرنے کی کوشش کرتا تو میں اُس کی زبان نوچ لیتا۔ وہ بحرین گیا تھا اور میرا خیال ہے وہاں اُسے اُن مٹھی بھر مسلمانوں کی کارگزاری کی اطلاعات نے متاثر کیا ہوگا جو ہماری سرحدوں پر حملے کیا کرتے تھے لیکن اگر وہ ہمیں مرعوب کرنے یا بزدلی کا راستہ دکھانے آیا تھا اور تم نے اطمینان سے اُس کی باتیں سُنی ہیں تو اچھا نہیں کیا۔"

"بھائی جان! وہ آپ کا دشمن نہیں تھا۔ میں اُس کی باتوں سے اتنا ضرور سمجھ سکتی ہوں کہ عرب اور ایران کی جنگ کے متعلق اُس کے خیالات، خواہ کچھ ہوں وہ یہ گوارا نہیں کرے گا کہ جہاندار کے بھائی کو ایک ہلکی سی خراش بھی آجائے۔"

"مجھے اُس کی ہمدردی کی ضرورت نہیں اور میں حیران ہوں کہ مُسلمانوں کا طرفدار بن کر اُسے ہمارے گھر میں قدم رکھنے کی جرأت کیسے ہوئی؟"

ماہ بانو نے جواب دیا۔ "بھائی جان! شاید آپ کو اس بات کا علم نہیں کہ وہ ایک غیر معمولی جرأت کا مظاہرہ کرنے کے بعد یہاں آیا تھا۔ آپ نے سُنا ہے کہ مُسلمانوں کے سپہ سالار کا ایک ایلچی ہرمز کے پاس پہنچا تھا اور اُس نے بھرے دربار میں اُسے مرعوب کرنے کی کوشش کی تھی؟"

"میں اُس ایلچی کے متعلق سُن چکا ہوں اور میرا خیال ہے کہ وہ زندگی سے بیزار ہو کر ہرمز کے پاس پہنچا تھا اور ہرمز نے اپنی زندگی میں پہلی بار ایک بیوقوف آدمی کے خون سے اپنا ہاتھ رنگنا پسند نہیں کیا تھا لیکن حسان کا اس بات سے کیا تعلق ہے؟"

ماہ بانو نے جواب دیا۔ "بھائی جان! وہ بیوقوف ایلچی، حسان کے سوا اور کوئی نہ تھا۔"

زربخت کچھ دیر سکتے کے عالم میں ماہ بانو کی طرف دیکھتا رہا۔ بالآخر اُس نے کہا۔ "تم نے ابا جان کو یہ بتایا تھا کہ وہ مُسلمانوں کے لشکر میں شامل ہو چکا ہے؟"

"نہیں، مجھے ڈر تھا کہ اُنہیں اس بات کا صدمہ ہوگا۔ میں نے اُنہیں صرف یہ بتایا تھا کہ وہ سہیل کا پتہ کرنے کے لئے یہاں پہنچا تھا۔"

"کاش تم مجھے بھی ان باتوں سے بے خبر رکھتیں۔ اب مجھے دیر ہو رہی ہے۔" زربخت یہ کہہ کر گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ ماہ بانو نے جلدی سے آگے بڑھ کر گھوڑے کی باگ پکڑ لی اور آبدیدہ ہو کر بولی: "ٹھہریے بھائی جان!"

زربخت کچھ دیر اضطراب کے عالم میں اُس کی طرف دیکھتا رہا، پھر اُس نے کہا۔ "بولو! تم کیا کہنا چاہتی ہو؟"

"کچھ نہیں بھائی جان کچھ نہیں" ماہ بانو نے یہ کہہ کر گھوڑے کی باگ چھوڑ دی اور اس کے ساتھ ہی اُس کی آنکھوں سے آنسو پھوٹ نکلے۔



طلوعِ سحر کے ساتھ حفیر کے میدان میں اسلام اور مجوسیت کے علمبردار ایک دوسرے کے سامنے کھڑے تھے۔ خالد بن ولید کے لشکر کی تعداد صرف اٹھارہ ہزار تھی اور اُس کے مقابلے میں ہرمز کی فوج ڈھائی گنا زیادہ تھی۔ ایک طرف ظاہری اسباب کی فراوانی، دوسری طرف اللہ کی نصرت پر بھروسا۔ مدائن سے آنے والی فوج کا ہراول ہرمز کے لشکر میں شامل ہو چکا تھا اور اُسے یہ اطلاع مل چکی تھی کہ بیس ہزار مزید سپاہی اُس کی مدد کے لئے روانہ ہو چکے ہیں لیکن اُس نے خالد بن ولید کے لشکر کی تعداد معلوم کرنے کے بعد پیشقدمی کر دی اور حفیر کے علاقے میں پانی کے تمام چشموں پر قبضہ کر لیا۔ اُس کے سپاہی بہترین ہتھیاروں

سے مسلح تھے اور اُن کے جوش و خروش کا یہ عالم تھا کہ بارہ سو ایرانی آہنی زنجیروں کے ساتھ ایک دوسرے کے ساتھ منسلک ہو کر آئے تھے۔ ہرمز جس دیو ہیکر ہاتھی پر سوار ہو کر میدان میں اُترا تھا وہ سونے اور چاندی کی زنجیروں سے آراستہ تھا اور اُس کے گلے میں ایک بہت بڑی گھنٹی لٹک رہی تھی۔

جب دونوں افواج کی اگلی صفوں کے درمیان کوئی دو سو گز کا فاصلہ رہ گیا تو ایرانی لشکر سے ایک تیز رفتار سوار نمودار ہُوا اور اُس نے اپنے دونوں ہاتھ اُٹھا کر بلند آواز میں کہا۔ "میں خالد بن ولید سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

خالد بن ولید اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا کر آگے بڑھا اور اُس نے کہا۔ "میں خالد ہوں۔"

سوار نے کہا۔ "میرے آقا تمہیں مقابلے کی دعوت دیتے ہیں۔"

"میں تیار ہوں۔"

سوار واپس چلا گیا۔ خالد آگے بڑھا اور میدان کے درمیان گھوڑا روک کر ہرمز کا انتظار کرنے لگا۔ اچانک قعقاع بن عمر جو مسلمانوں کے لشکر کے بائیں بازو کی کمان کر رہا تھا، اپنا گھوڑا بھگاتا ہُوا خالد بن ولید کے قریب پہنچا اور اُس نے کہا۔ "ہرمز جیسا ظالم اور مغرور آدمی بہادر نہیں ہو سکتا۔ مجھے یقین ہے کہ یہ کوئی سازش ہے۔ اس لئے آپ محتاط رہیں۔"

خالد بن ولید نے اطمینان سے جواب دیا۔ "مجھے معلوم ہے، تم واپس جاؤ اور میری فکر نہ کرو۔"

قعقاع واپس چلا گیا۔ پھر ایرانی لشکر سے ہرمز کا ہاتھی نمودار ہُوا۔ لیکن خالد سے پچاس قدم دور وہ رُک گیا۔ اس کے بعد اُس نے اپنی بیش قیمت قبا اُتار کر عماری میں رکھ دی اور ہاتھی سے کود پڑا۔ دھوپ میں اُس کا بکتر چمک رہا تھا اور دیکھنے والوں کے یہ شبہات دُور ہو چکے تھے کہ وہ محض لاف زنی سے کام لے رہا ہے۔ لیکن قعقاع بن عمر کی عقابی نگاہیں ہرمز کی بجائے ایرانی سپاہ کی حرکات و سکنات کا جائزہ لے رہی تھیں۔ ہرمز تلوار سونت کر آگے بڑھا۔ خالد بن ولید نے اپنے گھوڑے سے چھلانگ لگائی اور نیزہ زمین میں گاڑ دیا۔ پھر تلوار نکالی اور اطمینان سے ہرمز کی طرف چل پڑا جب اُن کے درمیان بیس قدم کا فاصلہ رہ گیا تو ہرمز نے مڑ کر اپنے لشکر کی طرف دیکھا۔ اس کے بعد خالد کی طرف چند قدم

اُٹھانے کے بعد اچانک رُک گیا۔ خالد بن ولید اُس کی نسبت اپنے لشکر سے زیادہ دُور آ چکے تھے۔ تاہم اُنہوں نے رُکنا گوارا نہ کیا۔ پھر جب اُن کی تلواریں آپس میں ٹکرانے والی تھیں، ایرانی سواروں کا ایک دستہ پوری رفتار سے آگے بڑھا اور ہرمز خالدؓ کا مقابلہ کرنے کی بجائے پیچھے ہٹنے لگا۔ اس کے ساتھ ہی قعقاع بن عمر نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا دی اور اُس کے پیچھے چند جانباز جنہیں اُس نے پہلے سے خبردار کر رکھا تھا، میدان میں نکل آئے۔ ہرمز کو یہ یقین تھا کہ خالدؓ اپنے ساتھیوں کی نسبت ایرانی سواروں کو زیادہ قریب دیکھ کر بھاگنے کی ناکام کوشش میں مارا جائے گا اور مسلمان بددل ہو کر میدان سے بھاگ نکلیں گے لیکن خالد بن ولید کی جنگی بصیرت کے سامنے اُس کی سازش بچوں کے کھیل سے زیادہ نہ تھی۔ اسلام کے شیر نے میدان میں قدم رکھتے ہی وہ تمام راستے دیکھ لئے تھے جہاں اللہ کی نصرت اُس کا انتظار کر رہی تھی۔ اُس نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا اور آنکھ جھپکنے میں ہرمز کے سر پر جا پہنچا۔ ہرمز نے بھاگنے کی کوشش کی لیکن خوف نے اُس کے پاؤں جکڑ لئے۔ اللہ کے سپاہی کی تلوار بلند ہوئی اور آنکھ جھپکنے میں ہرمز کی لاش خاک و خون میں تڑپ رہی تھی۔ پھر اچانک ایک سوار نے جو سب سے آگے تھا خالدؓ پر حملہ کر دیا لیکن خالد کی تلوار اُس کے نیزے سے ٹکرائی اور نیزے کا اگلا حصہ کٹ کر چند قدم دُور جا گرا۔ باقی سوار ایک ثانیے کے لئے ٹھٹک کر رہ گئے پھر اُنہوں نے خالد بن ولید کے گرد گھیرا ڈالنے کی کوشش کی لیکن اتنی دیر میں قعقاع اور اُس کے ساتھی پہنچ گئے اور اُنہوں نے ایک ہی حملے میں آٹھ دس آدمی کو ڈھیر کر دیا۔ ایک تمیمی نوجوان نے خالد کے قریب پہنچ کر اپنا گھوڑا پیش کیا اور تلوار سے ہرمز کا سر کاٹ کر نیزے پر چڑھا لیا۔

اتنی دیر میں ایران کی پوری فوج حرکت میں آ چکی تھی اور لشکرِ اسلام کا سپہ سالار گھوڑے پر سوار ہو کر کبھی قلبِ لشکر اور کبھی میمنہ اور میسرہ کے سالاروں کو ہدایات دے رہا تھا۔ ایرانی سوار پے در پے مسلمانوں کے قلب پر حملے کر رہے تھے۔ اُن کا ایک دستہ تیروں کی بارش میں بھاری نقصان اُٹھانے کے بعد واپس مڑتا اور اُس کی جگہ دوسرا دستہ آگے آ جاتا۔ پھر جب مسلمانوں کی اگلی صفوں پر ایرانی سواروں کا دباؤ زیادہ ہونے لگتا تو دائیں اور بائیں بازو کے عرب شہسواروں کے تند و تیز حملے اُنہیں پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیتے۔ ہرمز کی موت کے باوجود ایرانی سردار اپنے لشکر کی تعداد کے بل بوتے پر فتح کے متعلق پُر اُمید تھے اور وہ شدید نقصانات اُٹھانے کے باوجود

آگے بڑھ بڑھ کر حملے کر رہے تھے۔ تقریباً ایک ساعت مسلمان صرف اپنی مدافعت پر اکتفا کرتے رہے۔ پھر جب فریقین کی پیادہ افواج ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہو چکی تھیں اور ایرانیوں کے دباؤ کے باعث مسلمانوں کے قلب کی اگلی صفیں بتدریج پیچھے ہٹ رہی تھیں تو قعقاع کی قیادت میں بائیں بازو کے سوار دشمن پر ٹوٹ پڑے اور انہیں بھیڑ بکریوں کی طرح ہانکتے ہوئے قلب لشکر تک جا پہنچے۔ یہ مسلمانوں کا پہلا جوابی حملہ تھا۔ اور دشمن چند لمحات کے اندر اندر ایک غیر متوقع صورتِ حال کا سامنا کر رہا تھا۔

ایرانی سراسیمگی کی حالت میں پیچھے ہٹنے لگے تو خالد بن ولید نے قلب کے دستوں کو آگے بڑھنے کا حکم دیا اور انہوں نے دشمن کی صفوں میں قیامت مچا دی۔ یہ صورتِ حال دیکھ کر ایرانی لشکر کے محفوظ دستے بھی میدان میں کود پڑے۔ پھر تھوڑی دیر بعد دائیں جانب سے گرد و غبار کے بادل اُٹھے اور مثنیٰ بن حارثہ پانچ ہزار تازہ دم سواروں کے ساتھ میدان کے گرد نصف چکر کاٹنے کے بعد دشمن کے عقب میں پہنچ گیا۔ اب جنگ کا پانسہ پلٹ چکا تھا اور وہ جو صرف فتح کی اُمید پر لڑ سکتے تھے اُن کی شکست کے ظاہری اسباب مکمل ہو چکے تھے اور وہ جو اللہ کی راہ میں شہادت کے طلبگار تھے، انہیں فتح سے نوازا جا رہا تھا۔ غروبِ آفتاب کے وقت ایرانی میدان میں لاشوں کے انبار چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ مسلمانوں نے اُن کا پیچھا کیا اور رات کی تاریکی میں دریائے فرات کے پُل تک اُنہیں قتل کرتے چلے گئے۔ خالد بن ولید نے فوج کے چند دستے شہیدوں کی تجہیز و تکفین اور دشمن کے کیمپ سے مالِ غنیمت جمع کرنے کے لئے واپس بھیج دئے اور مثنیٰ بن حارثہ کو دشمن کا تعاقب جاری رکھنے کا حکم دیا۔



ماہ بانو رات کے پچھلے پہر گہری نیند سے بیدار ہوئی۔ خادمہ چراغ اُٹھائے اُس کے بستر کے قریب کھڑی تھی اور اُس کی آنکھوں میں آنسو چھلک رہے تھے۔

"کیا ہوا؟" اُس نے جلدی سے اُٹھ کر سوال کیا۔ "ابا جان کی طبیعت کیسی ہے؟"

"وہ ٹھیک ہیں، لیکن تمہارا بھائی ...."

"میرے بھائی کو کیا ہوا؟"

"وہ واپس آگیا ہے، وہ زخمی ہے۔"

"وہ کب آیا۔ وہ کہاں ہے؟"

"وہ ابھی پہنچا ہے اور طبیب آقا کے کمرے میں اُس کی مرہم پٹی کر رہا ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ طبیب یہاں موجود تھا۔ وہ کہتا ہے کہ زخم زیادہ خطرناک نہیں۔"

ماہ بانو ننگے پاؤں بھاگتی ہوئی اپنے باپ کے کمرے میں داخل ہوئی۔ زر بخت قباد کے بستر کے قریب قالین پر لیٹا ہوا تھا اور طبیب اُس کی پیشانی کے زخم پر پٹی باندھ رہا تھا۔ قباد گاؤ تکیے کے سہارے بستر پر بیٹھا اُس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ ماہ بانو اپنے آنسو پونچھتے ہوئے زر بخت کے قریب بیٹھ گئی۔

زر بخت نے اپنے چہرے پر مسکراہٹ لانے کی کوشش کرتے ہوئے طبیب سے مخاطب ہو کر کہا۔ "آپ میری بہن کو تسلی دیں، اسے میری باتوں پر یقین نہیں آئے گا۔"

طبیب نے مڑ کر ماہ بانو کی طرف دیکھا اور کہا۔ "بیٹی! تمہارا بھائی بالکل ٹھیک ہے۔ یہ زخم بہت جلد مندمل ہو جائیں گے۔"

ماہ بانو نے زر بخت کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ہونٹوں سے لگا لیا۔

طبیب پٹی کو آخری گرہ دینے کے بعد قباد کی طرف متوجہ ہوا۔ "آپ لیٹ جائیں، مجھے زر بخت سے زیادہ آپ کی فکر ہے۔"

قباد نے کہا۔ "آپ کو یقین ہے کہ اس کا زخم داغنے کی ضرورت نہیں۔"

"مجھے یقین ہے، آپ آرام سے لیٹ جائیں۔"

"اس وقت میں بیٹھنے میں زیادہ آرام محسوس کرتا ہوں۔"

زر بخت نے اُٹھ کر کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "ابا جان! آپ میری فکر نہ کریں، مجھے تھکاوٹ کی وجہ سے چکر آ گیا تھا۔ اب میں آپ کے ہر سوال کا جواب دے سکتا ہوں۔ کاؤس! تم کیا دیکھ رہے ہو، جاؤ میرے لئے کھانا تیار کرو۔"

"نہیں، تم یہیں رہو۔"

کاؤس باہر نکل گیا۔ ماہ بانو قباد کے پاؤں کی طرف بیٹھ گئی اور طبیب دوسری کرسی پر بیٹھ گیا۔

قباد نے کہا: "مجھے معلوم تھا کہ ہرمز جیسے خبیث انسان کے نصیب میں فتح نہیں ہو سکتی لیکن میں جنگ کے پُورے حالات سُننا چاہتا ہوں"۔

"ابا جان! مجھے اب بھی یقین نہیں آتا کہ ہمیں شکست ہو چکی ہے۔ وہ بیس ہزار سے بھی کم تھے اور ہم چالیس ہزار سے زیادہ تھے۔ بعض سرداروں کا خیال تھا کہ ہمیں مدائن سے آنے والے لشکر کا انتظار کرنا چاہیئے لیکن ہرمز کو یقین تھا کہ وہ ایک ساعت کے اندر اندر دشمن کو تہس نہس کر دے گا اور میں اُس سے متفق تھا۔ باقاعدہ جنگ شروع کرنے سے پہلے اُس نے خالد بن ولید کو اپنے ساتھ قوت آزمائی کی دعوت دی تھی تو مجھے حیرت ہوئی تھی۔ تاہم مجھے اس بات کی خوشی تھی کہ وہ ایک بہادر آدمی ہے، لیکن یہ ایک فریب تھا اور مجھے اس فریب کا اُس وقت پتہ چلا جب اُس کے آدمی خالدؓ پر حملہ کر چکے تھے۔ اب میں ان واقعات کا جائزہ لیتا ہوں تو مجھے ایسا محسُوس ہوتا ہے کہ مسلمانوں کا سپہ سالار ہرمز کے ارادوں سے پُوری طرح باخبر تھا۔ اگر وہ خوفزدہ ہو کر پیچھے ہٹنے کی کوشش کرتا تو یقیناً مارا جاتا لیکن اُس نے آگے بڑھ کر ہرمز کو قتل کر دیا اور وہ سوار جو اُسے قتل کرنے کی نیت سے میدان میں آئے تھے، اُس کا بال تک بیکا نہ کر سکے۔ پھر خالد کے مددگار پہنچ گئے اور اس کے بعد ہم چاروں اطراف سے قیامت کا سامنا کر رہے تھے۔ ابا جان! مجھے ایسا محسُوس ہوتا تھا کہ قدرت کے کسی معجزے نے اُن کی تعداد میں بھی اضافہ کر دیا۔ اُن کے ہتھیار ہمارے مقابلے میں گھٹیا تھے اور اُن کی اکثریت خود اور زرہ کے بغیر لڑ رہی تھی لیکن ہماری ہر چال اور ہر تدبیر غلط ثابت ہوئی اور اُن کی ہر تدبیر دُرست نکلی۔ اُن میں سے اکثر ایسے تھے جو شاید زندگی میں پہلی بار ایک منظم اور تربیت یافتہ لشکر کا سامنا کر رہے تھے لیکن ہمیں ایسا محسُوس ہوتا تھا کہ اُن کی ساری عمر جنگ کے میدانوں میں گزُری ہے۔ ہم غصے میں بھرے تھے۔ ہم میں جوش تھا۔ ہم نعرے لگاتے تھے اور ہم اُن کے بوسیدہ لباس کا مذاق اُڑاتے تھے لیکن اُن کے چہروں پر سکون اور اطمینان تھا۔ یُوں لگتا تھا کہ اُن کے سپہ سالار سے لے کر معمولی سپاہی تک ایک ہی ذہن سے سوچتے ہیں پھر جب ہم شکست کھا کر بھاگ رہے تھے تو ہم نے یہ دیکھا کہ رات کے وقت بھی ہمارا کوئی راستہ اُن کی نگاہوں سے پوشیدہ نہیں تھا۔ ہم نے فرات کا پُل عبور کرنے کے بعد

اطمینان کا سانس بھی نہیں لیا تھا کہ پیچھے سے اُن کے گھوڑوں کی ٹاپ سُنائی دے رہی تھی۔ پھر ہم رات بھر سفر کرنے کے بعد جب ایک نہر کے کنارے سرسبز نخلستانوں پر پڑاؤ ڈال رہے تھے تو ہمیں یقین تھا کہ ہم کئی پہر آرام کی نیند سو سکیں گے۔ لیکن طلوعِ سحر کے ساتھ ہم پھر ایک بار اُن کا سامنا کر رہے تھے۔ اگر دوپہر کے وقت ہم مدائن سے آنے والی فوج کا پڑاؤ نہ دیکھتے تو یہ لوگ شاید دجلہ کے ساحل تک ہمارا پیچھا کرتے، لیکن ابا جان ہم نے ایک لڑائی میں شکست کھائی ہے، جنگ نہیں ہاری۔ ہماری بدقسمتی یہ تھی کہ ہرمز مردِ میدان نہیں تھا لیکن اب دشمن کو ہمارے اُن نامور سالاروں سے واسطہ پڑے گا جو جنگ کا تجربہ رکھتے ہیں"۔

طبیب نے سوال کیا: "آپ کے خیال میں مُسلمانوں کی پیشقدمی رُک گئی ہے یا وہ آگے بڑھنے کی کوشش کریں گے؟ جس لشکر نے ہمارا تعاقب کیا تھا وہ مدائن کے لشکر کو دیکھنے کے بعد واپس چلا گیا تھا لیکن میرا خیال ہے کہ ہمارے ساتھ اُن کی فیصلہ کُن جنگ ناگزیر ہے۔ اس فتح کے بعد یہ لوگ آسانی سے واپس جانا پسند نہیں کریں گے"۔

قباد نے کہا: "مجھے ہرمز سے کسی بہتر کارگزاری کی توقع نہ تھی۔ ایک بزدل آدمی کی قیادت میں شیروں کا لشکر بھی بھیڑوں کا ریوڑ ثابت ہوتا ہے۔ اگر وہ مُسلمانوں کے سپہ سالار کو دھوکا دینے میں کامیاب ہو جاتا تو بھی جنگ کا نتیجہ اس سے مختلف نہ ہوتا۔ اب ہمارا مقابلہ اُن قبائل کے ساتھ نہیں جو ایک دُوسرے کے خون کے پیاسے تھے بلکہ اُن انسانوں کے ساتھ ہے جنہیں ایک نئے دین نے متحد اور منظم کر دیا ہے"۔

"ابا جان! ہم اس جنگ سے سبق سیکھ چکے ہیں۔ ہماری شکست کی بڑی وجہ یہ تھی کہ ہرمز کو جنگ کا کوئی تجربہ نہ تھا اور اُس نے مدائن کے لشکر کا انتظار کئے بغیر اس اُمید پر جنگ شروع کر دی تھی کہ وہ خالد کو فریب دے کر قتل کر دے گا اور اُس کا لشکر بد دل ہو کر پسپا ہو جائے گا۔ لیکن اُس کی یہ چال کامیاب نہ ہوئی۔ ہرمز کی ہلاکت کے بعد ہم نے دشمن پر پے در پے حملے کئے لیکن ہماری راہنمائی کے لئے کوئی ایسا تجربہ کار جرنیل موجود نہ تھا جس کا عزم اور حوصلہ پوری فوج کا یقین اور اعتماد بحال کر سکتا اور جس کا حکم ہر سالار اور سپاہی کے لئے یکساں اہمیت رکھتا۔ ہماری شجاعت انفرادی تھی اور انفرادی شجاعت اُس لشکر کی اجتماعی قوت کا جواب نہیں ہو سکتی تھی جس کے سپاہی اور سالار ایک ہی وجُود کے اعضا معلوم ہوتے تھے لیکن آئندہ جنگ میں دشمن کو ہم

فوج کا سامنا کرنا پڑے گا جس کے بیشتر سپاہی اور سردار روم اور ایران کی جنگوں میں حصہ لے چکے ہیں آپ قارن کو جانتے ہیں۔ وہ دو دن کے اندر اندر مدائن کے لشکر کے ساتھ مذار پہنچ جائے گا اور حیرہ کے شکست خوردہ دستے اُس کے ساتھ شامل ہو جائیں گے۔ قارن جس قدر بہادر ہے اُسی قدر محتاط ہے۔ اُس نے کسریٰ سے مزید افواج کی درخواست کی ہے اور مجھے یقین ہے کہ چند دن تک اُس کے پاس اتنی فوج جمع ہو جائے گی کہ مسلمان لڑنے کی بجائے بھاگنے میں خیریت سمجھیں گے۔"

قباد نے پُوچھا "تم قارن سے مل کر آئے ہو؟"

"جی ہاں! میں عرض کر چکا ہوں کہ جنگ کے بعد مدائن کے لشکر کے پڑاؤ تک دشمن نے ہمارا پیچھا کیا تھا۔"

"میں یہ پُوچھنا چاہتا ہوں کہ تم نے گھر آنے کے لئے اُس کی اجازت حاصل کر لی تھی؟"

"جی اُنہوں نے مجھے دیکھتے ہی گھر پہنچنے کا حکم دیا تھا۔ میں نے بہت کہا کہ میرا زخم معمولی ہے لیکن وہ مجھے گھر بھیجنے پر مُصر تھے۔ وہ یہ کہتے تھے کہ ہم آج ہی مذار کی طرف روانہ ہو جائیں گے اور وہاں پڑاؤ ڈال کر مدائن سے مزید لشکر کا انتظار کریں گے۔ اس عرصہ میں تم تندرست ہو کر واپس آسکو گے۔ اُنہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ ہم فیصلہ کُن جنگ کی تیاری کے بغیر دشمن کے ساتھ اُلجھنا پسند نہیں کریں گے۔ تم کم از کم ایک ہفتہ گھر میں آرام کر سکتے ہو۔ سردست مجھے صرف تندرست آدمیوں کی ضرورت ہے۔ ابا جان! آپ کے دل میں یہ خیال نہیں آنا چاہیے تھا کہ حیرہ کی شکست نے مجھے بُزدل بنا دیا ہے۔ قارن نے دوسرے زخمیوں کو بھی اپنے پڑاؤ میں ٹھہرنے کی اجازت نہیں دی۔ جن زخمیوں کے گھر دُور تھے وہ آس پاس کے شہروں میں چلے گئے ہیں۔"

قباد نے طبیب کی طرف متوجہ ہو کر کہا: "اب مجھ سے زیادہ ایران کی فوج کو آپ کی ضرورت ہے۔ آپ ایک بیکار بوڑھے کی بجائے سینکڑوں کارآمد جوانوں کی جان بچا سکتے ہیں۔ اس لئے میری یہ خواہش ہے کہ آپ مذار پہنچ جائیں۔ میں باقاعدگی کے ساتھ آپ کی دوا استعمال کرتا رہوں گا۔"

طبیب نے جواب دیا۔ "میرے فرائض کا تقاضا یہی ہے کہ میں کسی تاخیر کے بغیر یہاں سے روانہ ہو جاؤں۔ اگر مسلمانوں نے مذار کی طرف پیشقدمی کی تو حیرہ کی افواج کو بھی میدان میں آنا پڑے گا۔ ان حالات میں میری غیر حاضری کو ایک جرم سمجھا جائے گا۔ میں پہلے حیرہ کے والی کے پاس جاؤں گا اور اُس کے بعد یہ

دیکھوں گا کہ میری خدمات کی کس جگہ زیادہ ضرورت ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں علی الصبح روانہ ہو جاؤں۔"

قباد نے کہا: "میں آپ کو اجازت دے چکا ہوں، اب آپ آرام کریں۔"

طبیب اُٹھا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

زرنجت تھوڑی دیر قباد اور ماہ بانو سے باتیں کرتا رہا۔ پھر خادمہ کھانا لے آئی۔ زرنجت نے جلدی جلدی کھانا کھانے اور پانی کے چند گھونٹ پینے کے بعد قباد سے اجازت لی اور اُٹھ کر دوسرے کمرے میں چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد جب وہ بستر پر دراز ہوا تو ماہ بانو دبے پاؤں کمرے میں داخل ہوئی اور اُس نے کہا: "میرا خیال تھا کہ آپ سو گئے ہوں گے۔ میں چراغ بُجھانے آئی تھی لیکن آپ نے لباس بھی تبدیل نہیں کیا۔ میں آپ کو نئے کپڑے نکال دیتی ہوں۔"

ماہ بانو نے آگے بڑھ کر ایک صندوق کا ڈھکنا اُٹھایا لیکن زرنجت نے کہا: "نہیں اب مجھ میں لباس تبدیل کرنے کی ہمت نہیں۔ میرا سر نیند سے پھٹ رہا ہے تم بھی آرام کرو۔ لیکن ٹھہرو! میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ بیٹھ جاؤ!"

ماہ بانو اُس کے قریب بیٹھ گئی۔ زرنجت نے قدرے توقف کے بعد کہا: "میں نے حسان کو دیکھا۔ اُس نے میری نگاہوں کے سامنے ہمارے تین آدمی گرا دیے تھے۔ وہ میرے نیزے کی زد میں آچکا تھا اگر میں اچانک زخمی نہ ہو جاتا تو تمہیں یہ خبر سُناتا کہ میرا نیزہ اُس کے خون میں ڈوب چکا ہے۔"

ماہ بانو کے چہرے پر زردی چھا گئی۔

زرنجت نے تھوڑی دیر توقف کے بعد کہا: "میں نے اُسے تین بار دیکھا تھا اور مجھے یقین ہے کہ میں نے اُسے پہچاننے میں غلطی نہیں کی لیکن اُس نے مجھے نہیں پہچانا۔ دوسری مرتبہ وہ اُن سواروں کے ساتھ تھا جنہوں نے اچانک ہمارے عقب میں پہنچ کر تباہی مچا دی تھی۔ وہ جس طرف رُخ کرتا تھا، ہماری صفوں میں بھگدڑ مچ جاتی تھی وہ ہر آن موت کے دروازے پر دستک دے رہا تھا اور مجھے ایسا محسوس ہوتا تھا۔ اُس کا زندہ رہنا ایک معجزہ ہے۔ اگر کوئی ایرانی اس قدر دیوانگی کے ساتھ لڑتا تو میں اُس کی رکاب کو بوسہ دیتے ہوئے بھی فخر محسوس کرتا۔ پھر جنگ کے بعد بھی وہ ہمارا تعاقب کرنے والوں کی اگلی صف میں تھا۔"

ماہ بانو نے آبدیدہ ہو کر کہا۔ "بھائی جان! میں یہاں اُس کے متعلق پوچھنے کے لئے نہیں آئی تھی۔"

زربخت نے کہا۔ "میں تمہیں صرف یہ بتانا چاہتا تھا کہ ایران کے ساتھ عربوں کی جنگ شروع ہو چکی ہے اور حسان جسے میں اپنا بھائی سمجھتا تھا ایک عرب کے سوا کچھ نہیں۔ میری بات غور سے سنو، اگر میں زخمی نہ ہوتا تو بھی تھوڑی دیر کے لئے یہاں ضرور آتا۔ میں ابا جان کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ دشمن کی فوج ہم سے زیادہ دُور نہیں اگر آئندہ جنگ میں ہم انہیں شکست نہ دے سکے تو اس علاقے کو ناقابلِ بیان خطرات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ میں ابا جان کو تمہارے ساتھ مدائن جانے کے لئے آمادہ کرنا چاہتا ہوں، لیکن مجھے ڈر ہے کہ وہ مجھ سے خفا ہو جائیں گے۔ موجودہ حالات میں انہیں یہاں رہنے کے خطرات سے آگاہ کرنے کے لئے مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہے۔ میں یہ چاہتا ہوں تم اُن کے ساتھ کسی تاخیر کے بغیر مدائن چلی جاؤ۔ تم وعدہ کرو کہ جب میں اُن کے ساتھ بات کروں تو تم میری حمایت کرو گی۔"

ماہ بانو نے جواب دیا۔ "میں وعدہ کرتی ہوں لیکن مجھے ڈر ہے کہ ابا جان موجودہ حالت میں مدائن کی طرف بھاگنا گوارا نہیں کریں گے اور اگر ہم انہیں کسی طرح آمادہ کر بھی لیں تو بھی اُن کی صحت ایسی نہیں کہ مدائن کا سفر کر سکیں۔ طبیب نے انہیں چلنے پھرنے سے منع کر رکھا ہے۔ آج صرف وہ آپ کی وجہ سے اُٹھ کر بیٹھ گئے تھے، ورنہ اُن کی حالت بہت تشویش ناک ہے۔"

زربخت نے کہا۔ "میری بہن! یہی وجہ ہے کہ میں انہیں مدائن بھیجنا چاہتا ہوں۔ ایک بیمار آدمی کے لئے وہ گھر محفوظ نہیں جسے ہر وقت دشمن کے حملے کا خطرہ ہو۔"

ماہ بانو نے اُٹھتے ہوئے کہا۔ "بھائی جان! میں انہیں سمجھانے کی کوشش کروں گی لیکن کاش وہ دو چار دن میں سفر کے قابل ہو جائیں۔"

○

زربخت دوپہر تک سویا رہا۔ جب اُس کی آنکھ کھلی تو ماہ بانو اُس کے بستر کے پاس کھڑی تھی۔ اُس نے کہا۔ "آپ بہت دیر سوئے ہیں۔ میں کئی بار آئی ہوں، آپ کی طبیعت کیسی ہے؟"

"میں بالکل ٹھیک ہوں۔" زربخت نے اُٹھ کر بیٹھتے ہوئے جواب دیا۔ "ابا جان کیسے ہیں؟"

"ابا جان کی طبیعت اچانک خراب ہو گئی تھی۔ طبیب نے انہیں خواب آور دوا کھلائی تھی۔ اب وہ سو رہے ہیں۔"

"طبیب یہیں ہے؟"

"نہیں وہ جا چکا ہے۔"

"تم نے ابا جان کو مدائن جانے کے متعلق کہا تھا؟"

"ہاں میں نے انہیں سمجھانے کی کوشش کی تھی، لیکن وہ یہ بات سننے کے لئے تیار نہ تھے۔ تاہم تیرے متعلق وہ بہت فکرمند تھے اور انہیں اصرار تھا کہ میں نوکروں کے ساتھ مدائن چلی جاؤں۔ میں نے اکثر یہ دیکھا ہے کہ جب وہ زیادہ پریشان ہوتے ہیں تو اُن کی تکلیف بڑھ جاتی ہے۔"

زربخت نے کچھ دیر سوچنے کے بعد کہا۔ "ماہ بانو! اگر میں ابا جان کو مدائن جانے پر آمادہ نہ کر سکا تو کم از کم تمہیں ضرور مدائن جانا پڑے گا۔ ہم دشمن سے بہت قریب ہیں اور اس علاقے کو ہر وقت خطرہ پیش آ سکتا ہے۔"

ماہ بانو نے کہا۔ "اگر ابا جان مدائن جانے پر آمادہ بھی ہو جائیں تو بھی اس حالت میں وہ سفر نہیں کر سکیں گے اور میں کسی حالت میں بھی انہیں چھوڑ کر نہیں جا سکتی۔ طبیب نے مجھے بڑی سختی سے ہدایت کی تھی کہ چند دن ہمیں کوئی ایسی بات نہیں کرنی چاہیئے جو اُن کے لئے ذہنی پریشانی یا ملال کا باعث ہو۔ بھائی جان! آپ پریشان نہ ہوں، میں وعدہ کرتی ہوں کہ جب وہ سفر کے قابل ہوں گے، ہم مدائن کا رُخ کرنے میں ایک لمحہ کے لئے بھی توقف نہیں کریں گے۔ لیکن اس وقت انہیں پریشان کرنا ٹھیک نہیں۔"

زربخت نے اپنی بہن سے زیادہ اپنے دل کو تسلی دینے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ "مجھے یقین ہے کہ چند دن بعد یہ صورتِ حال نہیں رہے گی۔ مدائن کا لشکر کسی صورت میں بھی مسلمانوں کو مذار سے آگے بڑھنے کا موقع نہیں دے گا۔ تاہم اگر کوئی غیر متوقع خطرہ پیش آیا تو میں تمہیں قبل از وقت خبردار کر دوں گا۔"

ماہ بانو نے کہا۔ "مجھے یقین ہے کہ اس علاقے کو کوئی خطرہ پیش نہیں آ سکتا۔ آپ کو صرف حفیر کی جنگ کے واقعات نے پریشان کر دیا ہے۔"

زربخت نے گفتگو کا موضوع بدلتے ہوئے کہا۔ "ماہ بانو! میرے دل میں بار بار یہ خیال آتا ہے کہ اگر حفیر

کے میدان میں حسان مجھے دیکھ لیتا تو کیا کرتا؟"

"بھائی جان! آپ اُسے بھول نہیں سکتے؟"

"نہیں۔ میں اُس سے نفرت کر سکتا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ اگر وہ پھر ایک بار میرے سامنے آگیا تو میں اُسے قتل کرنے سے دریغ نہیں کروں گا۔ لیکن اُسے بھول جانا میرے بس کی بات نہیں۔ ابھی میں خواب دیکھ رہا تھا کہ دشمن کے سپاہی میرا پیچھا کر رہے ہیں میں اپنے گھر پہنچ جاتا ہوں لیکن دروازہ بند ہے۔ سپاہی مجھے گرفتار کر لیتے ہیں اور میرے گلے میں رسا ڈال کر دریا کی طرف لے جاتے ہیں۔ مجھے دریا کے کنارے ایک درخت کے ساتھ باندھ دیا جاتا ہے۔ ایک آدمی بھاری برچھا اُٹھائے میری طرف آتا ہے لیکن اچانک جنگل سے ایک سوار نمودار ہوتا ہے اور میرا قاتل برچھا نیچے کر لیتا ہے۔ سوار اپنی تلوار سے میری رسیاں کاٹ دیتا ہے اور کہتا ہے کہ اب تم آزاد ہو۔ یہ سوار حسان تھا۔ جب میں اس بھیانک خواب سے بیدار ہوا تھا تو میرا جسم پسینے سے شرابور تھا۔ ماہ بانو! میں تم سے ایک سوال پوچھنا چاہتا ہوں۔ اگر وہ ایک بار پھر زخمی ہو کر تمہارے گھر پہنچ جائے اور تم سے پناہ مانگے تو تم کیا کرو گی؟"

"بھائی جان! آپ یہ کیوں سوچتے ہیں کہ وہ دوبارہ زخمی ہو کر گھر آئے گا؟"

"مجھے معلوم نہیں، لیکن فرض کرو کہ وہ ۔۔۔"

ماہ بانو نے اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں سے چھپا لیا اور سسکیاں لیتے ہوئے کہا "نہیں بھائی جان اب وہ نہیں آئے گا۔ وہ کبھی نہیں آئے گا۔"

زربخت جلدی سے اُٹھ کر آگے بڑھا اور اُسے گلے لگاتے ہوئے بولا "تم رو رہی ہو، تمہیں اس بات کا افسوس ہے کہ وہ اب ہمارے پاس نہیں آسکے گا۔"

ماہ بانو نے اپنے ہاتھ نیچے کرتے ہوئے کرب کی حالت میں زربخت کی طرف دیکھا اور کہا "آپ کو اس بات کا افسوس نہیں بھائی جان"

"مجھے اس بات کا بہت افسوس ہے اور میں بار بار یہ سوچتا ہوں، کاش یہ ایک خواب ہوتا۔ اُسے اپنا دشمن سمجھنے کے باوجود کبھی کبھی میرے دل میں خیال آتا ہے کہ اگر حسان کی بجائے مجھے ہرمز سے واسطہ پڑتا

اور مجھے وہ مظالم برداشت کرنے پڑتے جو حسان نے برداشت کئے ہیں تو میں بھی شاید وہی کرتا جو اُس نے کیا ہے۔"

ماہ بانو نے کہا "بھائی جان! وہ حسان جو اس جنگ سے چند دن قبل ہمارے گھر آیا تھا، اُس انسان سے مختلف تھا جسے صرف ہرمز کے ساتھ عداوت تھی۔ اُس کی باتوں سے میں نے یہ محسوس کیا تھا کہ وہ دُنیا کے ہر ظالم کا دشمن اور ہر مظلوم کا دوست بن چکا ہے۔ جب اُس نے تورج کو قتل کرنے کے بعد ہمارے پاس پناہ لی تھی تو اُسے موت کا خوف تھا۔ اب اُسے اس بات کا بھی ملال نہیں تھا کہ وہ بھائی جس کی تلاش میں اُس نے یہاں آنے کا خطرہ مول لیا ہے، مدائن پہنچ چکا ہے۔ اگر آپ اُسے دیکھتے، اُس کی باتیں سُنتے تو آپ کو کبھی یقین نہ آتا کہ یہ وہی بے بس اور مظلوم انسان ہے جس کی ساری اُمیدیں اور آرزوئیں صرف ہمارے گھر کے ایک زمین دوز کمرے میں سانس لینے تک محدود تھیں۔"

زربخت نے کہا "جب ایک گرے ہوئے کمزور آدمی کو اُٹھنے کے لئے سہارا ملتا ہے تو عام طور پر اُس کی یہی خواہش ہوتی ہے کہ وہ جنہوں نے اُس کی کمزوری اور بے بسی دیکھی ہے، اُس کی قوت اور غرور کے مظاہرے دیکھیں۔ میں اس بات سے حیران نہیں ہوں کہ حسان اپنی طاقت اور جرأت کا مظاہرہ کرنے کے لئے ہرمز کے گھر پہنچ گیا تھا لیکن اپنے بھائی کے دوست سے مجھے یہ توقع نہیں تھی، وہ یہاں آکر بھی اپنے غرور کا مظاہرہ کرے گا۔"

"بھائی جان! اُس کی نگاہوں میں عزم و یقین کی روشنی تھی، لیکن غرور نہیں تھا۔ اُس کی آنکھوں میں مروت تھی، غصہ یا نفرت نہیں تھی۔ میں اُس کی خود اعتمادی پر حیران تھی اور مجھے اُس کی باتیں ناقابلِ یقین محسوس ہوتی تھیں۔ مسلمانوں کی قوت کے متعلق اُس کا دعویٰ اور اُن کی فتوحات کے متعلق اُس کا یقین میرے نزدیک ایک فریب خوردہ انسان کی خواہشات سے زیادہ نہ تھا۔ لیکن جب میں اُس کی طرف دیکھتی تھی تو مجھے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ وہ جھوٹ نہیں بول سکتا۔"

زربخت مسکرایا "میری بہن تم بہت سادہ دل ہو۔ حسان کا مقصد صرف تمہیں مرعوب کرنا تھا۔"

"مجھے مرعوب کر کے اُسے کیا حاصل ہو سکتا تھا۔ میں ایران کی سپہ سالار تو نہیں ہوں۔"

"جنگ کا پہلا اصول یہ ہے کہ دشمن کی صفوں میں بددلی پھیلائی جائے اور حسان جیسا تجربہ کار

سپاہی یہ سمجھ سکتا تھا کہ تمہاری مایوسی اور بددلی تمہارے بھائی کو بھی متاثر کر سکتی ہے اور اگر تمہارے بھائی کے حوصلے پست ہو جائیں تو وہ سینکڑوں آدمیوں کو متاثر کرے گا لیکن وہ مجھے نہیں جانتا۔ وہ یہ بھی نہیں جانتا کہ وہ قریب خوردہ انسان جو عرب کے ویرانوں سے نکل کر عراق کے سرسبز میدانوں کا رُخ کر رہے ہیں اُن کا ہر قدم موت کی طرف اُٹھ رہا ہے۔ ماہ بانو! میں مدائن میں ایران کے اُن نامور سالاروں سے باتیں کر چکا ہوں جو عراق پر عربوں کی پیشقدمی کو ایک مذاق سے زیادہ حیثیت نہیں دیتے۔ میں وہ عظیم افواج دیکھ چکا ہوں جو چند برس قبل کسریٰ پرویز کے پرچم کو قسطنطنیہ کے دروازوں تک لے گئی تھیں، جب یہ افواج حرکت میں آئیں گی تو زمانے کی نگاہیں مسلمانوں کے چہروں پر عزم ویقین کی روشنی کی بجائے موت کا سایہ دیکھیں گی ـــ یہ ایک تند و تیز سیلاب ہو گا جو اُن کو تنکوں کی طرح بہا لے جائے گا۔ حیفر کی جنگ میں ہم یہ سبق سیکھ چکے ہیں کہ دشمن کو فیصلہ کن شکست دینے کے لئے ہمیں زیادہ طاقت استعمال کرنے کی ضرورت ہے اور میں تمہاری تسلی کے لئے یہ کہہ سکتا ہوں کہ وہ طاقت ہمارے پاس موجود ہے۔"

ماہ بانو مسکرائی۔ "اب آپ ایک سپاہی کی طرح بات کر رہے ہیں۔"

"اچھا اب تم غور سے میری طرف دیکھو اور اس سوال کا جواب دو، کیا میں جھوٹ بول سکتا ہوں؟"

ماہ بانو نے جواب دیا۔ "بھائی جان! میری پریشانی کی وجہ یہ تھی کہ آپ دشمن کے حملے کے خوف سے ہمیں مدائن بھیجنا چاہتے تھے۔"

"میں نے یہ نہیں کہا تھا کہ اس علاقے کو واقعی دشمن کے حملے کا خطرہ ہے۔ میں صرف احتیاط کرنا چاہتا تھا۔ پھر مجھے یہ خیال بھی تھا کہ مدائن میں ابا جان کے علاج کے لئے بہترین طبیب مل جائیں گے لیکن اگر ابا جان سفر کے قابل نہیں ہیں تو میں اُنہیں پریشان نہیں کروں گا۔ لیکن ایک شرط ہے۔"

"وہ کیا؟"

"تم میرے سامنے حسان کا ذکر نہیں کرو گی۔"

"مجھے منظور ہے۔"

"تم سہیل کو بھی یہ اطلاع نہیں بھیجو گی کہ اُس کا بھائی ہمارا دشمن بن چکا ہے۔"

"میں وعدہ کرتی ہوں۔"

"اور تم آئندہ یہ بھی نہیں کہو گی کہ تم نے حسان کے چہرے پر عزم ویقین کی روشنی دیکھی تھی۔"

ماہ بانو نے آبدیدہ ہو کر جواب دیا۔ "کیا میں آپ کی بہن ہوں؟ کیا میری رگوں میں آپ کے باپ کا خون نہیں ہے؟"

زربخت نے ہنستے ہوئے دونوں ہاتھ ماہ بانو کی گردن میں ڈال دیئے اور اُسے اپنے سینے سے لگاتے ہوئے کہا۔ "ماہ بانو! مجھے معلوم نہیں میں کیا کہہ گیا ہوں۔ ابھی تک میرے دماغ میں حیفر کی شکست کے اثرات زائل نہیں ہوئے۔ ورنہ حسان کے متعلق مجھے اس قدر سنجیدہ ہونے کی ضرورت نہ تھی۔ یہ محض اتفاق تھا کہ میں نے اُسے میدان میں دیکھ لیا تھا۔ ورنہ مجھے اُس کا خیال بھی نہ آتا۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں آئندہ تمہارے سامنے اُس کا ذکر نہیں کروں گا ـــ میری بہن! تم بہت جلد یہ سُنو گی کہ ہم نے عربوں کو عراق کی حدود سے باہر نکال دیا ہے اور پھر اس قسم کے خدشات ہمیں مذاق معلوم ہوں گے۔ گزشتہ جنگ میں ہماری شکست کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ہرمز ظالم تھا اور عرب کاشتکاروں کو اُس کے ساتھ کوئی ہمدردی نہ تھی اور جن عربوں نے ہمارا ساتھ دیا تھا اُنہیں ہرمز کی فتح یا شکست سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ وہ صرف ہرمز کے خوف سے میدان میں آئے تھے لیکن جب وہ مر گیا تو وہ بھاگ نکلے۔ اب اُنہیں اطمینان دلایا جا سکتا ہے کہ اگر تم باہر کے دشمن سے اپنے وطن کی حفاظت کرو تو شہنشاہ تم پر ہرمز جیسے سفاک حاکم مقرر نہیں کرے گا۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ جب میں اپنی فوج کے پڑاو کا رُخ کروں تو ہمارے علاقے سے ہر وہ آدمی جو تلوار اُٹھا سکتا ہو میرے ساتھ ہو۔ اور اگر ہمارے لشکر کو فوراً میدان میں نہ آنا پڑا اور مجھے چند دن اور یہاں رہ کر کام کرنے کا موقع مل گیا تو میں ہر جاگیر دار کے پاس جاؤں گا اور یہ کہوں گا کہ وہ اپنے اپنے کاشتکاروں کو اعتماد میں لینے کی کوشش کریں ـــ مجھے اب بھی یقین ہے کہ اگر مقامی عرب اور ایرانی متحد ہو کر میدان میں نکلیں تو وہ مدائن کے لشکر کی اعانت کے بغیر بھی مسلمانوں کو عبرتناک شکست دے سکتے ہیں ـــ مجھے بہت کام ہے۔ میں کسی تاخیر کے بغیر اپنے تمام کاشتکاروں کو یہاں جمع کرنا چاہتا ہوں ـــ تم جلدی سے میرے ناشتے کا انتظام کرو۔"

"آپ کا ناشتہ تیار ہے بھائی جان! لیکن ابھی آپ کو آرام کی ضرورت ہے جب تک آپ کا زخم ٹھیک نہیں

نہیں ہوتا، میں آپ کو باہر نہیں جانے دوں گی۔"

"مجھے زخم کا احساس بھی نہیں۔ تم کاؤس کو بلاؤ، میں ابھی نہا کر آتا ہوں۔"



اگلے دن قباد کی حویلی عرب کسانوں سے بھری ہوئی تھی۔ زربخت اندرونی مکان سے نمودار ہوا، بلند چبوترے کے کنارے رکا اور چند دیر توقف کے بعد چند سیڑھیاں نیچے اتر کر حاضرین سے مخاطب ہوا۔ "ابا جان علالت کے باعث یہاں نہیں آسکے، ورنہ وہ تمہیں یہ بتانا چاہتے تھے کہ ہرمز مر چکا ہے اور تم ہمیشہ کے لئے اُس کے مظالم سے نجات حاصل کر چکے ہو۔ تم جانتے ہو کہ ہرمز نے ہمارے ساتھ بھی اچھا برتاؤ نہیں کیا تھا اور ابا جان صرف اسی غم سے بیمار ہو گئے تھے کہ ہرمز نے تورج جیسے لوگ تم پر مسلط کر دیے تھے اور اُن کی حیثیت ایک بے بس تماشائی سے زیادہ نہ تھی لیکن اس کے باوجود جب ہم پر ایک بیرونی دشمن نے حملہ کیا تو میں نے ہرمز کے جھنڈے تلے لڑنا قبول کر لیا، کیونکہ مجھے یہ گوارا نہ تھا کہ ہم ہرمز کی جگہ مسلمانوں کے غلام بن جائیں۔

اب میں گزشتہ جنگ کے واقعات پر کسی تبصرے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ تم واقعات سن چکے ہو گے۔ اس وقت ہمیں مستقبل کے متعلق سوچنے کی ضرورت ہے اور تم اس بات کے گواہ ہو کہ میرا خاندان کبھی تمہارے مستقبل سے غافل نہیں ہوا۔ تمہارے حقوق کی حفاظت کے لئے ہم نے ہرمز سے دشمنی مول لینے سے بھی دریغ نہیں کیا۔ اب میں تم سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ عراق تمہارا وطن ہے اور اس کی حفاظت کرنا تمہارا فرض ہے۔ اگر تم اس فرض سے غافل ہو جاؤ تو بھی مجھے یقین ہے کہ مسلمان ایران کی بے پناہ فوجی قوت کے سامنے نہیں ٹھہر سکتے لیکن میں یہ چاہتا ہوں کہ اس فتح کا سہرا تمہارے سر ہو۔ تمہاری بھلائی اسی میں ہے۔ جب تم اس بات کا عملی ثبوت دو گے کہ ہرمز جیسے لوگوں کے مظالم کے باوجود اپنے شہنشاہ کے ساتھ تمہاری محبت اور وفاداری میں کوئی فرق نہیں آیا اور تم جان پر کھیل کر اپنے گھروں، اپنی بستیوں اور کھیتوں کو دشمن سے بچا لیا ہے تو شہنشاہ یہ گوارا نہیں کرے گا کہ ہرمز کے بعد تم پر کسی اور ظالم کو مسلط کر دے۔ اگر تم مجھ پر اعتماد کر سکتے ہو تو میں یہ وعدہ کرتا ہوں کہ ہرمز کا جانشین کوئی رحمدل اور انصاف پسند حاکم ہو گا لیکن اگر تم نے کسریٰ کی رعایا

کی حیثیت میں اپنی ذمہ داریوں کا احساس نہ کیا تو مجھے ڈر ہے کہ تم کسی نیک سلوک کے مستحق نہیں سمجھے جاؤ گے۔ اگر تم یہ چاہتے ہو کہ وہ ایرانی جو تمہارے بہی خواہ ہیں کسریٰ کے سامنے کھڑے ہو کر تمہاری حمایت میں آواز بلند کر سکیں تو تمہیں یہ ثابت کرنا پڑے گا کہ جب سلطنت کی حفاظت کے لئے سینہ سپر ہونے کی ضرورت پیش آئی تھی تو تم ایرانیوں سے پیچھے نہیں تھے۔ میں بہت جلد ایک فیصلہ کن جنگ میں حصہ لینے کے لئے روانہ ہو جاؤں گا اور میری خواہش یہ ہے کہ میرے علاقے کا ہر جوان جو تلوار اُٹھانے کی سکت رکھتا ہو میرے ساتھ ہو۔"

ایک عمر رسیدہ عرب نے آگے بڑھ کر بلند آواز میں جواب دیا۔ "اس علاقے کا کوئی آدمی قباد کے بیٹے کے ساتھ بیوفائی نہیں کر سکتا۔ ہم آپ کے ساتھ ہیں۔"

ایک نوجوان نے کہا۔ "جناب ہم سب آپ کے ساتھ ہیں۔ ہم میں سے کوئی پیچھے رہنا پسند نہیں کرے گا۔"

پھر ہر خاندان کے بوڑھے اور جوان باری باری زربخت کی حمایت میں نعرے لگانے لگے۔

زربخت کچھ دیر خاموش کھڑا رہا، بالآخر اپنے ہاتھ بلند کرتے ہوئے بولا۔ "تم جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔ ہم ایک ہفتے کے اندر اندر یہاں سے روانہ ہو جائیں گے۔ میں اس عرصہ میں گردونواح کے تمام زمینداروں کے پاس جاؤں گا اور اُن سے یہ درخواست کروں گا کہ وہ بھی اپنے کسانوں کو جنگ کے لئے تیار کریں اور میں تم سے بھی یہ درخواست کرتا ہوں کہ تم اپنے قبائل کے بااثر لوگوں کے پاس جاؤ اور اُنہیں یہ سمجھاؤ کہ وہ ماضی کی تلخیاں بھول جائیں اور اپنے اپنے علاقے کے زمینداروں کا ساتھ دیں۔"

ایک عرب پچھلی صف سے آگے بڑھا اور اُس نے زربخت کے قریب پہنچ کر کہا۔ "آپ کے لئے ہماری جانیں حاضر ہیں لیکن کاش ایران کے باقی زمیندار بھی آپ کے باپ کی طرح شریف، رحمدل اور انصاف پسند ہوتے اور ہمیں یہ اطمینان ہوتا کہ جب کسریٰ کی فتح ہو گی تو ہرمز کی طرح کوئی اور جلاد ہم پر مسلط نہیں ہو جائے گا اور ہم عراق کے ہر قبیلے کو یہ یقین دلا سکتے کہ کسریٰ کے ساتھ وفاداری کا ثبوت دینے کے بعد تمہاری تقدیر بدل دی جائے گی۔ ہم لوگ اس لئے مظلوم نہیں ہیں کہ ہم نے کسی مرحلہ پر کسریٰ کے ساتھ بدعہدی کی تھی بلکہ ہماری بدنصیبی کی وجہ یہ ہے کہ ہم عرب ہیں اور ہمارے ایرانی آقا ہمارے خون کو دجلہ اور فرات کے پانی سے زیادہ ارزاں سمجھتے ہیں۔ قباد ہمارا محسن ہے اور اُس کے بیٹے کو ہم یہ کہنے کا موقع

نہیں دیں گے کہ ہم نے آزمائش کے وقت اُس کا ساتھ نہیں دیا تھا لیکن آپ کو ہمارے ساتھ کوئی ایسا وعدہ نہیں کرنا چاہیئے جسے پُورا کرنا آپ کے اختیار میں نہ ہو۔ یہاں وہ لوگ موجود ہیں جن کے بھائیوں اور بیٹوں نے رُومیوں کے مقابلہ میں اپنی جانیں دی تھیں۔ جب آپ تقریر کر رہے تھے تو مجھے وہ زمانہ یاد آرہا تھا جب روم کے ساتھ جنگ ہو رہی تھی اور آپ کے والد اس علاقے کی ہر بستی کے لوگوں کو جمع کر کے تقریریں کیا کرتے تھے۔ اور ہمارے جن نوجوانوں نے اُن کی تقریروں سے متاثر ہو کر شہنشاہ پرویز کا ساتھ دیا تھا، اُن کی تعداد دوسرے علاقوں کے اُن کسانوں سے کہیں زیادہ تھی جس کے آقا انہیں زبردستی میدانِ جنگ کی طرف ہانک دیا کرتے تھے۔ آپ کے والد ہمیں یہ یقین دلایا کرتے تھے کہ جب تم جنگ سے واپس آؤ گے تو ہرمز تم پر ظلم نہیں کر سکے گا۔ لیکن جنگ کے بعد ہرمز نے ہمارے ساتھ جو سلوک کیا وہ آپ کو معلوم ہے۔ ہماری آواز صرف قباد کے کانوں تک پہنچ سکتی تھی، لیکن ہم نے یہ دیکھا کہ وہ بھی ہماری طرح مظلوم اور بے بس ہے۔ یہاں وہ لوگ موجود ہیں جن کے بھائیوں اور بیٹوں نے رُومیوں کے مقابلے میں اپنی جانیں دی تھیں میں دوسری بستیوں کے حالات بیان کرنے کی بجائے صرف اپنی بستی کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ اس بستی کا ایک جوان جو ایک غریب کسان کا بیٹا ہونے کے باوجود ایک شہزادہ معلوم ہوتا تھا، آپ کے بھائی کا دوست تھا۔ کئی سال ہمیں یہ معلوم نہ ہو سکا کہ وہ کہاں ہے۔ پھر جب وہ آیا تو اُس کے سامنے اپنے گھر کی بجائے راکھ کے انبار تھے اور بستی کے تباہ حال لوگ یہ خبر سنا رہے تھے کہ وہ بوڑھا باپ، وہ جوان بھائی اور کمسن بہن جو صبح و شام تمہارا راستہ دیکھا کرتے تھے ہرمز کے ایک رشتہ دار کے ہاتھوں ہلاک ہو چکے ہیں اور چھوٹا بھائی جو گاؤں کے لڑکوں سے یہ کہا کرتا تھا کہ میرا بھائی کسی دن ہاتھی پر سوار ہو کر آئے گا اُن کی قید میں ہے۔"

حاضرین اس سفید ریش آدمی کی تقریر سے پریشان ہو رہے تھے لیکن کسی نے مداخلت کی جرأت نہ کی۔

زرنجت نے کہا: "تم حسان کا ذکر کر رہے ہو؟"

"جی ہاں آپ کو صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ہمیں اپنے مستقبل کے متعلق کوئی خوش فہمی نہیں پھر بھی ہم آپ کو مایوس نہیں کریں گے۔ ہم آپ کے اشارے پر جان کی بازی لگا دیں گے لیکن ہماری قربانی شہنشاہ کے لئے تھی جو ایرانی ہونے کے باوجود ہمیں انسانی سلوک کا مستحق سمجھتا ہے۔"

زرنجت نے کہا: "میں تمہارا شکرگزار ہوں۔ اگر تم مجھ پر اعتماد کر سکتے ہو تو میں زرتشت کی قسم کھا کر تیار ہوں کہ اس جنگ کے بعد میری زندگی اور موت تمہارے ساتھ ہو گی۔۔۔ اور اگر میں تم پر ظلم کرنے والوں کے ہاتھ سے تلوار نہ چھین سکوں گا تو میری آخری کوشش یہ ہو گی کہ میرا جسم تمہاری ڈھال بن جائے۔"

ایک نوجوان نے بلند آواز میں کہا: "ہم آپ کے ساتھ ہیں۔" اور پھر تمام حاضرین پورے جوش و خروش کے ساتھ چلانے لگے: "ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ ہم آپ کے ساتھ ہیں۔"

زرنجت کی گردن تشکر اور احسانمندی کے جذبات سے جھکی جا رہی تھی۔ تھوڑی دیر جب وہ اپنے اپنے گھروں کا رُخ کر رہے تھے تو وہ بوڑھا جس نے زرنجت کے جواب میں تقریر کی تھی اپنے ایک ساتھی سے مخاطب ہو کر بولا: "مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ قباد کا بیٹا ہرمز کا جانشین بننے کے خواب دیکھ رہا ہے۔"

"کیا یہ ممکن ہے؟"

"یہ ممکن ہے کہ وہ ہرمز کا جانشین بن جائے۔ لیکن یہ ممکن نہیں کہ اس کے بعد اُس کی ہمدردیاں غریبوں کے ساتھ ہوں۔ ہرمز مر چکا ہے لیکن وہ ایرانی جاگیردار جنہیں غریبوں کو مغلوب رکھنے کے لئے ایک اچھے حکمران سے زیادہ ایک مستعد جلاد کی ضرورت ہے زندہ ہیں۔ زرنجت اسی صورت میں ہرمز کی جگہ لے سکتا ہے جب وہ جلاد بننے کے لئے تیار ہو۔"

"تمہارا مطلب ہے کہ ہمیں اُس کا ساتھ نہیں دینا چاہیئے؟"

"نہیں میرا یہ مطلب نہیں۔ مجھے معلوم ہے کہ ہمارے لئے اُس کا ساتھ دینے کے سوا کوئی راستہ نہیں۔ اگر اُس کا باپ ہمارا محسن نہ ہوتا تو بھی ہم اُس کے حکم کی تعمیل سے انکار نہ کر سکتے۔"

باب ۱۲

مثنیٰ بن حارثہ نے کئی کوس ایران کے شکست خوردہ لشکر کا پیچھا کیا۔ پھر دریائے فرات کے کنارے یکے بعد دیگرے ایک ایرانی رئیس کے دو قلعے فتح کئے اور بالآخر مذار پہنچ کر قارن کے لشکر کے سامنے پڑاؤ ڈال دیا۔ خالد بن ولید مسلمانوں کے باقی لشکر کے ساتھ حفیر میں مقیم تھے اور قارن کو یقین تھا کہ جب تک مسلمانوں کا سارا لشکر مذار میں جمع نہیں ہو جاتا، مثنیٰ بن حارثہ اپنی مختصر سی فوج کے ساتھ جنگ شروع نہیں کرے گا۔

ایرانی لشکر کے بعض سرداروں کی یہ رائے تھی کہ ہمیں کسی تاخیر کے بغیر مثنیٰ سے نپٹ لینا چاہیئے لیکن قارن نے اُنہیں یہ کہہ کر ٹال دیا کہ "اگر ہم چند دن اور لڑائی ملتوی کر سکیں تو عراق کے بیشتر قبائل ہمارے جھنڈے تلے جمع ہو جائیں اور پھر ہم کسی مزاحمت کا سامنا کئے بغیر دشمن کو جنوب کے صحراؤں کی طرف دھکیل دیں گے۔ التوا کا ہر لمحہ ہماری قوت میں اضافہ کر رہا ہے لیکن دشمن کو اس سے کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ وہ مقامات جہاں سے مسلمان کمک حاصل کر سکتے ہیں اس جگہ سے بہت دُور ہیں۔"

گزشتہ جنگ کے غیر متوقع نتائج نے ایرانی جاگیرداروں کی آنکھیں کھول دی تھیں اور وہ عرب کاشتکاروں کا تعاون حاصل کرنے کے لئے اُنہیں طرح طرح کے لالچ دے رہے تھے۔ ماضی کے تلخ تجربات کے پیشِ نظر عربوں کے لئے اُن کے وعدوں پر اعتبار کرنا آسان نہ تھا۔

لیکن اپنے مستقبل کا خوف اُنہیں ایرانیوں کی خوشنودی حاصل کرنے پر مجبور کر رہا تھا۔ وہ یہ بھی جانتے تھے مسلمانوں سے نپٹنے کے بعد ایرانی حکمران لڑائی سے الگ تھلگ رہنے والوں کو قابلِ معافی نہیں سمجھیں گے۔ ابھی جنگ اس دَور میں داخل نہیں ہوئی تھی کہ وہ مسلمانوں کی فتح کے ساتھ اپنے مستقبل کی اُمیدیں وابستہ

کر سکتے۔ چنانچہ سرحد کے اُن قبائل کے سوا جنہوں نے مسلمانوں کو زیادہ قریب سے دیکھا تھا، باقی عرب طوعاً و کرہاً ایرانیوں کے ساتھ شامل ہو رہے تھے۔ صرف عیسائی عرب ایسے تھے جنہیں کسی خوف یا لالچ کے بغیر مسلمانوں کے مقابلے میں کھڑا کیا جا سکتا تھا۔ اسلام دشمنی میں اُن کے راہب اور پادری مجوسی کاہنوں سے پیچھے نہ تھے۔ ان حالات میں آئے دن جس رفتار سے ایرانی لشکر کی تعداد میں اضافہ ہو رہا تھا اُس کے پیشِ نظر قارن کا اس خوش فہمی میں مبتلا ہونا ایک قدرتی بات تھی کہ اگر وہ چند ہفتوں کے لئے لڑائی ملتوی کر سکا تو اُس کے لشکر کی تعداد میں اضافہ ہو جائے گا کہ مسلمان لڑنے کی بجائے بھاگنے میں اپنی عافیت سمجھیں گے۔

ایک شام قارن اپنے چند افسروں کے ساتھ جن میں شاہی خاندان کے دو شہزادے بھی تھے اپنے کیمپ سے باہر ایک کشادہ نہر کے کنارے ٹہل رہا تھا۔ اچانک نہر کے دوسرے کنارے گھوڑوں کی ٹاپ سنائی دی۔ بظاہر اُس طرف سے دشمن کے حملے کا کوئی خطرہ نہ تھا۔ تاہم جو سپاہی کشتیوں کے پُل کی حفاظت پر متعین تھے، اُنہوں نے اپنے نیزے، تلواریں اور کمانیں سنبھال لیں۔ قریباً ڈیڑھ سو سوار گرد اُڑاتے ہوئے پُل کے قریب رُک گئے۔ پھر ایک خوش وضع نوجوان نے آگے بڑھ کر پُل کے محافظوں سے کچھ کہا اور وہ اُس کے راستے سے ایک طرف ہٹ گئے۔ سوار نے ہاتھ کے اشارے سے اپنے ساتھیوں کو وہیں ٹھہرنے کا حکم دیا اور خود پُل پار کرنے کے بعد سیدھا قارن کی طرف بڑھا۔ قریب پہنچ کر وہ گھوڑے سے کود پڑا اور ادب سے سلام کرنے کے بعد بولا۔ "جناب میرا نام زرنجت ہے۔ میں قباد کا بیٹا ہوں۔"

قارن مسکرایا۔ "مجھے معلوم ہے۔ اور میں خوش ہوں کہ تمہارا زخم ٹھیک ہو گیا ہے۔ تم کتنے آدمی لائے ہو؟"

زرنجت نے جواب دیا۔ "میرے ساتھ ڈیڑھ سو سوار آئے ہیں۔ قریباً دو سو پیدل آ رہے ہیں وہ کل تک پہنچ جائیں گے۔ میرے ساتھیوں کو پڑاؤ میں داخل ہونے کے لئے آپ کی اجازت کی ضرورت ہے۔"

قارن نے ایک افسر سے کہا۔ "تم اُنہیں پڑاؤ میں لے جاؤ۔"

افسر چلا گیا اور قارن ذوالبخت سے مخاطب ہوا: "تمہارا باپ بیمار تھا، اب اُن کی حالت کیسی ہے؟"

"جناب اُن کی حالت ٹھیک نہیں تھی لیکن مجھے یقین ہے کہ آپ کی فتح کی خبر سُننے کے بعد وہ ٹھیک ہو جائیں گے۔"

ایک ایرانی شہزادے نے جس کا نام انوشجان تھا کہا: "تم کافی آدمی ساتھ لائے ہو، کیا یہ سب عرب ہیں؟"

"جی ہاں۔"

"معلوم ہوتا ہے کہ عرب مزارعین کے ساتھ تمہارا برتاؤ بہت اچھا ہے۔"

ذوالبخت نے جواب دیا: "جناب یہ صرف ہمارے مزارعین نہیں ہیں۔ ان میں سے نصف سے زیادہ وہ لوگ ہیں جو ہمارے پڑوس کے زمینداروں کی زمینوں میں کام کرتے ہیں۔ میں نے اپنے کاشتکار بھرتی کرنے کے بعد آس پاس کے علاقوں کا دورہ کیا تھا اور اگر کچھ دن اور وہاں کام کر سکتا تو سینکڑوں اور آدمی میرا ساتھ دینے پر تیار ہو جاتے۔ پڑوس کے جاگیرداروں کا خیال تھا کہ اُن کے مزارعین اپنی خوشی سے جنگ میں حصہ لینے پر آمادہ نہیں ہوں گے، لیکن اُن کا یہ خیال غلط ثابت ہوا۔"

قارن نے کہا: "اگر یہ بات تھی تو تم نے واپس آنے میں جلدی کیوں کی؟"

"جناب مجھے جنگ سے غیر حاضر رہنا گوارا نہ تھا۔"

"جنگ کی ابتدا مسلمان نہیں بلکہ ہم کریں گے۔ میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ تم اسی وقت واپس چلے جاؤ۔ اور زیادہ سے زیادہ آدمی بھرتی کرنے کی کوشش کرو۔ جب جنگ شروع ہو گی تو تمہیں بُلا لیا جائے گا۔ لیکن میری اجازت کے بغیر تم واپس نہیں آؤ گے۔ اب وقت ضائع نہ کرو۔ لیکن ٹھہرو! تمہارا گھوڑا تھکا ہوا ہے۔" قارن یہ کہہ کر اپنے ایک ساتھی سے مخاطب ہوا۔ "تم اس کے ساتھ جاؤ اور اسے تازہ دم گھوڑا دے دو!"

ذوالبخت نے کہا: "جناب مجھے صرف اس بات کی اجازت دیجئے کہ جانے سے پہلے میں اپنے ساتھیوں کو مطمئن کر سکوں۔ ورنہ مجھے ڈر ہے کہ وہ مجھے بُزدلی کا طعنہ دیں گے۔"

قارن نے کہا: "میں تمہارے ساتھیوں کو مطمئن کرنے کی ذمہ داری لیتا ہوں۔ تم اب وقت ضائع نہ کرو۔"

ذوالبخت افسر کے ساتھ پڑاؤ کی طرف چل پڑا۔ تھوڑی دیر بعد وہ دوبارہ پُل پار کر کے اپنے گاؤں کا رُخ کر رہا تھا۔



اگلے روز قارن کو ایک غیر متوقع صورتِ حال کا سامنا کرنا پڑا۔ علی الصباح نیند سے بیدار ہوتے ہی اُسے یہ اطلاع ملی کہ مثنیٰ بن حارثہ کا لشکر حملے کی تیاریاں کر رہا ہے۔ وہ خیمے سے باہر نکلا اور وہاں جمع ہونے والے افسروں سے مخاطب ہو کر بولا: "کیا یہ ہو سکتا ہے کہ مثنیٰ کے پانچ ہزار سپاہیوں نے خودکشی کا ارادہ کر لیا ہو؟"

ایک افسر نے جواب دیا: "جناب رات کے وقت وہ اپنا پڑاؤ آگے لے آئے ہیں۔ اب اُن کے اور ہمارے درمیان صرف ایک میل کا فاصلہ رہ گیا ہے اور اُن کی صف بندی دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ آگے بڑھنے یا پسپا ہونے کے لئے حکم کا انتظار کر رہے ہیں۔"

قارن نے لشکر کو تیاری کا حکم تو دے دیا لیکن اُسے یہ بات ناقابلِ یقین معلوم ہوتی تھی کہ مثنیٰ کے پانچ ہزار سوار اچانک میدان میں آ جائیں گے۔ ایک ساعت بعد جب وہ گھوڑے پر سوار ہو کر اپنی صفوں کا معائنہ کر رہا تھا، ایک سرپٹ سوار میدان میں داخل ہوا اور اُس کے قریب پہنچ کر بلند آواز میں بولا: "جناب! حفیر کے قریب دشمن کا پڑاؤ خالی ہو چکا ہے۔"

"کب؟" قارن نے مضطرب سا ہو کر سوال کیا۔

"جناب کل صبح ہوتے ہی ہمیں یہ اطلاع ملی تھی کہ عرب سواروں کے چند دستے حفیر سے چند کوس دُور شمال مغرب کی سمت مختلف مقامات پر دیکھے گئے ہیں۔ ہمیں خالد بن ولید کے لشکر کی نقل و حرکت سے باخبر رہنے کی ذمہ داری سونپی گئی تھی چنانچہ ہم نے چند سواروں کو حفیر کی طرف روانہ کر دیا۔ مسلمانوں کے پڑاؤ کے چاروں طرف نخلستان تھے اور دن کے وقت ہمارے آدمیوں کے لئے ان نخلستانوں کے قریب جانا ممکن نہ تھا۔ ہمیں یہ بھی معلوم تھا کہ اُن کے سوار آس پاس کی بستیوں میں گشت کرتے ہیں لیکن اس اطلاع کے بعد پڑاؤ کے حالات معلوم کرنے کے لئے ہم ہر خطرہ مول لینے کے لئے تیار تھے۔ جب ہم دشمن کے مقبوضہ علاقے کی پہلی بستی کے قریب پہنچے تو ہمیں اچانک تیروں کی بارش کا سامنا کرنا پڑا۔ ہم نے ایک باغ میں پناہ لینے کی کوشش کی لیکن ہمیں معلوم نہ تھا کہ وہاں دشمن کے سواروں کا ایک دستہ ہمارا انتظار کر رہا ہے۔"

قارن اپنی مٹھیاں بھینچتے ہوئے چلایا: "بیوقوف تم کب تک بکواس کرتے رہو گے۔ میں صرف یہ جاننا چاہتا ہوں کہ خالد بن ولید کا لشکر کہاں ہے؟"

سوار نے اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے انتہائی عجز کے ساتھ جواب دیا: "مجھے معلوم نہیں جناب! ہمارے سالار نے دس سواروں کو دشمن کے پڑاؤ کے حالات معلوم کرنے کے لئے بھیجا تھا اور چار آدمی اُن کی بستیوں کی طرف روانہ کئے تھے جہاں علی الصباح عرب سواروں کے دستے دیکھے گئے تھے۔ میں اُن سواروں کے ساتھ تھا جنہوں نے تیروں کی بارش میں ایک باغ کے اندر پناہ لینے کی کوشش کی تھی۔ اُن میں سے چھ میرے ساتھ واپس آگئے تھے لیکن صرف دو ایسے تھے جو زخمی نہیں تھے۔ اُن کا تعاقب کرنے والے مسلمان ہماری چوکی کے قریب پہنچ کر واپس مُڑ گئے تھے۔"

قارن نے گرج کر کہا: "میں دشمن کے پڑاؤ کے متعلق پوچھنا چاہتا ہوں۔ وہ کب خالی ہُوا تھا؟"

سوار نے جواب دیا: "جناب جب ہمارے سواروں پر تیروں کی بارش ہوئی اور اُس کے بعد دشمن کے سواروں نے باغ سے نکل کر حملہ کر دیا تو مجھے یقین ہو گیا کہ دشمن اپنے پڑاؤ میں موجود ہے اور سواروں کے دو دستے جو کئی کوس دُور دیکھے گئے تھے اُن کا خالد بن ولید کے لشکر کے ساتھ کوئی تعلق نہیں تھا۔"

"لیکن اگر کوئی فوج چند کوس دُور دیکھی گئی تھی تو اُسی وقت ہمیں اطلاع کیوں نہ دی گئی؟"

"جناب وہ فوج ہم نے نہیں دیکھی تھی، ایک مقامی عیسائی نے ہمارے سالار کو اطلاع دی تھی۔ جو چار سوار اس خبر کی تصدیق کے لئے بھیجے گئے تھے، اُن میں سے صرف ایک شام کے وقت واپس آیا۔ باقی مسلمانوں نے گرفتار کر لئے تھے اور جو واپس آیا تھا زخمی ہو کر گھوڑے سے گر پڑا تھا۔ دشمن نے اُسے بھی گرفتار کر لیا ہوتا لیکن اُس نے ایک نہر میں کود کر غوطہ لگایا اور دوسرے کنارے پہنچ کر دیر تک کائی کے اندر چھپا رہا اور پھر جب وہ پیدل واپس پہنچا تو اُس کی یہ حالت تھی کہ چوکی سے چند قدم کے فاصلے پر بیہوش ہو کر گر پڑا۔ ایک ساعت بعد اُسے ہوش آیا تو ہمیں پتہ چلا کہ اُس کے ساتھی گرفتار ہو چکے ہیں۔"

قارن چلایا: "اور تمہارے سالار نے اس کے بعد بھی ہمیں خبردار کرنے کی ضرورت محسوس نہ کی؟"

"جناب آپ کو خبردار کرنے سے پہلے اُن کے لئے دشمن کے پڑاؤ کے حالات معلوم کرنا ضروری تھا چنانچہ

اُنہوں نے مجھے حکم دیا اور میں رات کے وقت ایک عرب کسان کے بھیس میں جان پر کھیل کر وہاں پہنچا تو وہاں کوئی نہ تھا۔ پھر سالار نے مجھے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کا حکم دیا۔"

"تم تنہا یہاں آئے ہو؟"

"جناب میرے ساتھ آٹھ سوار روانہ ہوئے تھے۔ راستے میں ہم اپنی چوکی پر گھوڑے تبدیل کرنے کے لئے رُکے لیکن وہاں دشمن کا قبضہ ہو چکا تھا۔ مجھے بھاگنے کا موقع مل گیا لیکن میرے ساتھی گھوڑوں سے اُتر چکے تھے۔"

قارن نے سنجیدہ ہو کر پُوچھا: "راستے میں تمہیں اور کوئی حادثہ پیش نہیں آیا؟"

"نہیں جناب باقی چوکیاں بالکل محفوظ تھیں اور میں چار گھوڑے تبدیل کرنے کے بعد یہاں پہنچا ہوں۔"

"اِس کے بعد تمہیں راستے میں دشمن کی نقل و حرکت کی کوئی اطلاع نہیں ملی؟"

"نہیں جناب میرا خیال ہے کہ دُشمن پڑاؤ خالی کرتے وقت چند آدمی پیچھے چھوڑ گیا تھا اور ان چند آدمیوں کی ایک طرف یہ کوشش تھی کہ ہم اُن کے پڑاؤ کے قریب نہ جا سکیں اور دوسری طرف ہمارا کوئی آدمی مذار پہنچ کر آپ کو خبردار نہ کر سکے۔ میرے خیال میں رات کے وقت دشمن کے جن آدمیوں نے راستے کی چوکی پر قبضہ کرنے کے بعد میرے ساتھیوں کے گھوڑے چھین لئے تھے وُہی تھے جنہوں نے دن کے وقت مذار کے راستے میں ہمارے چار آدمیوں پر حملہ کیا تھا۔ میرے خیال میں دشمن کا باقی لشکر آپ سے خائف ہو کر واپس جا چکا ہے۔"

قارن نے جنوب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: "بیوقوف اُس طرف دیکھو کیا وہ تمہیں خوفزدہ معلوم ہوتے ہیں؟"

"جناب ان مٹھی بھر آدمیوں کا مقصد اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ ان کے ساتھیوں کو بھاگنے کا موقع مل جائے۔"

قارن نے ایک عمر رسیدہ سالار کی طرف دیکھا اور کہا: "کاش اب مجھے یہ معلوم ہوتا کہ ان مٹھی بھر آدمیوں کے عزائم کیا ہیں؟"

ایک ایرانی شہزادہ قباذ جسے میمنہ کے دستوں کی قیادت سونپی گئی تھی، گھوڑا دوڑاتا ہوا قارن کے قریب پہنچا اور اُس نے بلند آواز میں کہا: "ہمارے سامنے دشمن کے سوار حرکت میں آ چکے ہیں۔ اگر آپ اجازت دیں تو اُنہیں آگے بڑھنے سے روکا جائے۔"

قارن نے چند ثانیے جنوب کی طرف نظر دوڑانے کے بعد کہا: "میرے خیال میں دشمن کی پُوری فوج حرکت

میں لگی ہے۔ تم واپس جاؤ، ہم اُس وقت حملہ کریں گے جب ہمارے درمیان زیادہ سے زیادہ تین سو قدم کا فاصلہ رہ جائے گا۔ اس لڑائی میں ہم انہیں بچ نکلنے کا موقع نہیں دیں گے۔ ہم دشمن کو اس بات پر مجبور کر دیں گے کہ وہ اپنی ساری قوت قلب میں لے آئے، پھر ہمارے میمنہ اور میسرہ کے سواروں کا یہ کام ہوگا کہ وہ دونوں جانب سے یلغار کر کے اُس کے عقب میں پہنچ جائیں۔"

قباذ نے اپنے گھوڑے کی باگ موڑ کر ایڑ لگا دی۔ مثنیٰ کے لشکر کے سوار قریباً نصف میل لمبے محاذ پر معمولی رفتار سے پیشقدمی کرتے ہوئے آگے بڑھے۔ اچانک قلب کے دستے رُک گئے اور بازوؤں کے سوار ایک نصف دائرہ بناتے ہوئے دونوں طرف پھیل گئے۔ آن کی آن میں محاذ کی طوالت ایک میل سے زیادہ ہو چکی تھی۔ قارن کو صرف اس بات کا خطرہ تھا کہ اگر مسلمانوں نے ایک تنگ محاذ سے حملہ کیا تو اُن کے سامنے آنے والے دستوں کو کافی نقصان اُٹھانا پڑے گا لیکن جب اُس نے اُن کی صفوں کے پھیلاؤ کے باعث قلب کو کمزور ہوتے دیکھا تو کسی تاخیر کے بغیر پورے لشکر کو حملہ کا حکم دیا۔ نقیبوں نے اُس کی آواز ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہنچا دی۔ فضا پچاس ہزار آدمیوں کے نعروں سے گونج اُٹھی اور میدان میں حدِ نگاہ تک گرد و غبار کے بادل چھا گئے۔ پھر جب فریقین ایک دوسرے کے تیروں کی زد میں تھے تو قارن نے دیکھا کہ اُس کے سامنے مسلمانوں کے قلب کی صفیں پیچھے ہٹ رہی ہیں۔ اب ایرانیوں کو کسی احتیاط کی ضرورت نہ تھی۔ انہوں نے اپنی فتح کو یقینی سمجھ کر پورے جوش و خروش کے ساتھ حملہ کر دیا۔ مسلمانوں نے پلٹ کر ایک حملہ کیا اور تھوڑی دیر کے لئے دشمن کی پیشقدمی روک دی۔ لیکن اس کے بعد ایرانی پھر انہیں پیچھے کی طرف دھکیل رہے تھے۔ تاہم اب وہ جوش و خروش کی بجائے احتیاط سے کام لے رہے تھے۔ سپہ سالار سے لے کر ایک ادنیٰ سپاہی تک موت کا خطرہ مول لینے سے کہیں زیادہ فتح کے انعامات میں حصہ دار بننے کا خواہشمند تھا۔ اس لئے وہ فیصلہ کُن حملے کے لئے پیچھے ہٹنے والے لشکر کی عام پسپائی کے منتظر تھے۔ اور پھر جب اُن کی نگاہ میں مسلمانوں کی شکست کے ظاہری اسباب مکمل ہو چکے تھے تو وہ ایک بپھرے ہوئے دریا کی لہروں کی طرح آگے بڑھے۔

مسلمانوں نے اچانک پلٹ کر جوابی حملہ کر دیا اور آن کی آن میں ایرانیوں کی اگلی صفیں درہم برہم کر ڈالیں لیکن تھوڑی دیر بعد جب وہ دوبارہ پسپائی اختیار کر رہے تھے تو قارن نے دیکھا کہ اُس کے سامنے ایک شگاف

پیدا ہو چکا ہے اور مسلمانوں کے دستے پیچھے ہٹنے کی بجائے پوری رفتار کے ساتھ دائیں اور بائیں طرف ہٹ رہے ہیں۔ پھر اس شگاف کے آگے گرد و غبار کے بادل دکھائی دئیے اور ان بادلوں سے وہ لشکر نمودار ہوا جو ایرانیوں نے ابھی تک نہیں دیکھا تھا۔ آن کی آن میں وہ خالد بن ولید کے جانبازوں کے نیزوں اور تلواروں کی زد میں تھے۔

قارن گرد و غبار کے بادلوں میں تلواروں کی جھنکار اور زخمیوں کی چیخ پکار سن رہا تھا۔ اُس کی قوتِ فیصلہ جواب دے چکی تھی۔ پھر وہ سراسیمگی کی حالت میں چلایا۔ "ایران کے بہادرو! تمہاری تعداد دشمن سے تین گنا زیادہ ہے، ہمت سے کام لو۔ آگے بڑھو!" لیکن اُس کی آواز زخمیوں کی چیخ پکار میں گم ہو کر رہ گئی۔ مسلمان اُن کی صفیں چیرتے اور لاشوں کے انبار لگاتے ہوئے آگے بڑھے۔ قارن کے محافظ دستوں نے جوابی حملہ کر کے مسلمانوں کو اپنے سپہ سالار سے دُور رکھنے کی کوشش کی لیکن اُنہیں کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ مسلمانوں کا ایک گروہ اپنے نیزوں اور تلواروں سے راستہ صاف کرتا ہوا آگے بڑھا۔ ایک نوجوان نے یکے بعد دیگرے دو سواروں کو گرانے کے بعد قارن پر حملہ کیا اور پہلے ہی وار میں اُس کا نیزہ ایرانی سپہ سالار کے سینے کے پار تھا۔ قارن گھوڑے سے گرا اور اُس کے محافظوں پر حملہ کرنے والے اُس کی لاش روندتے ہوئے آگے نکل گئے۔

اب ایرانی لشکر کے قلب میں ایک گہرا شگاف پیدا ہو چکا تھا لیکن کوئی نصف میل پسپا ہونے کے بعد اُس کی عقب کی فوج آگے آگئی اور وہ دوبارہ جم کر لڑنے لگے۔ اس عرصہ میں مثنیٰ بن حارثہ کے جن دستوں نے دو حصوں میں تقسیم ہو کر دائیں اور بائیں پیشقدمی کی تھی وہ دشمن کے میمنہ اور میسرہ کے ساتھ اُلجھ چکے تھے اور تھوڑی دیر بعد یہاں بھی ایرانی لشکر کی یہ حالت تھی کہ کبھی وہ مسلمانوں کے دباؤ کے باعث افراتفری کی حالت میں پیچھے ہٹتے اور کبھی سنبھل کر حملہ کرتے اور ان کی پیشقدمی روک دیتے۔ پھر اچانک مشرق کی سمت سے قعقاع بن عمرو تمیمی کی قیادت میں ایک ہزار سوار آندھی اور طوفان بن کر نازل ہوئے اور انہوں نے ایرانی لشکر کے دائیں بازو کی صفیں روند ڈالیں اس کے ساتھ ہی خالد بن ولید کے چند دستے بائیں جانب مثنیٰ بن حارثہ کے ساتھ جا ملے۔

اب ایرانی تینوں طرف سے شدید دباؤ کا سامنا کر رہے تھے۔ قارن کی موت کے بعد وہ اپنی تمام اُمیدیں قباذ اور انوشجان سے وابستہ کر چکے تھے لیکن ایک ساعت بعد مسلمانوں نے قارن کی طرح یکے بعد دیگرے اُن شہزادوں کو بھی موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ ایرانی لشکر جو ایک ساعت پہلے کسی نقصان کے بغیر فتح حاصل کرنے

کی اُمید پر انتہائی احتیاط کے ساتھ لڑ رہا تھا۔ اب ایک عبرتناک شکست کی ذلت سے بچنے کے لئے انتہائی جوش و خروش کا مظاہرہ کر رہا تھا لیکن مسلمانوں کے درپے حملوں نے اُنہیں سنبھلنے کا موقع نہ دیا اور وہ سراسیمگی کی حالت میں نہر کی طرف سمٹنے لگے۔



دوپہر کے قریب جنگ کا میدان ایرانیوں کی لاشوں سے پٹا پڑا تھا اور نہر کے کنارے گھمسان کی جنگ ہو رہی تھی۔ پھر اُنہوں نے آخری بار جوابی حملہ کیا اور مسلمانوں کو تھوڑی دُور تک پیچھے ہٹا دیا لیکن اس کے بعد اُن کی ساری کوششیں مسلمانوں کو کشتیوں کے پُل سے دُور رکھنے اور بچی کھچی فوج کے زیادہ سے زیادہ آدمیوں کو جان بچانے کا موقع دینے تک محدُود تھیں۔ پُل کے محافظوں پر مسلمانوں کا گھیرا ہر آن تنگ ہو رہا تھا اور پُل عبُور کرنے والوں کی حالت یہ تھی کہ ایک پر ایک گرا پڑتا تھا۔ پیدل چلنے والے گھوڑوں کے پاؤں تلے روندے جا رہے تھے اور سوار ایک دوسرے سے ٹکرا کر گھوڑوں سمیت پانی میں گر رہے تھے۔ اختتامِ جنگ کے قریب مُسلمانوں کے حملے اس قدر شدید تھے کہ سینکڑوں ایرانی پُل کا رُخ کرنے کی بجائے نہر میں کُود کر دوسرے کنارے پہنچنے کی کوشش کر رہے تھے۔ اُنہوں نے پُل کی حفاظت کرنے کی ذمہ داری مقامی عربوں کو سونپ رکھی تھی، اس لئے جنگ کے آخری دَور میں مقامی عربوں کے نقصانات اپنے ایرانی آقاؤں کی نسبت کہیں زیادہ تھے۔ پھر مُسلمانوں نے ایک زور دار حملہ کیا اور مقامی عربوں کی قوتِ مدافعت بھی ختم کر دی۔ قریباً تین ہزار آدمیوں نے تلواریں پھینک دیں اور باقی نہر میں کُود پڑے۔ مُسلمانوں نے پُل کے ایک حصّے پر قبضہ کر لیا۔ دوسرے کنارے ایرانی تیراندازوں کے مورچے تھے۔ اُنہوں نے یہ صورت دیکھتے ہی تیروں کی بارش شروع کر دی اور اس کے ساتھ ہی چند آدمیوں نے کشتیوں کے پُل کی رسّیاں کاٹ دیں۔

مسلمان اگر ہزیمت خوردہ لشکر کا تعاقب کرنا چاہتے تو اُن کے لئے پُل کے بغیر بھی اس نہر کو عبُور کرنا مشکل نہ تھا لیکن اتنی بڑی فتح کے بعد امیرِ لشکر نے اپنے تھکے ہوئے سپاہیوں کو مزید خطرہ مول لینے کی اجازت نہ دی۔

مذار کے میدان میں نہر کے کنارے سے لے کر حدِ نگاہ تک ایرانیوں کی لاشیں بکھری پڑی تھیں۔ مُسلمانوں کے شہیدوں اور زخمیوں کی تعداد اُن سے دس گنا کم تھی۔

غروبِ آفتاب سے کچھ دیر قبل خالد بن ولید، قعقاع بن عمر، مثنیٰ بن حارثہ، اُس کے بھائی مُعنیٰ، مسعودؓ اور چند سالار ایک کشادہ خیمے کے اندر بیٹھے ہوئے تھے۔ یہ خیمہ جنگ سے قبل ایرانی فوج کے سپہ سالار کی قیامگاہ تھا اور جہاں سونے اور چاندی کے برتنوں سے لے کر حریر و اطلس کے پردوں اور بیش قیمت قالینوں تک عجم کے سارے تکلفات موجود تھے۔ خالد بن ولید اپنے سالاروں کو آئندہ پیشقدمی کے متعلق ہدایات دے رہے تھے۔

حسان خیمے کے اندر داخل ہوا اور خالد بن ولید کی طرف اجازت طلب نگاہوں سے دیکھنے لگا لیکن جب وہ اُس کی طرف متوجہ نہ ہوئے تو مثنیٰ نے کہا: "حسان! کیا بات ہے؟ تم کچھ کہنا چاہتے ہو؟"

حسان نے جواب دیا: "جناب میں امیرِ لشکر کی خدمت میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔"

خالد نے حسان کی طرف متوجہ ہو کر کہا: "کہو کیا بات ہے؟"

حسان بولا: "جناب میں جنگی قیدیوں سے مل کر آیا ہوں، ان میں سے بیشتر وہ مقامی عرب ہیں جنہوں نے حالات سے مجبُور ہو کر ایرانیوں کا ساتھ دیا تھا۔ چند آدمی میرے اپنے گاؤں کے رہنے والے ہیں، اُن سے گفتگو کرنے کے بعد میں نے یہ محسُوس کیا ہے کہ اگر اُنہیں رہا کر دیا جائے تو وہ دوبارہ ایرانیوں کی حمایت میں تلوار نہیں اُٹھائیں گے۔"

خالد بن ولید نے جواب دیا: "ہمیں معلوم ہے کہ ایرانیوں نے ان بے بس انسانوں کو زبردستی ہانک کر ہمارے سامنے کر دیا تھا۔"

حسان نے کہا: "دوسرے علاقوں کے عربوں کے متعلق یہ بات درست ہے کہ اُنہوں نے اپنے ایرانی آقاؤں کے خوف سے جنگ میں حصّہ لیا تھا لیکن ہمارے علاقے کے کسان صرف اس لئے جنگ میں شریک ہوئے تھے کہ اُن پر وہاں کا جاگیردار ایرانی ہونے کے باوجود ایک رحمدل آدمی تھا اور اُس نے مقامی عربوں کا حامی ہونے کی وجہ سے ہرمز کے ہاتھوں کافی نقصان اُٹھایا تھا، یہ لوگ اُس کے احسانات کا بدلہ چکانے آئے تھے۔"

خالد بن ولید نے کہا: "تم قباد کا ذکر کر رہے ہو؟"

"جی ہاں میں ذاتی طور پر بھی اُس کا احسانمند ہوں۔ اُس نے اُس وقت میری جان بچائی تھی جب میں

ہرمز کے ایک ظالم رشتہ دار کو قتل کر چکا تھا اور اُس کے آدمی میرا پیچھا کر رہے تھے۔ مجھے یقین ہے کہ اگر مجھے قباد کے سامنے اسلام کی تبلیغ کرنے کا موقع مل جاتا تو وہ اپنے کسی کسان کو ہمارے مقابلے میں آنے کی دعوت نہ دیتا۔"

"میں قباد کے متعلق سن چکا ہوں، ایسا آدمی زیادہ دن اسلام سے دُور نہیں رہ سکتا۔ تمہیں اس بات کا یقین ہے کہ قباد کے مزارعین دوبارہ ایرانیوں کے ساتھ نہیں ملیں گے تو تم اُنہیں رہا کر سکتے ہو۔"

حسان نے کہا۔ "جناب میرا مشورہ ہے کہ قیدیوں کو رہا کرنے کے بعد اُن کے ساتھ چند مبلغ بھیج دئیے جائیں۔ کم از کم میرے علاقے کی فضا اسلام کی تبلیغ کے لئے بہت ساز گار ہوگی۔"

"تمہیں یقین ہے کہ ہمارا کوئی مبلغ وہاں جا کر آزادی سے اسلام کی تبلیغ کر سکتا ہے؟"

"ہاں مجھے یقین ہے کہ اس جنگ کے بعد آس پاس کے تمام علاقے اُن ظالم ایرانی زمینداروں کے وجود سے ختم ہو چکے ہوں گے جو اسلام کی تبلیغ کے راستے میں مزاحم ہو سکتے تھے۔"

"بہت اچھا میں یہ مہم تمہیں سونپتا ہوں علی الصباح تمہارے ساتھ چند مبلغ بھیجے جائیں گے تم ان لوگوں کے لئے مقامی باشندوں کا تعاون حاصل کرو اور جن علاقوں میں تمہیں کامیابی حاصل ہو اُن کا نظم و نسق سنبھال لو۔ اسلام کے پھیلاؤ کے ساتھ ساتھ تمہارے اختیارات کا دائرہ وسیع ہوتا جائے گا۔ میں یہ دیکھ چکا ہوں کہ تم ایک اچھے سپاہی ہو اور تمہارے متعلق مثنیٰ کی باتیں سننے کے بعد یہ محسوس کرتا ہوں کہ تم ایک اچھے منتظم بھی ثابت ہو گے۔"

حسان نے جواب دیا۔ "جناب میں آپ کے حکم کی تعمیل کروں گا۔ لیکن مجھے اس بات کی اجازت دیجئے کہ میں آئندہ جنگوں میں ایک سپاہی کے حصے کی ذمہ داریاں پوری کرنے کے لئے حاضر ہو جاؤں۔ مجھے یقین ہے کہ یہاں سے رہا ہونے والے قیدی اسلام کے مبلغین کے ساتھ پورا پورا تعاون کریں گے۔ دریائے فرات کے کنارے قباد کی بستی ہمارا اولین تبلیغی مرکز ہوگی۔ اس کے قرب و جوار میں جن ایرانی رؤسا کی طرف سے کسی مزاحمت کا خطرہ پیش آ سکتا تھا وہ اپنے مظلوم کسانوں کے انتقام کے خوف سے کوسوں دُور جا چکے ہوں گے۔ قباد نے ہمیشہ اُن مظلوم انسانوں کی پشت پناہی کی ہے۔ مقامی عرب جس قدر ہرمز سے نفرت کرتے تھے اُسی قدر قباد کے گرویدہ تھے۔ میرے نزدیک اُن کا تعاون اور اعتماد حاصل کرنے کی آسان ترین صورت یہ ہے

کہ انتظامی معاملات ایسے لوگوں کو سونپے جائیں جو اپنے ذاتی اثر و رسوخ، اپنی قابلیت، دیانتداری اور انصاف پسندی کی بدولت مقامی عربوں کو زیادہ سے زیادہ متاثر کر سکتے ہوں۔ قباد میں یہ تمام خوبیاں موجود ہیں اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ وہ حق کا جویا ہے۔ اس لئے میری یہ درخواست ہے کہ اگر وہ دینِ اسلام کی صداقت کا قائل ہو جائے تو جن علاقوں میں ہم قدم جما سکیں اُن کا انتظام اُسی کے سپرد کر دیا جائے تو اس صورت میں مجھے زیادہ دیر لشکر سے غیر حاضر ہونے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔"

خالد بن ولید نے جواب دیا۔ "ہم تمہاری تجاویز پر غور کریں گے اور تھوڑی دیر تک تمہیں ہمارا جواب مل جائے گا۔ اب جاؤ اور سفر کی تیاری کرو۔"

حسان خیمے سے باہر نکل گیا اور خالد بن ولید نے مثنیٰ سے مخاطب ہو کر پوچھا۔ "تمہارا کیا خیال ہے؟"

مثنیٰ نے جواب دیا۔ "میں حسان کی تجویز سے متفق ہوں۔ میں قباد کی نیک دلی اور شرافت کے متعلق بہت کچھ سن چکا ہوں لیکن اگر مجھے اُس کا نام بھی معلوم نہ ہوتا تو بھی حسان جیسے آدمی کی گواہی میرے لئے کافی ہوتی۔ اگر قباد ایک اچھا منتظم ثابت ہو سکتا ہے اور مقامی لوگ اُس کے عدل و انصاف سے مطمئن ہو سکتے ہیں تو ہمیں اُس کی خدمات سے فائدہ اُٹھانا چاہیئے۔ پھر ہمارا مقصد صرف عراق ہی نہیں بلکہ پورا ایران فتح کرنا ہے اور اپنی فتوحات سے بہترین نتائج پیدا کرنے کے لئے ہمیں پورے ملک کے طول و عرض میں قباد جیسے انسانوں کا تعاون حاصل کرنا پڑے گا۔ مجھے یقین ہے کہ جو لوگ ظلم کو ظلم سمجھتے ہیں وہ اسلام سے دُور نہیں رہ سکتے۔"

خالد بن ولید نے کہا۔ "بہت اچھا تم دس مبلغ حسان کا ساتھ دینے کے لئے تیار کرو۔ میں اتنی دیر میں قباد کے نام خط لکھواتا ہوں اگر اُس نے حسان کی توقعات پوری کیں تو میں دریا کے کنارے ایک وسیع علاقے کا انتظام اُس کے سپرد کر دوں گا۔ عراق پر قبضہ کرنے کے بعد ہمیں ایسے لوگوں کی ضرورت پڑے گی جو مقامی عربوں کا اعتماد بحال کر سکتے ہوں۔"

باب ۱۳

دوپہر کے وقت زربخت گھوڑا دوڑاتا ہوا اپنی حویلی میں داخل ہوا۔ چند نوکر اُس کے گرد جمع ہوگئے۔ زربخت کا چہرہ گرد و غبار سے اٹا پڑا تھا۔ اُس نے ہانپتے ہوئے گھوڑے سے کود کر سوال کیا۔ "کاؤس کہاں ہے؟"

ایک نوکر نے گھوڑے کی باگ پکڑتے ہوئے جواب دیا۔ "جناب وہ اندر ہے اگر حکم ہو تو اُسے بُلا لیا جائے۔"

"نہیں اُسے بُلانے کی ضرورت نہیں۔ تم چار گھوڑے تیار کرو اور انہیں لے کر دریا کے پار پہنچ جاؤ۔ یہ گھوڑا یہاں رہنے دو اور ملاحوں سے کہو کہ وہ دریا کے اُس پار ہمارا انتظار کریں۔ اس کے علاوہ گاؤں کے جتنے آدمی مل سکیں اُنہیں یہاں بُلا لو۔"

ایک نوکر نے جھجکتے ہوئے سوال کیا۔ "جناب! خیریت تو ہے آپ بہت پریشان معلوم ہوتے ہیں؟"

زربخت نے گرج کر جواب دیا۔ "بے وقوف یہ باتوں کا وقت نہیں۔"

نوکر کو دوبارہ زبان کھولنے کی جرأت نہ ہوئی اور زربخت بھاگتا ہوا اسکونتی مکان کی طرف بڑھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ قباد کے کمرے میں کھڑا تھا۔ ماہ بانو قباد کے بستر کے قریب کرسی پر بیٹھی اونگھ رہی تھی۔ کاؤس فرش پر گھٹنوں کے بل کھڑا قباد کے پاؤں دبا رہا تھا۔ قباد کی آنکھیں بند تھیں۔ زربخت کو اچانک کمرے میں داخل ہوتے دیکھ کر کاؤس کے ہاتھ رُک گئے اور وہ اُٹھ کر کھڑا ہوگیا۔

"ابا جان سو رہے ہیں؟" زربخت نے سوال کیا۔

"نہیں۔" کاؤس نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔ "لیکن آج ان کی طبیعت سخت خراب ہے۔"

قباد اور ماہ بانو نے بیک وقت آنکھیں کھولیں اور وہ حیرت اور اضطراب سے زربخت کی طرف دیکھنے لگے۔

قباد نے نحیف آواز میں پوچھا۔ "کیا بات ہے بیٹا! تم اتنی جلدی واپس آگئے۔ کیا ابھی لڑائی شروع نہیں ہوئی؟"

"ابا جان!" اُس نے گھٹی ہوئی آواز میں جواب دیا۔ "میرے مذار پہنچنے سے پہلے ہی لڑائی ختم ہوچکی تھی۔"

"لڑائی ختم ہوچکی؟" قباد نے یہ کہتے ہوئے اُٹھ کر بیٹھنے کی کوشش کی لیکن نقاہت اور تکلیف کے باعث اُس نے دوبارہ اپنا سر تکیے پر رکھ دیا۔

"ابا جان! ابا جان! کیا بات ہے؟" زربخت نے مضطرب ہو کر پوچھا۔

قباد نے اپنے مرجھائے ہوئے چہرے پر مسکراہٹ لانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ "میں ٹھیک ہوں بیٹا! مجھے چکر آگیا تھا مجھے پانی دو۔"

کاؤس نے جلدی سے کونے میں پڑی ہوئی صُراحی سے پانی کا کٹورا بھرا اور ایک ہاتھ سے قباد کو سہارا دینے کے بعد اُس کے ہونٹوں سے لگا دیا۔ قباد پانی کے چند گھونٹ پینے کے بعد اپنے بیٹے کی طرف متوجہ ہوا۔ "بیٹا بیٹھ جاؤ۔ اگر لڑائی تمہارے وہاں پہنچنے سے پہلے ختم ہوگئی تھی تو اس میں پریشان ہونے کی کیا بات ہے۔ تمہیں قارن نے جو ذمہ داری سونپی تھی، وہ تم نے پوری کردی۔ تم سینکڑوں آدمی بھرتی کرکے وہاں بھیج چکے ہو اور تم یہ دعویٰ کرسکتے ہو کہ مذار کی فتح تمہاری کارگزاری کا نتیجہ ہے۔"

زربخت نے کرب انگیز لہجے میں کہا۔ "ابا جان ہمیں شکست ہوئی ہے۔ قارن مارا جاچکا ہے۔ اگر میدانِ جنگ سے ایک منزل دُور شکست کھا کر بھاگنے والے سپاہیوں سے میری مُلاقات نہ ہوتی تو مجھے کبھی یقین نہ آتا کہ ہمیں مذار میں شکست ہوئی ہے۔ وہ یہ کہتے تھے کہ ہمارے نصف سے زیادہ آدمی جنگ میں کام آچکے ہیں۔ وہ یہ بھی کہتے تھے کہ اب دریا کے اس جانب ہمارا کوئی علاقہ محفوظ نہیں۔ وہ مجھے مسلمانوں کی تعداد کے متعلق بھی نہیں بتا سکے۔ وہ کہتے تھے کہ جب اُن پر حملہ کیا جاتا ہے تو وہ آہنی دیوار بن جاتے ہیں اور جب وہ حملہ کرتے ہیں تو سیلاب کی صورت سامنا کرنے والوں کو تنکوں کی طرح بہالے جاتے ہیں۔ میں نے اپنے علاقے کے رضاکاروں کے متعلق پوچھا تھا لیکن مجھے کوئی تسلی بخش جواب نہیں مل سکا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اگر وہ ہلاک نہیں ہوئے تو قید ضرور ہوچکے ہیں۔ اب یہ معلوم نہیں کہ آئندہ مسلمانوں کا رُخ کس طرف

ہوگا لیکن اگر انہوں نے اس طرف پیشقدمی کی تو ہم فوری طور پر کوئی مزاحمت نہیں کر سکیں گے کم از کم ایک ہفتہ تک ہماری تازہ افواج میدان میں نہیں آسکیں گی۔ ابا جان! میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ اور ماہ بانو کو کسی تاخیر کے بغیر مدائن پہنچا دیا جائے۔ اب یہ جگہ آپ کے لئے محفوظ نہیں۔ مجھے معلوم ہے کہ اس حالت میں آپ کے لئے سفر کرنا بہت تکلیف دہ ہوگا لیکن اس سے کہیں زیادہ تکلیف دہ بات یہ ہوگی کہ دشمن یہاں پہنچ جائے آپ جسقدر دشمن کی دسترس سے محفوظ ہوں گے اسی قدر اطمینان کے ساتھ میں آئندہ جنگوں میں حصہ لے سکوں گا۔"

قباد نے جواب دیا "بیٹا تم میری فکر نہ کرو۔ میں اب موت کے دروازے پر دستک دے رہا ہوں۔ تم ماہ بانو کو مدائن پہنچا دو!"

"ابا جان! ماہ بانو آپ کے بغیر نہیں جائے گی۔ ہمیں وقت ضائع نہیں کرنا چاہیئے۔ مسلمان کسی وقت بھی یہاں پہنچ سکتے ہیں اور جب وہ آئیں گے تو اُن کا رہنما ایک ایسا آدمی ہوگا جو ہمارے گھر کے ایک ایک گوشے سے واقف ہے۔"

قباد نے پوچھا "کیا یہ ہو سکتا ہے کہ ہمارا کوئی نوکر دشمن سے جا ملا ہو۔"

"نہیں وہ ہمارا نوکر نہیں۔ بلکہ ایک ایسا آدمی ہے جو آپ کو ایک بیٹے اور مجھے ایک بھائی کی طرح عزیز تھا۔ اُس کا نام حسان ہے ابا جی! وہ مسلمانوں کے ساتھ مل چکا ہے۔ میں نے اُسے حیرہ کے میدان میں دیکھا تھا۔ میں ہر ذلت برداشت کر سکتا ہوں لیکن یہ برداشت نہیں کروں گا کہ وہ فتح کے نعرے لگاتا ہوا ہمارے گھر میں داخل ہو۔ آج شام سے پہلے ہمارا دریا کے پار پہنچ جانا ضروری ہے۔ میں نے گھوڑے دریا کے پار بھیج دیئے ہیں اور آپ کی پالکی اور ضروری ساز و سامان اُٹھانے کے لئے گاؤں کے آدمی بلائے ہیں۔ اگر آپ نے سفر میں زیادہ تکلیف محسوس کی تو ہم چند دن دریا کے پار کسی بستی میں ٹھہر جائیں گے کاؤس یہیں رہے گا۔"

قباد نے اطمینان سے جواب دیا "اگر تمہیں حسان کا خوف ہے تو مجھے یہیں رہنے دو۔ وہ مجھے کچھ نہیں کہے گا۔"

زربخت آنکھوں میں آنسو بھر لاتے ہوئے چلایا "ابا جان! مجھے حسان کا خوف نہیں لیکن آپ ماہ بانو کے متعلق کیوں نہیں سوچتے؟"

قباد کے مرجھائے ہوئے چہرے پر اچانک سُرخی آگئی اور وہ اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ ماہ بانو جلدی سے آگے بڑھی اور اُسے سہارا دینے کی کوشش کرتے ہوئے بولی "ابا جان آپ لیٹے رہیں۔"

قباد نے کہا "تم میری فکر نہ کرو بیٹی! اب مجھے چکر نہیں آئے گا۔ تم سفر کی تیاری کرو۔"

زربخت کاؤس کی طرف متوجہ ہوا "تم ضروری سامان باندھ کر گاؤں کے آدمیوں کے حوالے کر دو اور ابا جان کے لئے پالکی لے آؤ۔ ہمیں جلد از جلد دریا کے کنارے پہنچ جانا چاہیئے۔ گاؤں کے لوگوں سے کہو کہ ہم ابا جان کو علاج کے لئے مدائن پہنچانا چاہتے ہیں۔"

کاؤس باہر نکل گیا۔ قباد کچھ دیر بے حس و حرکت بیٹھا رہا۔ پھر اُس نے آنکھیں بند کر لیں اور تکیے پر سر رکھ دیا۔ وہ کرب کی حالت میں بار بار یہ الفاظ دُہرا رہا تھا "یہ کیونکر ممکن ہے؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

ماہ بانو پتھرائی ہوئی آنکھوں سے اپنے بھائی کی طرف دیکھ رہی تھی۔ زربخت نے کہا "ماہ بانو تم کیا سوچ رہی ہو۔ ہم ہمیشہ کے لئے اپنا گھر نہیں چھوڑ رہے۔ ہم بہت جلد واپس آئیں گے۔ تم جلدی سے اپنے زیورات اور ضروری لباس اُٹھا لو۔ ہمارا سامان ایک چھوٹے صندوق اور دو گٹھڑیوں سے زیادہ نہیں ہونا چاہیئے۔ خادمہ فی الحال یہیں رہے گی، لیکن جلدی کرو، اب ہمارے لئے سوچنے کا وقت نہیں۔ کاش میں نے حیرہ کی جنگ سے واپس آتے ہی تمہیں مدائن بھیج دیا ہوتا۔"

ماہ بانو کوئی جواب دیئے بغیر آنسو پونچھتی ہوئی کمرے سے باہر نکل گئی۔

سہ پہر کے قریب جب بستی کے آدمی قباد کی پالکی اُٹھانے لگے تو زربخت نے اپنی بہن سے کہا "تم گھوڑے پر سوار ہو جاؤ اور دریا کے کنارے پہنچ کر ملاحوں سے کہو کہ وہ تمہیں پار پہنچا دیں جب تک ہم وہاں پہنچیں گے کشتی تمہیں چھوڑ کر واپس آجائے گی۔"

"نہیں بھائی جان! میں ابا جان کے ساتھ جاؤں گی۔ میں پیدل چل سکتی ہوں۔"

سامان اور پالکی اُٹھانے والے آدمی ڈیوڑھی سے باہر نکل گئے اور زربخت اور ماہ بانو اُن کے پیچھے ہو لئے۔ لیکن ڈیوڑھی کے قریب پہنچ کر ماہ بانو اچانک رُک گئی اور مُڑ کر خادمہ کی طرف دیکھنے لگی جو چند قدم دور کھڑی اپنے آنسو پونچھ رہی تھی۔ پھر وہ بھاگ کر آگے بڑھی اور سسکیاں لیتے ہوئے خادمہ سے

پلٹ گئی۔

عمر رسیدہ خادمہ نے اُس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا: "بیٹی حوصلے سے کام لو۔ مجھے یقین ہے کہ وہ تمہارا دشمن نہیں ہو سکتا"۔

ماہ بانو نے مڑ کر ڈیوڑھی کی طرف دیکھا۔ زربخت باہر جا چکا تھا اور حویلی کے اندر کاؤس اور ایک نوکر کے سوا کوئی نہ تھا۔ اُس نے کہا: "نہیں نہیں! اب میں اپنے دل کو فریب نہیں دے سکتی۔ ہم ایک دوسرے کو دوبارہ نہیں دیکھیں گے۔ لیکن اگر وہ یہاں آئے تو اُسے میری طرف سے یہ پیغام دینا کہ ہم تمہارے بھائی سے تمہاری دشمنی کا انتقام نہیں لیں گے اور خدا کے لئے اُسے یہ نہ بتانا کہ ایک پاگل لڑکی اُس کے لئے آنسو بہایا کرتی تھی"۔

زربخت نے ڈیوڑھی سے نمودار ہو کر آواز دی: "ماہ بانو تم کیا کر رہی ہو؟"

"آتی ہوں بھائی جان!" وہ یہ کہہ کر دروازے کی طرف چل پڑی۔

قباد کی روانگی سے تھوڑی دیر بعد بستی کا ایک آدمی بھاگتا ہوا حویلی میں داخل ہوا اور اُس نے کاؤس کو اطلاع دی کہ چند سوار اس طرف آ رہے ہیں۔ کاؤس نے جلدی سے ڈیوڑھی کا دروازہ بند کر دیا اور اپنے دوسرے ساتھی کو ترکش اور کمان لانے کا حکم دے کر بھاگتا ہوا چھت پر چڑھ گیا۔ چند ثانیے بعد وہ مسلح سواروں کو دیکھ رہا تھا۔ وہ دروازے سے پندرہ بیس قدم دُور رُک گئے۔ حسان نے کاؤس کی طرف دیکھا اور آگے بڑھ کر بلند آواز میں کہا: "کاؤس! اپنے آقا کو اطلاع دو کہ میں اُن سے ملنا چاہتا ہوں"۔

کاؤس نے جواب دیا: "وہ بیمار ہیں اور مجھے دروازہ کھولنے کی اجازت نہیں"۔

"زربخت کہاں ہے؟"

"وہ گھر پر نہیں ہے"۔

"بہت اچھا، تم اپنے آقا کو اطلاع پہنچا دو کہ میں اُن کے لئے ایک ضروری پیغام لے کر آیا ہوں۔ اس علاقے کے جو آدمی جنگ میں گرفتار ہوئے تھے انہیں رہا کر دیا گیا ہے۔ گاؤں کے چار آدمی میرے ساتھ

آئے ہیں، باقی پیدل آ رہے ہیں۔ یہ چار آدمی اس بات کے گواہ ہیں کہ تمہارے آقا کے خاندان کے متعلق مسلمانوں کی نیت بُری نہیں"۔

کاؤس نے باقی سواروں کی طرف دیکھا اور اُسے اپنے گاؤں کے چار آدمی پہچاننے میں دیر نہ لگی۔ گاؤں کے بچے بوڑھے جو کچھ دیر قبل حسان کی آمد پر اپنے اپنے گھروں میں چھپ گئے تھے اب ایک ایک کر کے ان چار آدمیوں کے گرد جمع ہو رہے تھے۔

حسان نے کاؤس سے کوئی جواب نہ پا کر کہا: "کاؤس اگر تمہارے آقا کی طبیعت زیادہ خراب ہے تو ہم انہیں پریشان نہیں کریں گے۔ ہم اس مکان سے باہر ٹھہر کر اُن کی اجازت کا انتظار کریں گے۔ اگر تم نے کسی خطرے کے پیش نظر دروازہ بند کیا ہے تو میں تمہیں یہ اطمینان دلا سکتا ہوں کہ اس گھر کی حفاظت میری پہلی ذمہ داری ہے۔ اگر زربخت اندر ہے تو اُسے بُلا لو"۔

کاؤس جواب دینے کی بجائے تذبذب اور پریشانی کی حالت میں کبھی حسان اور کبھی اُس کے ساتھیوں کی طرف دیکھ رہا تھا۔ بچوں اور بوڑھوں کی دیکھا دیکھی گاؤں کی عورتیں بھی وہاں جمع ہو رہی تھیں اور وہ چار سوار جنہیں حسان قید سے چھڑا کر اپنے ساتھ لایا تھا، اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کے ساتھ باتیں کر رہے تھے۔ اچانک اُن میں سے ایک گھوڑے کو ایڑ لگا کر آگے بڑھا اور حسان کے قریب پہنچ کر چلّایا: "کاؤس غلط کہتا ہے، زربخت اور اُس کا باپ گھر میں نہیں ہیں۔ وہ مدائن روانہ ہو چکے ہیں اور گاؤں کے لوگ انہیں دریا تک پہنچانے کے لئے گئے ہیں۔ میرا چچا کہتا ہے کہ میرا بھائی بھی اُن کے ساتھ گیا ہے۔ انہیں روانہ ہوئے زیادہ دیر نہیں ہوئی اور شاید ابھی تک اُنہوں نے دریا بھی عبور نہ کیا ہوگا"۔

حسان نے جلدی سے باگ موڑ کر گھوڑے کو ایڑ لگا دی اور اُس کے ساتھی اُس کے پیچھے ہو لئے۔



قباد، اُس کی بیٹی اور گاؤں کے آٹھ آدمی جنہیں اُنہوں نے سفر میں ساتھ لے جانے کے لئے منتخب کیا تھا کشتی پر سوار ہو رہے تھے اور زربخت کنارے پر کھڑا گاؤں کے باقی آدمیوں کو ہدایات دے رہا تھا۔ "اب تمہیں فیصلہ کُن جنگ کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔ اب ہم دشمن پر پوری قوت کے ساتھ حملہ کریں گے۔

ابھی تک مسلمانوں نے ہمارے ہاتھی نہیں دیکھے تمہیں ایک عظیم فتح میں حصہ دار بننے کے لئے تیار رہنا چاہیے تم میرے باپ کی حالت دیکھ رہے ہو۔ انہیں علاج کے لئے کسی اچھے طبیب کی ضرورت ہے انہیں مدائن پہنچانے کے بعد میں اطمینان سے جنگ میں حصہ لے سکوں گا۔ میں بہت جلد واپس آؤں گا۔ میری غیر حاضری میں تمہاری کوشش یہ ہونی چاہیے کہ علاقے کا ہر آدمی تلوار اُٹھانے کے قابل ہو وہ ہمارے گاؤں میں پہنچ جائے۔"

ایک نوجوان چلایا: "وہ آرہے ہیں۔ آپ جلدی سے کشتی پر سوار ہو جائیں۔ زربخت نے مڑ کر دیکھا اور ایک ثانیہ کے لئے اُس کے پاؤں زمین سے پیوست ہو کر رہ گئے۔ کوئی تین سو گز کے فاصلے پر چند سوار گھنے درختوں سے نمودار ہوتے دکھائی دیئے۔ حسان سب سے آگے تھا۔ زربخت کشتی پر کود کر چلایا: "کشتی پار لے چلو، جلدی کرو!"

ایک نوجوان نے رسّا کھول دیا اور ملاح کشتی کھینے لگے۔ قباد بے حس و حرکت پالکی میں لیٹا ہوا تھا۔ وہ اچانک اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ زربخت نے کمان میں تیر چڑھا لیا اور اُس کے ساتھیوں نے تلواریں سنبھال لیں۔ ماہ بانو کرب و اضطراب کی حالت میں کبھی اپنے باپ، کبھی زربخت اور کبھی سرپٹ سواروں کی طرف دیکھ رہی تھی۔ حسان اُن سے پچاس ساٹھ قدم آگے تھا۔ اُس نے ایک ہاتھ بلند کر رکھا تھا۔ وہ دریا کے کنارے پہنچا تو کشتی پندرہ بیس گز دُور جا چکی تھی۔ وہ چلایا: "زربخت ٹھہرو! میری بات سنو! میں حسان ہوں۔ تمہاری بستی کو کوئی خطرہ نہیں، میں تمہاری حفاظت کی ذمہ داری لیتا ہوں۔ تھوڑی دیر کے لئے رُک جاؤ!"

کشتی سے ایک سنسناتا ہوا تیر آیا اور حسان کے بائیں بازو میں پیوست ہو گیا۔ اتنی دیر میں حسان کے ساتھی قریب آ چکے تھے۔ اُنہوں نے کسی توقف کے بغیر اپنی کمانیں سیدھی کر لیں۔ حسان نے مڑ کر اُن کی طرف دیکھا اور بلند آواز میں کہا: "خبردار تمہیں اُن پر حملہ کرنے کی اجازت نہیں"۔

پھر اُس نے ایک جھٹکے کے ساتھ اپنے بازو سے تیر نکال کر پھینک دیا۔ اتنی دیر میں گاؤں کے آدمی منتشر ہو کر اِدھر اُدھر بھاگ رہے تھے۔ حسان نے کسی توقف کے بغیر اپنا گھوڑا دریا میں ڈال دیا۔ اور بلند آواز میں چلانے لگا۔

"زربخت ٹھہرو! میری بات سن لو، پھر اگر تم جانا چاہو گے تو میں تمہیں روکنے کی کوشش نہیں کروں گا۔ میں تمہارے باپ کے لئے ایک اہم پیغام لایا ہوں۔ تمہارا گاؤں اور تمہارا گھر محفوظ ہے تمہیں بھاگنے کی ضرورت نہیں۔"

ماہ بانو پتھرائی ہوئی آنکھوں سے یہ دلخراش منظر دیکھ رہی تھی۔ قباد کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن اُس کی زبان گنگ ہو چکی تھی۔ ایک نوکر نے اُسے لٹانے کی کوشش کی لیکن اُس نے اُس کا ہاتھ جھٹک دیا۔ اُس کے ہونٹ لرز رہے تھے۔ اُس کے حلق سے مبہم سی آوازیں نکل رہی تھیں اور وہ اپنے ہاتھ اُٹھا اُٹھا کر زربخت کو کچھ سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا لیکن زربخت کشتی کے دوسرے سرے پر اپنے گرد و پیش سے بے نیاز کھڑا تھا اور اُس کی نگاہیں حسان پر مرکوز تھیں۔ ملاح قباد کی بے چینی دیکھ کر پوری قوت سے چپو کھینچ رہے تھے۔ گہرے پانی میں داخل ہونے کے بعد حسان گھوڑے سے اُتر پڑا اور ایک ہاتھ سے زین پکڑ کر اُس کے ساتھ تیرنے لگا۔ اب کشتی کے مقابلے میں اُس کی رفتار بہت کم تھی اور اُن کا درمیانی فاصلہ بتدریج زیادہ ہو رہا تھا۔ گردن کے سوا حسان کا سارا جسم پانی میں چھپا ہوا تھا لیکن تھوڑی دیر بعد منجدھار سے آگے نکل کر برابر پانی میں وہ دوبارہ گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ کشتی کنارے پر جا لگی اور حسان کا گھوڑا چند چھلانگیں لگانے کے بعد گھٹنے گھٹنے پانی میں پہنچ گیا۔ زربخت نے اطمینان سے نشانہ باندھا۔ ماہ بانو نے کرب کی حالت میں آنکھیں بند کر لیں۔ قباد اچانک اُٹھا اور اُس کے نوکر اور کشتی کے ملاح سکتے کے عالم میں اُس کی طرف دیکھنے لگے۔ وہ لرزتا اور ڈگمگاتا ہوا آگے بڑھا پھر اُس کی قوت اچانک جواب دے گئی۔ اُس نے گرتے گرتے زربخت سے لپٹنے کی کوشش میں اُسے ایک قدم آگے دھکیل دیا۔ اس کے ساتھ سے زربخت کی کمان سے تیر نکلا اور حسان کے گھوڑے کے ماتھے میں پیوست ہو گیا۔ زخمی گھوڑا اُچھلا اور اپنے سوار سمیت پانی میں گر پڑا۔

ماہ بانو کے منہ سے ایک دلخراش چیخ نکلی۔ وہ "ابا جان! ابا جان!" کہتی ہوئی آگے بڑھی اور قباد کو اُٹھانے کی کوشش کرنے لگی۔ زربخت نے کمان ایک طرف رکھ کر اُس کی مدد کی اور قباد کو پیٹھ کے بل لٹا دیا۔ اُس کی آنکھیں کھلی تھیں لیکن اُس کی نگاہوں کے سامنے موت کے پردے حائل ہو چکے تھے۔ ایک نوکر نے اُس کے منہ میں پانی ڈالنے کی کوشش کی لیکن پانی حلق سے نیچے اُترنے کی بجائے باچھوں سے بہہ نکلا۔ زربخت اُس کی نبض

ٹٹولنے کے بعد چلایا۔ "ابا جان! ابا جان!!" ایک بوڑھے ملاح نے کہا۔ "اب وہ آپ کی آواز نہیں سن سکتے۔ اب آپ اپنی جان بچانے کی کوشش کریں۔ اُس طرف دیکھیے وہ سب دریا میں گھوڑے ڈال چکے ہیں انہیں یہاں پہنچنے میں دیر نہیں لگے گی۔"

زرنجت نے دوسرے کنارے کی طرف دیکھا اور بلا توقف کمان اُٹھا کر گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔ حسان کوئی بیس گز دُور گھٹنے گھٹنے پانی میں کھڑا تڑپتے ہوئے گھوڑے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ زرنجت نے ترکش سے تیر نکال کر کمان پر چڑھایا۔ ماہ بانو اچانک تڑپ کر اُٹھی اور اُس سے لپٹ کر چلانے لگی۔ "نہیں بھائی جان نہیں۔ دیکھیے وہ آرہے ہیں۔ وہ آپ کو معاف نہیں کریں گے۔ آپ اُسے قتل کرنے کے بعد اپنی جان نہیں بچا سکیں گے۔"

زرنجت چلا رہا تھا۔ "ماہ بانو مجھے چھوڑ دو۔ مجھے موت کی پروا نہیں۔ لیکن حسان ہماری بے بسی کا تماشا نہیں دیکھے گا۔" پھر اُس نے ماہ بانو کو دھکا دے کر ایک طرف پھینک دیا اور حسان کی طرف کمان سیدھی کرلی۔ لیکن ماہ بانو نے اُسے تیر چلانے کی مہلت نہ دی۔ وہ گرتے ہی اُٹھی اور اُس کا بازو پکڑ کر چلائی۔ "میں تمہیں خودکشی کی اجازت نہیں دُوں گی۔ بھائی جان پہلے مجھے قتل کردو۔"

"پاگل لڑکی مجھے چھوڑ دو۔ میں تمہیں ایک لونڈی بنتے نہیں دیکھ سکتا۔ وہ میرے باپ کا قاتل ہے۔ میں اُسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

"نہیں نہیں، اباجان آپ کو تیر چلانے سے منع کرنے کے لیے اُٹھے تھے۔ اُنہیں یقین ہو چکا تھا کہ وہ لڑائی کی نیت سے نہیں آیا۔ بھائی جان آپ کمان پھینک دیں میں اُسے واپس بھیجنے کی ذمہ داری لیتی ہوں۔"

زرنجت نے اپنے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔ "تم ۔۔۔ تم اُس کے ساتھ جانا چاہتی ہو؟"

ماہ بانو نے کہا۔ "تم بیوقوف بھی ہو اور ظالم بھی۔ لیکن خدا کے لیے مجھے صرف ایک بار یہ ثابت کرنے کا موقع دو کہ میں تمہاری بہن ہوں اور میرا خون تمہارے خون سے مختلف نہیں اگر میں اُسے آگے بڑھنے سے روک نہ سکی تو تمہیں اپنا سارا ترکش خالی کرنے سے منع نہیں کروں گی۔" ماہ بانو نے یہ کہتے ہوئے اچانک اپنے

بھائی کی کمر میں لٹکا ہوا خنجر نکال لیا اور مُڑ کر حسان کی طرف دیکھنے لگی۔ وہ چند قدم اور آگے آچکا تھا۔

ماہ بانو چیختے ہوئے خنجر کی نوک اپنے سینے پر رکھ کر چلائی۔ "ٹھہرو! اگر تم ایک قدم آگے بڑھے تو اس کشتی میں میری لاش دیکھو گے۔ اگر تم میرے باپ سے کچھ کہنا چاہتے تھے تو وہ مر چکا ہے اور میرا بھائی تمہاری کوئی بات نہیں سُنے گا۔"

حسان رُک گیا۔

ماہ بانو نے قدرے توقف کے بعد کہا۔ "تم واپس چلے جاؤ اور اپنے ساتھیوں کو بھی اس طرف آنے سے روکو۔ اگر تم اپنے بھائی کے متعلق کچھ کہنا چاہتے ہو تو ہم تمہیں یہ اطمینان دلا سکتے ہیں کہ ہم اُس سے تمہاری دشمنی کا انتقام نہیں لیں گے؟"

حسان نے کہا۔ "زرنجت میں آگے نہیں آؤں گا۔ میرے ساتھی بھی واپس چلے جائیں گے لیکن مجھے بات کرنے کا موقع دو۔ میں تمہارے لیے صلح، امن اور دوستی کا پیغام لایا ہوں۔"

زرنجت نے جواب دیا۔ "میں کسریٰ کا سپاہی ہوں اور کسریٰ کے دشمن میرے دوست نہیں ہو سکتے۔ اب ہماری ملاقات صرف میدان جنگ میں اور ہماری گفتگو صرف تلواروں کی زبان سے ہو سکتی ہے۔"

"اگر تمہاری یہی خواہش ہے تو تمہیں زیادہ دیر انتظار نہیں کرنا پڑے گا۔"

ماہ بانو نے کہا۔ "حسان جاؤ اور اگر میرا باپ تم پر کوئی حق رکھتا تھا تو میں تم سے آخری بار یہ درخواست کرتی ہوں کہ ہمارا پیچھا نہ کرو۔ اب باتوں سے کوئی فائدہ نہیں۔"

حسان چند ثانیے بے حس و حرکت کھڑا رہا۔ پھر وہ مڑا اور آہستہ آہستہ قدم اُٹھاتا ہوا دوسرے کنارے کی طرف جانے کے لیے پانی میں تیرنے لگا۔ اتنی دیر میں اُس کے ساتھی بھی دریا میں اپنے گھوڑے ڈال چکے تھے۔ تھوڑی دیر بعد وہ گہرے پانی میں تیر رہا تھا۔ منجدھار کے قریب اُس کو اپنے ایک ساتھی کے گھوڑے کا سہارا مل گیا اور وہ بلند آواز میں چلایا۔ "واپس چلو! واپس چلو!"

ایک آدمی نے جواب دیا۔ "لیکن اُنہوں نے آپ کو قتل کرنے کی کوشش کی تھی اور آپ کا گھوڑا بھی ہلاک کر دیا ہے۔"

"نہیں نہیں تم واپس چلو، میں تمہیں حکم دیتا ہوں۔"

حسان کے ساتھیوں نے بادلِ ناخواستہ اپنے گھوڑے موڑ لیے۔ دریا عبور کرنے کے بعد حسان نڈھال سا ہو کر ریت پر بیٹھ گیا۔ اُس کے زخم سے ابھی تک خون رِس رہا تھا۔ ایک آدمی نے جلدی سے اپنا عمامہ اُتارا اور ایک ٹکڑا پھاڑ کر حسان کے بازو پر پٹی باندھتے ہوئے کہا۔ "میں حیران ہوں کہ آپ نے ہمیں اُن کا پیچھا کرنے کی اجازت کیوں نہیں دی۔ دیکھئے وہ ابھی تک دریا کے کنارے بیٹھے ہوئے ہیں۔ اگر آپ اجازت دیں تو اُنہیں آسانی سے گرفتار کیا جا سکتا ہے۔"

حسان نے جواب دیا۔ "ہم اُنہیں گرفتار کرنے کے لئے نہیں آئے تھے۔"

دُوسرے آدمی نے کہا۔ "لیکن وہ تو آپ کی بات سُننے کے لئے بھی تیار نہیں تھے۔"

حسان نے مغموم لہجے میں جواب دیا۔ "شاید بات کرنے کے لئے یہ وقت موزوں نہیں تھا۔"

گاؤں کے ایک آدمی نے کہا۔ "زرنجت کو شاید یہ شک ہُوا تھا کہ آپ اُن پر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔"

"مجھے معلوم نہیں اُس نے کیا سوچا تھا۔ بہرحال اُس کے باپ نے دوسری بار میری جان بچائی ہے۔ اگر وہ میری مدد نہ کرتا تو جس تیر سے میرا گھوڑا ہلاک ہُوا ہے وہ میرے لئے بھی مُہلک ثابت ہو سکتا تھا۔"

حسان اور اُس کے ساتھی کچھ دیر دریا کے دوسرے کنارے کی طرف دیکھتے رہے۔ پھر جب زرنجت، اُس کی بہن اور دو نوکر گھوڑوں پر سوار ہو گئے اور باقی آدمی پالکی اور دوسرا سامان اُٹھا کر اُن کے ساتھ چل پڑے تو حسان اُٹھا اور اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہو کر بولا۔ "آؤ چلیں۔"



زرنجت نے دریا کے پار اپنے راستے کی پہلی بستی میں قباد کی میّت کی آخری رسوم ادا کیں، رات بستی کے زمیندار کے ہاں قیام کیا۔ چار ذاتی نوکروں کے سوا گاؤں سے جو آدمی اُس کے ساتھ آئے تھے، واپس جانے کے لئے بے چین تھے۔ زرنجت نے غروبِ آفتاب کے بعد اُنہیں رخصت کیا اور اپنے ایک نوکر کو اُن کے ساتھ روانہ کرتے ہوئے ہدایت کی کہ تم گاؤں کے حالات معلوم کرنے کے بعد راتوں رات واپس پہنچ جاؤ! یہ نوکر پچھلے پہر واپس آ گیا اور اُس نے اطلاع دی کہ گاؤں میں بالکل امن ہے اور مُسلمان آپ کے مکان

سے باہر کھُلے میدان میں ڈیرہ ڈالے پڑے ہیں۔ شام کے وقت گاؤں کے وہ آدمی بھی واپس پہنچ گئے تھے جو مذار کی جنگ میں قید ہوئے تھے۔ اُنہوں نے آتے ہی لوگوں کا خوف و ہراس دُور کر دیا ہے۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ مُسلمان ہمارے دشمن نہیں ہیں بلکہ ہمیں ایک ظالم حکومت سے نجات دلانے آئے ہیں۔"

زرنجت نے پوچھا۔ "تم نے اُن میں سے کسی کو دیکھا ہے؟"

"جناب میں نے کئی آدمیوں کو دیکھا ہے۔ پہلے میں چھُپ کر ایک کسان کے گھر میں داخل ہُوا۔ پھر مجھے پتہ چلا کہ مجھے وہاں کوئی خطرہ نہیں۔ مُسلمانوں نے یہ اعلان کیا ہے کہ ہم اس علاقے کے باشندوں کی جان، مال اور عزت کے محافظ ہیں اور اُس کا یہ اثر ہُوا ہے کہ گاؤں کے جو لوگ خوفزدہ ہو کر جنگل میں چھُپ گئے تھے وہ بھی واپس آ گئے ہیں۔ مجھے یہ باتیں ناقابلِ یقین معلوم ہوتی تھیں پھر میں ایک ایک گھر میں گیا اور واپس آنے والے قیدیوں سے باتیں کیں۔ اُنہوں نے یہ بتایا کہ مُسلمانوں نے صرف ہمارے گاؤں کے آدمیوں کو ہی نہیں بلکہ اس علاقے کے تمام عرب قیدیوں کو رہا کر دیا ہے۔ گاؤں کے لوگوں کو اس بات کا افسوس تھا کہ آپ نے بلاوجہ اپنا گھر چھوڑ دیا ہے۔ وہ یہ کہتے تھے کہ اگر آپ واپس آ جائیں تو مسلمانوں اپنا بہترین دوست پائیں گے۔ اُنہیں آقا کی موت کی خبر سُن کر بہت دُکھ ہُوا ہے۔"

زرنجت نے مضطرب ہو کر کہا۔ "لیکن میں نے تم سب کو آبا جان کی موت کا ذکر کرنے سے منع کر دیا تھا۔"

"جناب ہم سے پہلے کشتی کا کوئی ملاح گاؤں والوں کو یہ اطلاع پہنچا چکا تھا۔ پھر جب میرے ساتھیوں میں سے کسی نے اُنہیں یہ بتایا کہ آپ آج رات اس گاؤں میں قیام کریں گے تو کئی آدمی اُسی وقت آپ کے پاس آنے کے لئے تیار ہو گئے تھے۔ وہ مجھے مسلمانوں کے سالار کے پاس لے جانا چاہتے تھے لیکن میں نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ اب رات زیادہ ہو چکی ہے، صبح دیکھا جائے گا۔ میں نے یہ خطرہ محسوس کیا تھا کہ شاید مسلمان دوبارہ آپ کا پیچھا کرنے کی کوشش کریں۔"

زرنجت نے تلملا کر کہا۔ "تمہارا مطلب ہے کہ اگر وہ رات کے وقت ہمیں اس گاؤں میں گھیرنے کی بجائے یہاں سے چند کوس دُور دن کی روشنی میں گرفتار کر لیں تو خطرہ کم ہو جائے گا؟"

نوکر نے پریشان ہو کر جواب دیا "جناب یہ میرا وہم تھا۔ ورنہ گاؤں کے لوگ بار بار یہی کہتے تھے کہ مسلمانوں کا سالار آپ کے پاس دوستی کا پیغام لے کر آیا تھا۔"

"اور اب گاؤں کے یہ بیوقوف صبح ہوتے ہی مسلمانوں کو لے کر یہاں پہنچنے کی کوشش کریں گے۔" زرنجت یہ کہہ کر اپنے میزبان کی طرف متوجہ ہوا۔ "میں مسلمانوں کے سالار کو جانتا ہوں، وہ ہمیں قتل کرنے کی بجائے زندہ گرفتار کرنا چاہتا ہے۔ اگر دن کے وقت دریا عبور کرتے ہوئے میں اُسے یہ یقین دلانے کی کوشش نہ کرتا کہ میں آخری سانس تک مقابلہ کرنے کا فیصلہ کر چکا ہوں تو وہ میرا پیچھا نہ چھوڑتا۔ اب گاؤں کے لوگ اُس کے ساتھ آئیں گے اور میں یہ نہیں چاہتا کہ ہماری وجہ سے آپ کو کسی مصیبت کا سامنا کرنا پڑے۔ ہم ابھی روانہ ہو جائیں گے۔ آپ ہمارا سامان بیل گاڑی پر مدائن بھجوا دیں۔ میں بہت جلد ایران کے ایک عظیم لشکر کے ساتھ واپس آؤں گا لیکن اس سے قبل اپنی بہن کو مدائن پہنچانا ضروری سمجھتا ہوں۔"



تھوڑی دیر بعد زرنجت اور ماہ بانو اپنے میزبان کے گھر سے باہر نکلے۔ دروازے پر اُن کے چار نوکر گھوڑوں کی باگیں تھامے کھڑے تھے۔ ایک بیل گاڑی پر اُن کا سامان لدا تھا۔ زرنجت نے ایک نوکر کو سامان کے ساتھ آنے اور دو کو گھوڑوں پر سوار ہو کر اپنے ساتھ چلنے کا حکم دیا۔ پھر وہ اُس نوکر کی طرف متوجہ ہوا جو گاؤں کے حالات معلوم کرنے کے بعد واپس آیا تھا۔ "دیکھو اب میں تمہیں ایک اور ذمہ داری سونپ رہا ہوں۔ تم واپس جاؤ اور گاؤں والوں سے یہ کہو کہ ہم رات ہوتے ہی یہاں سے روانہ ہو گئے تھے۔ اگر راستے میں مسلمان ملیں تو انہیں یہ بتاؤ کہ ہم ... جا چکے ہیں اور راستے سے فوج کا ایک دستہ ہمارے ساتھ شامل ہو چکا ہے۔ کاؤس کو میری طرف سے یہ پیغام دو کہ میں بہت جلد واپس آؤں گا۔"

نوکر کو رخصت کرنے کے بعد زرنجت نے ماہ بانو کو ایک گھوڑے پر بٹھا دیا۔ پھر اُس نے اپنے میزبان سے مصافحہ کیا اور جلدی سے دوسرے گھوڑے پر سوار ہو گیا۔

طلوعِ آفتاب کے قریب وہ ایک بستی کے کنویں سے تھکے ہوئے گھوڑوں کو پانی پلا رہے تھے۔ ماہ بانو نڈھال سی ہو کر زمین پر جھکی ہوئی تھی۔ زرنجت نے پیار سے اُس کی طرف دیکھا اور کہا "یہاں سے

صرف چار کوس کے فاصلے پر ہماری ایک چوکی ہے۔ وہاں پہنچ کر ہم کچھ دیر آرام کر سکیں گے اور اُس سے آگے ہمیں کوئی خطرہ نہ ہوگا۔"

ماہ بانو نے کوئی جواب نہ دیا۔ گھوڑوں کو پانی پلاتے ہی وہ آگے چل پڑے۔ قریباً ایک کوس طے کرنے کے بعد ماہ بانو نے اپنے گھوڑے کی باگ کھینچ لی اور اُس کے پیچھے آنے والے نوکروں نے بھی اپنے گھوڑے روک لئے۔ زرنجت کچھ فاصلہ آگے جا کر واپس مُڑا اور اپنی بہن کے قریب پہنچ کر چلایا۔ "کیا بات ہے تم رُک کیوں گئیں؟"

"بھائی جان! ذرا آہستہ چلئے۔ میں بہت تھک گئی ہوں۔" ماہ بانو یہ کہہ کر گھوڑے سے اُتری اور سر پکڑ کر زمین پر بیٹھ گئی۔

زرنجت نے کہا "میری بہن مجھے تمہاری تکلیف کا احساس ہے لیکن ذرا ہمت سے کام لو، ابھی ہم خطرے کی حدود سے باہر نہیں نکلے۔"

ماہ بانو اُٹھی اور اُس نے گھوڑے کا سہارا لینے کے لئے دونوں بازو زین پر رکھتے ہوئے کہا "بھائی جان! آپ جس خطرے سے بھاگ رہے تھے وہ دریا عبور کرنے کے بعد ختم ہو گیا تھا۔ میں بہت تھک گئی ہوں۔"

"ماہ بانو! مجھے اپنا خوف نہیں، میں صرف تمہاری وجہ سے بھاگ رہا ہوں، ابھی تک یہ بات تمہاری سمجھ میں۔" زرنجت یہاں تک کہہ کر رُک گیا اور پھر نوکروں کی طرف متوجہ ہو کر بولا "تم آہستہ آہستہ آگے چلو، ہم آتے ہیں۔"

نوکروں نے اُس کے حکم کی تعمیل کی جب وہ چند قدم دُور چلے گئے تو زرنجت نے کہا "اب تک یہ بات تمہاری سمجھ میں آ جانی چاہیے تھی کہ اُس کا مقصد میرے ساتھ طاقت آزمائی نہیں تھا بلکہ تمہیں گرفتار کرنا تھا۔ اگر ہمارے درمیان دریا کا پانی اور اُس کے بعد میرے تیر حائل نہ ہوتے تو وہ واپس نہ جاتا۔ جنگی قیدیوں کو رہا کر کے واپس لانے اور ہماری بستی کے لوگوں کے ساتھ محبت جتلانے سے اُس کا مقصد ہمیں فریب دینے کے سوا کچھ نہیں۔ وہ یہ چاہتا ہے کہ ہم اُس کے زیر دستوں کی حیثیت اختیار کرنے پر آمادہ ہو

جائیں۔ اُس نے ہمارے کسانوں اور نوکروں کا خوف وہراس اِس لئے دُور کیا ہے کہ ہم مطمئن ہو کر لوٹ آئیں صبح ہوتے ہی جب وہ بیوقوف اُسے یہ بتائیں گے کہ ہم دریا سے صرف چند میل دُور ایک بستی میں ٹھہر گئے تھے تو وہ ایک لمحہ ضائع کئے بغیر وہاں پہنچنے کی کوشش کرے گا۔ ممکن ہے کہ زخمی ہونے کی وجہ سے وہ خود نہ آ سکے لیکن اب تک نامعلوم کتنے مُسلمان ہمارے گاؤں میں جمع ہو چکے ہوں گے۔ مجھے اس بات کا ڈر نہیں کہ جب میرا ترکش خالی ہو جائے گا تو وہ میری بوٹیاں نوچ ڈالیں گے۔ لیکن میں یہ نہیں دیکھ سکونگا وہ تمہیں قیدی بنا کر لے جائیں۔"

ماہ بانو نے آہستہ سے گردن اُٹھائی۔۔۔ اور مُڑ کر اپنے بھائی کی طرف دیکھا اور پھر رکاب میں پاؤں رکھ کر زین پر بیٹھتے ہوئے بولی: "بھائی جان! اگر آپ کو یہ شبہ ہے کہ میں اُس کی قید میں زندہ رہ سکوں گی تو اپنے ترکش کا آخری تیر میرے لئے محفوظ رکھیئے۔ لیکن میں جانتی ہوں، وہ نہیں آئے گا، وہ کبھی نہیں آئے گا۔ اب ہم صرف ایک فرضی خطرے سے بھاگ رہے ہیں۔"

ان الفاظ کے ساتھ ماہ بانو کی آنکھوں میں آنسو اُمڈ آئے۔

زربخت نے کہا: "ممکن ہے کہ تمہارا یہ خیال درست ہو۔ تاہم ہمیں احتیاط کرنی چاہیئے۔ اب ہمیں گھوڑے بھگانے کی ضرورت نہیں لیکن رُکنا بھی ٹھیک نہیں۔"

وہ کچھ دیر معمُولی رفتار سے چلتے رہے۔ بالآخر زربخت نے کوئی آدھ میل دُور ایک بستی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: "ماہ بانو! مجھے افسوس ہے کہ میں نے تمہیں بلاوجہ تکلیف دی۔ ہم اُس بستی میں آرام کریں گے۔ تم نے کل سے کچھ نہیں کھایا اور ہمارے گھوڑے بھی جواب دے رہے ہیں۔ اب مجھے بھی یقین ہے کہ وہ ہمارا پیچھا نہیں کرے گا۔ میں حیران ہوں کہ یہ بات پہلے میرے ذہن میں کیوں نہ آئی کہ جب تک سہیل مدائن میں ہے اُس کا بھائی ایک دشمن کی حیثیت سے ہمارے سامنے آنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ لیکن ماہ بانو! میری بات غور سے سُنو! سہیل کو ان باتوں کا علم نہیں ہونا چاہیئے۔ میں حسان کو اپنے باپ کا قاتل سمجھتا ہُوں۔ ہم سہیل سے انتقام نہیں لیں گے لیکن حسان کو معاف نہیں کر سکتے۔ مجھے یقین ہے کہ عنقریب ایران کی افواج عرب کے صحراؤں کا رُخ کریں گی۔ اگر سہیل نے میری

توقعات پُوری کیں تو اُسے ایران کی فوج کا سپاہی بننے میں دیر نہیں لگے گی۔ اب بھی تیغ زنی، نیزہ بازی اور تیر اندازی میں اُس کے ہم عمر اُس کے ساتھ برابری کا دعویٰ نہیں کر سکتے۔ میں اُسے مُسلمانوں کے ساتھ نفرت کرنا سکھاؤں گا اور میری زندگی کی سب سے بڑی خوشی یہ ہو گی کہ کسی دن حسان ایک قیدی کی حیثیت سے ہمارے سامنے پیش ہو اور میں جلاّد کا کام سہیل کو سونپ دُوں۔ ماہ بانو! مجھ سے وعدہ کرو کہ تم مدائن پہنچ کر سہیل کے سامنے حسان کا ذکر نہیں کرو گی۔"

ماہ بانو نے جواب دیا: "میں اس شرط پر وعدہ کرتی ہوں کہ جب تک سہیل ہماری پناہ میں ہے، آپ اُس پر کوئی سختی نہیں کریں گے۔"

زربخت نے جواب دیا: "اگر حسان ہمیں فریب دینے کے لئے ہماری بستی کے کسانوں کو سینے سے لگا سکتا ہے تو مجھے بھی اُس کے بھائی کے ساتھ اچھا سلوک کرتے ہوئے تکلیف نہیں ہو گی۔"

"آپ مطمئن رہیں، میں اُس سے حسان کا ذکر نہیں کروں گی۔"

"تم اُسے یہ بھی نہیں بتاؤ گی کہ وہ زندہ ہے اور ہمارے گھر آیا تھا؟"

"میں اُسے یہ بھی نہیں بتاؤں گی۔"

زربخت نے قدرے توقف کے بعد کہا: "سہیل کا بھائی مر چکا ہے، صرف ہمارا دشمن زندہ ہے۔"

ماہ بانو کچھ دیر خاموش رہی۔ بالآخر اُس نے کہا: "بھائی جان! میں یہ سوچ رہی ہوں کہ اگر ابا جان زندہ ہوتے تو وہ یہ باتیں سُن کر کیا کہتے!"

"تمہیں یہ سوچنے کی ضرورت نہیں، میں ابا جان کی رُوح کی پکار سُن سکتا ہُوں۔ وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ اگر تم میرے بیٹے ہو تو حسان کو مُعاف نہ کیجیو۔"

"لیکن بھائی جان اُنہوں نے آپ کو تیر چلانے سے روکنے کی کوشش کی تھی اور لُڑھکنے سے قبل وہ کچھ کہنا چاہتے تھے۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا اُن کے ہونٹ ہل رہے تھے لیکن زبان مفلوج ہو چکی تھی۔"

"اگر حسان یہ ایچانہ کرتا تو اُنہیں یہ حادثہ پیش نہ آتا۔ اُنہوں نے مجھے تیر چلانے سے صرف اس لئے

روکنے کی کوشش کی تھی کہ وہ تمہیں مسلمانوں کے انتقام سے بچانا چاہتے تھے۔ شاید انہیں بھی یہ خیال آیا ہو کہ سہیل کی وجہ سے وہ ہم پر حملہ نہیں کرے گا یا ممکن ہے کہ وہ آخری وقت تک یہ سمجھتے ہوں کہ جس شخص کو ہم نے اپنے گھر میں پناہ دی تھی اتنا ذلیل ثابت نہیں ہوگا۔ بہرحال وہ مر چکے ہیں اور اُن کی زندگی کا سب سے آخری اور سب سے بڑا صدمہ یہی تھا کہ جہلا اور کا دوست جسے وہ اپنا بیٹا سمجھتے تھے، مسلمانوں کے لشکر کے ساتھ ہمارے گاؤں پر قبضہ کرنے کے لئے آیا تھا۔"



چوتھے روز زربخت اور اُس کی بہن مدائن پہنچ گئے۔ زربخت کا مکان دریائے دجلہ کے کنارے شہر کی ایک مضافاتی بستی میں تھا۔ ڈیوڑھی کے ساتھ ایک طرف ایک کشادہ اصطبل اور نوکروں کے کمرے تھے اور دوسری طرف ایک وسیع دالان مہمان خانے کا کام دیتا تھا۔ پھر ایک دیوار جس کے درمیان ایک دروازہ تھا۔ حویلی کے اس حصے کو مکان سے جُدا کرتی تھی۔ ایک نوکر نے اُن کا خیر مقدم کیا اور اُن کے گھوڑوں کی باگیں پکڑ لیں۔ زربخت نے سہیل کے متعلق پوچھا۔

نوکر نے جواب دیا۔ "وہ صبح ہوتے ہی گھوڑا لے کر نکل گیا تھا۔ ابھی تک واپس نہیں آیا۔ وہ کہتا تھا کہ آج فوجی کھیلوں کا مقابلہ ہے۔"

زربخت نے اپنے ساتھ آنے والے نوکروں کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ "تم گھوڑے اصطبل میں باندھ دو لیکن میرے گھوڑے کی زین اُتارنے کی ضرورت نہیں۔"

پھر وہ سکونتی مکان کے اندر داخل ہوئے۔ وہاں ایک تنگ صحن سے آگے ایک برآمدہ تھا اور اُس کے پیچھے تین کمرے تھے۔ زربخت نے اپنی بہن سے کہا۔ "ماہ بانو! یہ ہمارا نیا گھر ہے، اب تم آرام کرو۔ میں تھوڑی دیر کے لئے فوجی مستقر کی طرف جا رہا ہوں۔ ہمارے پڑوس میں زیادہ تر فوج کے عہدہ دار رہتے ہیں۔ آج تمہارے پاس بہت سی عورتیں آئیں گی۔"

زربخت باہر نکل گیا اور ماہ بانو برآمدے میں ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔ تھوڑی دیر بعد زربخت واپس آگیا اور اُس نے اندرونی صحن میں پاؤں رکھتے ہی بلند آواز میں کہا۔ "ماہ بانو ادھر آؤ، تمہیں ایک تماشا دکھاؤں۔"

ماہ بانو جلدی سے آگے بڑھی۔ "کیا بات ہے بھائی جان؟"

زربخت نے جواب دیا۔ "ذرا باہر نکل کر دیکھو۔"

وہ زربخت کے ساتھ ڈیوڑھی سے باہر نکلی تو سڑک پر دائیں ہاتھ قریباً ایک سو اُچھلتے کودتے اور نعرے لگاتے ہوئے لڑکوں کا جلوس دکھائی دیا۔ اُن سے آگے ایک لڑکا گھوڑے پر سوار تھا۔

"یہ کون ہیں؟" ماہ بانو نے اپنے بھائی سے پوچھا۔

"تمہیں ابھی معلوم ہو جائے گا۔"

جب یہ جلوس مکان کی طرف مڑا تو ماہ بانو نے کہا۔ "بھائی جان! وہ تو سہیل معلوم ہوتا ہے لیکن میں اس جلوس کا مطلب نہیں سمجھی۔ یہ لڑکے اُس کے ساتھ مذاق تو نہیں کر رہے؟"

"مدائن کے لڑکے سہیل کے ساتھ مذاق نہیں کر سکتے۔ اُس کا چہرہ بتا رہا ہے کہ وہ کوئی بڑا کارنامہ انجام دے کر آیا ہے۔"

سہیل نے اچانک اُن کی طرف دیکھا اور گھوڑے سے کود کر بھاگتا ہوا آگے بڑھا۔ زربخت اور ماہ بانو کے سامنے اُس کی نگاہیں زمین میں گڑی جا رہی تھیں اور چہرہ حیا کے مارے سُرخ ہو رہا تھا۔ اُس کے گھوڑے نے ایک لڑکے کے ہاتھ سے باگ چھڑائی اور بھاگتا ہوا ڈیوڑھی کے اندر چلا گیا۔ جلوس چند قدم دُور جا کر رُک گیا اور لڑکے تذبذب کی حالت میں ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے، پھر ایک لڑکا جو عمر کے لحاظ سے ذرا بڑا معلوم ہوتا تھا، جھجکتا ہوا آگے بڑھا اور اُس نے زربخت سے مخاطب ہو کر کہا۔ "سہیل تیراندازی اور نیزہ بازی کے مقابلے جیت کر آیا ہے۔ کل تیغ زنی کا مقابلہ ہوا تھا اور سہیل نے چار لڑکوں کو شکست دی تھی۔ پھر اس کا مقابلہ طہماسپ کے ساتھ ہوا تو یہ برابر رہا۔"

زربخت نے پوچھا۔ "طہماسپ کون ہے؟"

لڑکے نے جواب دیا۔ "جناب وہ سپہ سالار بہمن کا بیٹا ہے۔ اُس کا قد مجھ سے ایک بالشت اونچا ہے۔ مکتب میں اُس کا آخری سال ہے اور تیغ زنی میں کوئی لڑکا اُس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ بڑی عمر کے لڑکے اُسے اُکسا کر سہیل کے مقابلے میں لے آئے تھے۔ اُس نے یہ کہا تھا کہ میں آنکھ جھپکنے میں سہیل

سے ہارمنوالوں گا لیکن سہیل نے اُس کا غرور خاک میں ملا دیا۔"

اتنی دیر میں باقی لڑکے بھی اُن کے گرد جمع ہو چکے تھے۔ زربخت نے اُن کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔

"اب تم جاؤ اور اپنے تھکے ہوئے دوست کو آرام کرنے دو۔"

لڑکے وہاں سے کھسکنے لگے اور زربخت سہیل سے مخاطب ہوا۔ "سہیل میں سپہ سالار کے پاس جا رہا تھا سڑک پر تمہارا جلوس دیکھا تو لوٹ آیا۔"

سہیل نے کہا۔ "بھائی جان! میں نے انہیں منع کیا تھا لیکن وہ میرے ساتھ آنے پر مُصر تھے اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ آ گئے ہیں تو میں گھوڑا بھگا کر یہاں پہنچ جاتا۔"

"اسے تمہیں یہ بات پسند نہیں کہ تم کوئی بڑا کام کرو اور تمہارے دوست تمہارا جلوس نکالیں۔ اب جاؤ اور اپنی بہن کے ساتھ باتیں کرو۔ میں تھوڑی دیر تک واپس آ جاؤں گا۔"

زربخت یہ کہہ کر وہاں سے چل دیا۔

تھوڑی دیر بعد سہیل اور ماہ بانو مکان کے برآمدے میں ایک دوسرے کے سامنے کھڑے تھے۔ ماہ بانو کچھ دیر خاموشی سے سہیل کی طرف دیکھتی رہی۔ پھر وہ ایک قدم آگے بڑھی اور اُس کے کندھوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولی۔ "بھائی جان کہتے تھے کہ اب تم سہیل کو پہچان بھی نہیں سکو گی تم واقعی بڑے معلوم ہوتے ہو۔"

"آپ ٹھیک ہیں؟"

"میں بہت تھک گئی ہوں۔" ماہ بانو نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے جواب دیا۔

"باباجی کہاں ہیں۔ وہ نہیں آئے؟"

ماہ بانو نے سر جھکاتے ہوئے مغموم لہجے میں کہا۔ "بیٹھ جاؤ سہیل!"

سہیل پریشان سا ہو کر دوسری کرسی پر بیٹھ گیا۔ ماہ بانو نے کچھ دیر سوچنے کے بعد اُس کی طرف دیکھا اور کہا۔ "سہیل ابا جان اب ہمارے پاس نہیں آئیں گے۔ اُنہوں نے مدائن کے راستے میں ہمارا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔" ان الفاظ کے ساتھ ماہ بانو کی آنکھوں میں آنسو اُمڈ آئے۔ سہیل دیر تک سکتے کے عالم میں اُس کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر اُس کی نگاہوں کے سامنے آنسوؤں کے پردے حائل ہو گئے۔

اور اُس نے اپنا چہرہ آستین میں چھپا لیا۔

"تم نے اپنے بھائی کے متعلق نہیں پوچھا؟" ماہ بانو نے قدرے توقف کے بعد سوال کیا۔

سہیل نے پُرامید ہو کر ماہ بانو کی طرف دیکھا اور پھر اچانک اُس کے چہرے پر مایوسی کے بادل چھا گئے۔ اُس نے مغموم لہجے میں سوال کیا۔ "آپ کو ان کے متعلق کوئی اطلاع نہیں ملی؟"

ماہ بانو نے ڈوبتی ہوئی آواز میں جواب دیا۔ "کاش میں تمہیں اُس کے متعلق کوئی اطلاع دے سکتی۔ اب تمہیں حوصلے سے کام لینا پڑے گا سہیل۔ شاید کچھ عرصہ ہم اپنے گاؤں بھی نہ جا سکیں۔"

سہیل نے کہا۔ "مجھے یقین ہے کہ اگر میرا بھائی جان زندہ ہے تو کسی نہ دن واپس ضرور آئے گا اور اگر ہم وہاں نہ گئے تو بھی اُپ کا کوئی نوکر ہمارے پاس ضرور بھیجے گا۔ اُسے ہرمز سے خطرہ تھا اور میں نے سُنا ہے کہ وہ مر چکا ہے۔ اب بھائی جان شاید مدائن آنے میں بھی کوئی خطرہ محسوس نہ کریں۔"

ماہ بانو نے کہا۔ "سہیل مجھ سے وعدہ کرو کہ تم زربخت کے سامنے ہرمز کی موت پر خوشی کا اظہار نہیں کرو گے۔ اُس نے مسلمانوں کے ساتھ جنگ کی تھی اور ایران کا ہر آدمی اُسے ایک بہادر آدمی کی حیثیت سے یاد کرتا ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ تم اُسے معاف نہیں کر سکتے، لیکن زربخت ایران کا سپاہی ہے۔ وہ اُس کی برائی سُننا پسند نہیں کرے گا۔ شاید تمہیں معلوم نہیں کہ ہمارے گاؤں پر مسلمانوں کا قبضہ ہو چکا ہے اور ہم وہاں سے اپنی جان اور عزت بچا کر بھاگ گئے تھے۔ ابا جان کی موت کی وجہ یہ تھی کہ مسلمانوں نے ہمارا تعاقب کیا تھا اور جب ہم کشتی پر سوار ہو کر دریا عبور کر رہے تھے تو ایک سوار نے دجلہ کے دوسرے کنارے تک ہمارا پیچھا نہیں چھوڑا۔ وہ بھائی جان کے پہلے تیر سے زخمی ہوا تھا لیکن جب اُسے دوسرے تیر سے ہلاک کرنے والے تھے تو ابا جان نے اُنہیں روکنے کی کوشش کی۔ وہ بچ گیا لیکن ابا جان اُٹھتے ہی گر پڑے۔"

"ابا جان نے اُس ظالم کو بچانے کی کوشش کیوں کی تھی؟"

ابا جان کو یہ خطرہ تھا کہ اگر وہ مر گیا تو اُس کے ساتھی ہمیں زندہ نہ چھوڑیں گے۔ سہیل مجھے یہ بتاؤ کہ اگر ایران کی فوج اُس آدمی کو گرفتار کرے اور پھر اُسے تمہارے سامنے پیش کیا جائے تو تم

اُس کے ساتھ کیا سلوک کرو گے ؟"

سہیل نے جواب دیا " اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ وہ کون تھا اور اُس کا گھر کہاں ہے تو میں اُس کی گرفتاری کا انتظار نہیں کروں گا۔ میں تنہا اُس کی تلاش میں نکلوں گا اور مجھے اس بات کی پروا نہیں ہو گی کہ اُس کا قلعہ کتنا مضبوط اور اُس کی حفاظت کرنے والوں کی تعداد کتنی ہے "



مذار کی شکست کے بعد دجلہ اور فرات کے درمیان عیسائی قبائل جو ایران کی معمولی فوج کو بھی مسلمانوں کی پیشقدمی روکنے کے لئے کافی سمجھتے تھے' اب زیادہ سنجیدگی کے ساتھ نئی صورتِ حال کے متعلق سوچ رہے تھے۔ کسریٰ اردشیر کی دعوت پر اُن کے سردار مدائن میں جمع ہوئے اور اُس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اُنہوں نے مسلمانوں کے خلاف ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر جوش و خروش کا مظاہرہ کیا اور پھر چند دن بعد یہ خبر مشہور ہوئی کہ یہ لوگ اپنے اپنے لشکر کے ساتھ ولجہ کی طرف پیشقدمی کر رہے ہیں اور بہمن کی قیادت میں ایران کی فوج اُن کے پیچھے آ رہی ہے۔ چند دن بعد اردشیر نے بیماری کی حالت میں یہ خبر سُنی کہ خالد بن ولید نے حفیر اور مذار کی طرح ولجہ میں بھی اسلام کی نصرت کا پرچم گاڑ دیا ہے اور بہمن کی شکست خوردہ افواج ولجہ سے چند میل دُور جمع ہو رہی ہیں۔

عراق کے عیسائی قبائل ولجہ کی شکست کا انتقام لینے کے لئے ایک نئے جوش و خروش کے ساتھ الیس کے مقام پر جمع ہونے لگے اور اُنہوں نے کسریٰ سے فوری بے فوری اعانت کی درخواست کی کسریٰ نے بہمن کو کسی تاخیر کے بغیر الیس کی طرف پیشقدمی کا حکم دیا۔ لیکن بہمن پوری تیاری کے بغیر کسی نئے میدان میں آنے کے لئے تیار نہ تھا۔ چنانچہ اُس نے فوج کی قیادت اپنے ایک جرنیل جابان کے سپرد کی اور خود اردشیر کے ساتھ بالمشافہ گفتگو کرنے کے لئے مدائن چلا گیا۔ وہاں پہنچ کر اُسے معلوم ہوا کہ شہنشاہ کی علالت تشویش ناک صورت اختیار کر چکی ہے۔

یہ وہ دور تھا جب ایران میں حکمران کی موت کو عام طور پر کسی نئے انقلاب کا پیش خیمہ سمجھا جاتا تھا اور ملک کے اکابر کو سلطنت کی حفاظت سے زیادہ اپنے مستقبل کی فکر ہوتی تھی۔ چنانچہ بہمن مدائن میں رُک گیا جابان

جسے وہ فوج کی قیادت سونپ کر آیا تھا الیس پہنچا اور اُس نے عیسائی قبائل کے لشکر کے پڑاؤ کے قریب ڈیرے ڈال دئے۔ بہمن کے حکم کے بغیر اُسے الیس سے آگے پیشقدمی کی اجازت نہ تھی کئی دن مدائن سے کوئی پیغام نہ آیا۔ تاہم جابان اس صورتِ حال سے پریشان نہ تھا۔ اُسے ایک طرف یہ اطمینان تھا کہ عیسائی قبائل کی تعداد میں آئے دن اضافہ ہو رہا ہے اور مسلمان مفتوحہ علاقوں کے نظم و نسق میں مصروف ہیں اور دوسری طرف یہ یقین تھا کہ جب بہمن مدائن سے واپس آئے گا تو کسریٰ کے لاتعداد سپاہی اُس کے ساتھ ہوں گے۔ لیکن ایک شام اُسے یہ اطلاع ملی کہ خالد بن ولید ولجہ میں اُس کا انتظار کرنے کی بجائے بذاتِ خود الیس کی طرف بڑھ رہا ہے اور اگلے دن دوپہر سے قبل جنگ کے میدان میں ایران کے پرچم غازیانِ اسلام کے پاؤں تلے روندے جا رہے تھے۔ جابان اور اُس کے عیسائی حلیف اپنے پیچھے لاشوں کے انبار چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ پھر جب مدائن میں الیس کی شکست کی خبر پہنچی تو بیمار حکمران نے دم توڑ دیا۔